UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188874
UNIVERSAL
LIBRARY

۹۱۲۶۹۴
ش س

OUP—880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۱۵۲۹۶ / ش س ش		Accession No. U431

Author شبلی

Title سفرنامہ روم و مصر و شام

This book should be returned on or before the date last marked below.

(فنون)
جامعہ عثمانیہ

سفرنامہ روم و مصر و شام

تحقیقات علمیہ
(فنون ۱)
جامعہ عثمانیہ

جسکو

مولانا شبلی نعمانی پروفیسر عربی لٹریچر مدرسۃ العلوم
علی گڈھ نے روم مصر و شام کے سفر سے واپس آکر
ترکوں کی تمدنی حالت اور حسن معاشرت سے
عوام الناس کو آگاہ کرنے کیلئے مرتب کیا

حسب فرمایش سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں
مجتبائی جدید پریس ۳۴۹ دھلی میں ۱۹۳۰ طبع ہو کر شائع کیا

طبع ۵۰۰
جملہ حقوق محفوظ ہیں
قیمت ۸/

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جوہر ایک شجاعت اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہیں اور اس سرزمین کے سب سے سرسبز اور سر بہری باغ کا شگفتہ پھول تھیں جن کی مہک جو ایک دفعہ قومی زمین کو لا چکی ہے شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا ایک عظیم الشان خاندان کی داستان و شوکت کی تعجب ناک تصویریں جنکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی، قیمت کاغذ سفید رسمی عہ مجلد ۔

فہرست بیگمات

امۃ المجیب، حمیدہ بانو بیگم امیر تیمور، فخر النساء بیگم، بیگم امیر تیمور، عظمت النساء بیگم امیر تیمور، آسائش بانو بیگم، دختر محمد مرا بخش، انا بیگی، دختر میران شاہ، آرزم بانو بیگم، دختر سعادت خاں صفوی، آرام جان بیگم جہانگیر، ممتاز محل، بیگم شاہجہاں، امۃ الحبیب، بیگم محمد معظم شاہ، قدسیہ بیگم، بیگم محمد شاہ، اعزاز النساء بیگم، شاہجہاں، اورنگ آبادی محل، بیگم اورنگ زیب، دلپذیر بانو بیگم، دختر شاہ شجاع، بی بی دودو، بیگم لوحانی خاں، دلرس بانو بیگم، دختر شاہ نواز خاں صفوی، روشن آرا بیگم، دختر شاہجہاں، روپ متی، مالوہ کی رئیس زادی، رحمت بانو، بیگم محمد معظم شاہ، رفیقا النساء بیگم، دختر سلطان محمد اکبر، تلسی بائی، رئیس مرہٹہ، بی بی بائی، بیگم سلیم شاہ، زیب النساء بیگم، دختر اورنگ زیب، لاڈ ملک، بیگم تلج خاں، رضیہ سلطانہ، دختر شمس الدین التمش، بدر النساء بیگم، دختر اورنگ زیب، جانان بیگم، دختر جان جہاں، جانی بیگم، بیگم محمد اعظم شاہ، رانی جودہ بائی، دختر راجہ اودے سنگھ، حمیدہ بانو بیگم، ہمایوں بادشاہ، حاجی بیگم، بیگم ہمایوں، خانزادہ بیگم، ہمشیرہ محمد بابر بادشاہ، شہزادہ خانم، دختر محمد اکبر، نواب قدسیہ بیگم، دختر شاہجہاں، ثریا بانو بیگم، دختر شاہجہاں، جہاں آرا بیگم، دختر شاہجہاں، رانی پاربتی، رانی راجہ جہجار سنگھ والی بندیلہ، رانی تارا بائی، رانی رام راجہ، زینب النساء بیگم، دختر اورنگ زیب، زبدۃ النساء بیگم، دختر اورنگ زیب، بادشاہ بیگم، دختر اورنگ زیب، سلطان بیگم، ہمشیرہ شاہ اسمٰعیل والی ایران، سلیمہ سلطان بیگم، بھانجی محمد ہمایوں، سلیمہ بانو بیگم، دختر سلیمان شکوہ، جمیلہ خاتون، بیگم محمد میرزا، موتی بیگم، بیگم محمد اکبر، اشرف النساء بیگم، بیگم بہادر شاہ اول، آئی بیگم، ہمشیرہ نجابت خاں، بخت النساء بیگم، دختر ہمایوں بادشاہ، بہاو بانو بیگم، دختر جہانگیر، بائی اودے پوری، دختر راجہ اودے پور، بائی بہوت دسی، دختر راجہ کشتور، بچھنی بیگم، دختر شاہزادہ بلند اختر، بیگم سلطانہ، دختر ابراہیم عادل شاہ،

ہمایوں نامہ (از گلبدن بیگم) اس سے بہتر تاریخ ہمایوں کی نہیں چھپی ۷ مستند تاریخوں کا نچوڑ ہے اور پانچ فوٹو عمدہ ولایتی کاغذ پر تیار ہو رہی ہے، قیمت مجلد عہ **حیات بابر** اول ایک مقدمہ پھر اصل کتاب جسمیں ۷ فوٹو ہیں اور چار نقشے اس سے بہتر بابر کی لائف آجتک تیار نہیں ہوئی اور نہ آپکی نظر سے گذری ہوگی قیمت سے ۳ ر۔

تمام درخواستیں بنام سید ظہور الحسن و حافظ ابو الحسن، قومی پریس، چھتہ لال میاں دہلی آنا چاہئیں ۔

سفرنامہ روم

و

مصر و شام

تحقیقات علمیہ
(قنوان)
جامعہ عثمانیہ

جسکو

مولانا شبلی نعمانی پروفیسر عربی لٹریچر مدرسۃ العلوم علیگڈھ
نے روم ۔ مصر و شام کے سفر سے واپس آکر ترکوں کی تمدنی
حالت اور حسن معاشرت سے عوام الناس کو آگاہ کرنیکے
لئے مرتب کیا

باہتمام سید ظہور الحسن ۔ قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں

سنہ ۱۳۵۲ھ

ادریس المطابع دہلی میں طبع ہوا

تعداد طبع ۵۰۰ جلد

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قیمت عہ

۹۱۰۵۲۵۶

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تمہید	۲	قسطنطنیہ کی موجودہ حالت	۲۶
سفر کا ارادہ اور اُس کا آغاز	۷	موقع اور منظر کی خوبی	״
بمبئی سے عدن تک	۹	وسعت اور تمدن	״
عجیب وغریب جانور	۱۰	یورپین اور ایشیائی تمدن اور اختلاف	۲۷
پورٹ سعید	۱۲	حالت کا سبب	
بیروت کی سرسری سیر	۱۳	لباس اور وضع	۲۹
پورٹ سعید سے حالت سفر میں ایک تغیر اور	۱۴	عدالتیں	۳۰
ایرانی ٹوپی کی وجہ سے عربوں کی بے اعتنائی۔		**تعلیم کی حالت**	
سائپرس		تعلیم جدید اور اُس کے مختلف درجے	۳۱
ازمیر یعنی سمرنا	۱۶	سلطان حال کے زمانہ میں تعلیم کی	״
مچھلیوں کا جہاز کے ساتھ دوڑنا	۱۹	ترقی اور تعلیم کے مصارف سالانہ	״
قسطنطنیہ پہنچنا اور اُسوقت کی پریشانی	״	سلطان کا طالب علموں کی دعوت کرنا۔	
قسطنطنیہ میں قیام کے طریقے شیخ عبدالفتاح	۲۰	خاص اہل عرب کی تعلیم کا اہتمام	۳۲
کی رفاقت اور اُن کا حال اور ایک تصنیف	۲۱	بڑے بڑے کالج اور اسکول	۳۳
کے ذریعہ سے شیخ علی ظبیان کی مجھ سے	״	بورڈنگ کا طریقہ	۳۵
ملاقات	״	طالب علموں کا لباس	۳۶
کھانے کا انتظام	۲۲	ترقی تعلیم میں کمی	۴۱
قصیدہ سفریہ	״	فوجی کالج	״
قسطنطنیہ کی اجمالی تاریخ اور وہاں کے	۲۵	سلطانی کالج	״
مختصر حالات		ملکیہ کالج	۴۴

مضمون	صفحہ
قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ	۴۶
ترکوں کی علمی حالت	۴۷
اخبارات اور رسالے	۵۰
کتابوں کے چھپنے میں اعتدال سے زیادہ احتیاط	۵۱
چھاپے خانے	۵۲
کتب خانے	″
زوایا یعنی ہر ملک اور ہر قوم کے لئے خیراتی مسافر خانے	۵۸
جامع مسجدیں	۵۹
قابل دید مقامات	۶۰
ترسخانہ یعنی جہاں سرکاری جہاز تیار ہوتے ہیں	۶۱
عجائب خانہ	۶۳
سیرگاہیں	۶۴
محرم	۶۵
سلاملق یعنی سلطان المعظم کا جمعہ کی نماز میں آنا اور فوجوں کا ملاحظہ سے گذرنا	۶۸
عید کا جلوس	۶۹
مثنوی عیدیہ	۷۰
ترکوں کے اخلاق و عادات و طرز معاشرت	۷۲
عورتوں کی تعلیم و تربیت وضع و لباس	۷۶
قسطنطنیہ میں ہندوستانی	۷۷
قسطنطنیہ کے احباب	۷۸
غازی عثمان پاشا کی ملاقات۔ مصنف کو تمغہ مجیدی ملنا اور تمغہ و فرمان سلطانی کی نقل	۸۱
قسطنطنیہ سے روانگی	۸۲
جہاز پر ایک ناگوار واقعہ	۸۳
بیروت	″
بیروت کی علمی ترقی	۸۴
بیروت کی یونیورسٹی	۸۸
انجمنیں اور اخبارات	۹۰
علما اور اہل کمال کی ملاقات	۹۲
بیروت سے روانگی	۹۳
بیت المقدس	۹۴
مسجد اقصیٰ	۹۵
قمامہ	۹۶
علما و فضلا کی ملاقات اور بعض دیگر حالات	۹۸
بیت المقدس سے روانگی	۹۹
قاہرہ	۱۰۰
مصر کی تعلیمی حالت	۱۰۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کالجوں اور اسکولوں کی تعداد اور اُن کے مصارف	۱۰۲	قدیم یادگاریں	۱۱۶
دار العلوم	۱۰۳	مزارات	۱۲۰
قانونی کالج	۱۰۶	مطابع اور اخبارات	″
مدرسۃ الترجمہ	۱۰۷	تھیئٹر	۱۲۱
طبیہ کالج	″	کلب اور انجمنیں	۱۲۲
انجنیئرنگ کالج و مدرسۂ صنعت و عام مدارس	۱۰۹	مولد نبوی صلعم	۱۲۳
یورپ میں تعلیم پانے والے	″	اہلِ کمال اور مصنفین	۱۲۴
جامع ازہر	۱۱۱	سفر کا خاتمہ اور اہلِ عرب کے فیاضانہ اخلاق	۱۲۷
کتب خانہ سرکاری	۱۱۴	حال کی عربی زبان	۱۲۹

تحقیقاتِ علمیہ
(فنون)
جامعۂ عثمانیہ

سفرنامۂ روم و مصر و شام

جس میں علاوہ اُن جزئی دلچسپ واقعات کے جو سلسلۂ بیان میں آگئے ہیں قسطنطنیہ بیروت۔ بیت المقدس۔ قاہرہ۔ وغیرہ کے متعلق واقعات ذیل یعنی شہر کی عام اجمالی حالت۔ قابل دید مقامات۔ مشہور عمارات سررشتہ تعلیم دار العلوم اور مدارس بورڈنگ اور طلبا کی ترتیب۔ تعلیم نسواں مصنفین اور تصنیفات کتب خانے۔ اخبارات اور رسالے۔ مشہور پاشاؤں اور ارباب کمال کی ملاقات ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اخیر میں اُن الفاظ مولدہ کی مختصر سی فرہنگ جو آج کل مصر و شام میں مستعمل ہو گئے ہیں اور جن کے نہ جاننے کی وجہ سے لوگ عربی اخبارات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

مرتبہ

شبلی نعمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

در موسمِ گل گر بگلستاں نرسیدیم
از دست ندادیم تماشائے خزاں را

رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ میں میں نے قسطنطنیہ وغیرہ کا جو سفر کیا وہ محض ایک طالب العلمانہ سفر تھا۔ اور چونکہ نہ یہ کوئی غیر معمولی امر تھا۔ نہ واقعات سفر میں چنداں ندرت تھی سفرنامہ لکھنے کا میرا ارادہ نہ تھا۔ لیکن وہاں سے واپس آکر جن بزرگوں اور دوستوں سے ملنے کا اتفاق ہوا سب سفرنامہ کے متقاضی تھے۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ ایک مدت سے ہماری جماعت میں سیر و سیاحت کا طریقہ بند ہے۔ اور اس وجہ سے اسلامی ممالک کے صحیح حالات سے بالکل اطلاع حاصل نہیں ہوتی لوگوں کا یہ تقاضا کچھ بیجا نہیں۔ مجھکو خود اپنی حالت یاد آئی کہ سفر سے پہلے قسطنطنیہ وغیرہ کا کوئی سیاح مل جاتا تو میں گھنٹوں وہاں کے حالات پوچھا کرتا۔

یہ اسباب تھے جنہوں نے مجھکو ان اوراق پریشان کی ترتیب پر آمادہ کیا ورنہ ایسے عاجلانہ اور معمولی سفر کے حالات قلمبند کرنے اور اُن کو سفرنامہ یا کتاب الرحلۃ کا لقب دینا تنگ ظرفی سے خالی نہ تھا۔ سفرنامہ میں جس قسم کی اطلاعیں لازمی اور ضروری ہیں یعنی ملک کی حالت۔ انتظام کا طریقہ عدالت کے اصول تجارت کی کیفیت۔ عمارتوں کے نقشے۔ ان میں سے ایک بھی چیز اس سفرنامہ میں نہیں۔ البتہ معاشرت اور علمی حالت کے متعلق معتدبہ واقعات ہیں۔ اگرچہ وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ نہیں ہیں جس قدر ہونے چاہئیں غرض جو شخص سفرنامہ کو سفرنامہ کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کتاب سے پورا لطف نہیں اٹھا سکتا جن لوگوں کو اسلامی ممالک کے معمولی واقعات میں بھی مزہ آتا ہے اُن کی دعوت میں ماحضر پیش کیا جا سکتا ہے کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔

میں نے اگرچہ اس کتاب میں ترکوں کی تمدنی یا ملکی حالت سے کچھ بحث نہیں کی ہے اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب و حالت کے لحاظ سے مناسب تھی تاہم اس کتاب کو پڑھکر ناظرین کے دل میں ترکوں کی تہذیب و شائستگی کا جو درجہ قائم ہوگا وہ اُس سے مختلف ہوگا جو یورپ کے عام لٹریچر سے ظاہر ہوتا ہے۔ یورپ نے کسی زمانہ میں مسلمانوں کے خلاف جو خیالات قائم کر لئے تھے ایک مدت تک وہ علانیہ اس طریقہ سے ظاہر کئے جاتے تھے کہ مذہبی تعصب کا رنگ صاف نظر آتا تھا اور اُس وقت قبول عام کا یہ

بڑا عمدہ ذریعہ تھا۔ لیکن جب یورپ میں مذہب کا زور گھٹ گیا اور مذہبی ترانے بالکل بے اثر ہو گئے تو اِس پالیسی نے دوسرا پہلو بدلا۔ اب یہ طریقہ چنداں مفید نہیں سمجھا جاتا کہ مسلمانوں کی نسبت صاف صاف متعصبانہ الفاظ لکھے جائیں۔ بلکہ بجائے اس کے یہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومتوں اسلامی قوموں اسلامی معاشرت کے عیوب۔ تاریخی پیرایہ میں ظاہر کئے جاتے ہیں اور عام تصنیفات۔ قصّوں۔ ناولوں۔ ضرب المثلوں کے ذریعے سے وہ لٹریچر میں اس طرح جذب ہو جاتے ہیں کہ تحلیل کیمیاوی سے بھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ یہ طریقہ کل اسلامی قوموں سے برتا جاتا ہے لیکن اس وقت ہمیں خاص ترکوں سے بحث ہے یورپین لٹریچر پڑھکر ترکوں کی نسبت۔ تحقیر کے خیالات نہ پیدا ہونے بعینہ ایسا ہے جیسا خواب آور دوا کھا کر نیند کا نہ آنا۔ یورپ میں مصنفین کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس وجہ سے اُن میں متعصب۔ نیکدل۔ ظاہر بین دقیق النظر۔ ہر درجہ اور ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ لیکن ترکوں کے ذکر میں وہ اختلاف مدارج بالکل زائل ہو جاتا ہے اور ہر ساز سے وہی ایک آواز نکلتی ہے۔

مثلاً آج کل کے سچے سے سچے یورپین مصنّف کی راست بیانی یہ ہے کہ وہ ترکی حکومت کے ذکر میں قرضہ کی گرانباری۔ صنائع وفنون کا بقدر کافی موجود نہ ہونا۔ اضلاع میں تعلیم کی عدم وسعت آلات واسلحہ میں یورپ کی احتیاج۔ اِن تمام امور کو بالکل راست راست لکھتا ہے۔ لیکن جو اصلاحیں حال میں ہوئی ہیں اُن کے ذکر سے اس طرح دامن بچاتا ہے کہ گویا اصلاح کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ خزانہ کا انتظام تمام اضلاع میں زراعتی بنکوں کا قائم ہونا۔ اور مدارس رشدیہ کی تعداد کا ۹۶ سے ۴۰۵ تک ترقی کر جانا۔ بڑے بڑے کالجوں کا جاری ہونا۔ ریلوے کی وسعت ادائے قرضہ کے انتظامات۔ فوجی قوت کی ترقی ان[1] واقعات کو بھولکر نہیں لکھتا۔ کسی قوم یا کسی شخص کے قابل مدح یا ذم ثابت کرنیکا یہ نہایت آسان طریقہ ہے کہ اُسکے حالات اور واقعات کی یک رخی تصویر کھینچی جائے اور انصاف یہ ہے کہ یورپ نے اس فریب آمیز طریقے کو دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ برتا ہے بے شبہ یورپ میں ایسے فیاض دل بھی ہیں جن کو تعصب سے کچھ واسطہ نہیں لیکن بچپن سے جس قسم کے خیالات میں اُنہوں نے پرورش پائی ہے اُن کے گرد وپیش معلومات کا جو سرمایہ ہے جو آوازیں ہر طرف سے اُن کے کانوں میں آئی ہیں۔ اُن چیزوں کے مقابلہ میں اُن کی بے تعصبی بھی کچھ کام نہیں دیتی۔ ایک صاحب جو نہایت بے تعصب اور عام شخص ہیں اور مجھکو اُن کی خدمت میں نیاز حاصل ہے۔ قسطنطنیہ ومصر وغیرہ کا سفر کرکے واپس آئے تو میں نے اُن سے بر سبیل تذکرہ پوچھا کہ آ نے

[1] سلطان حال کے عہد میں جو علمی اور عملی ترقیاں ہوئی ہیں اُس کی تفصیل میں ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے جو ... میں شائع ہوئی ہے اور خاص بحری ترقیوں کے ذکر میں راسم بک آفندی کا رسالہ حال میں شائع ہوا ہے جس کا نام دور ترقی ہے۔

قاہرہ میں جامع ازہر کی سیر بھی کی؟ بولے مجھکو اُس کی سیر کا بہت شوق تھا لیکن میرے رہنما نے کہا کہ عیسائی کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے اگرچہ واقعہ محض غلط ہے میں خود جامع ازہر میں ایک مہینے سے زیادہ مقیم رہا اور میرے عیسائی احباب بے تکلف مسجد ہی میں مجھ سے ملنے آتے تھے لیکن چونکہ یورپ میں مسلمانوں کا تعصب اور تنگ خیالی علوم متعارفہ کے قریب ہے اُن صاحب کو اپنے رہنما کی بات کے یقین کرنے میں کیونکر تامل ہو سکتا تھا؟۔

طرہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے عام شاہراہ سے الگ ہو کر کچھ کہا یا لکھا تو یورپ کے نقار خانے میں اُسکی آواز طوطی کی آواز سمجھی جاتی ہے ایک انگلش شہزادی نے پندرہ سولہ برس قسطنطنیہ میں رہکر دوازدہ سالہ حکومت عبدالحمید ثانی کے نام سے جو کتاب لکھی ہے۔ اگرچہ اُس کے اعتبار کے لئے مصنفہ کی علمی لیاقت پندرہ سولہ برس کا تجربہ دریافت حالات کے صحیح وسائل یہ تمام قرائن موجود تھے۔ لیکن چونکہ ترکوں کی عیب گوئی میں یورپ کی ہم زبان نہ تھی۔ اُسکو استناد اور اعتماد کا درجہ نہ حاصل ہو سکا ہم نے تعلیم یافتہ اشخاص کو اُس کی نسبت یہ کہتے سُنا ہے کہ عجب نہیں یہ کتاب فرضی مصنف کے نام سے خود ترکوں نے لکھی ہو یا اُس انگلش شہزادی کو سلطانی انعامات نے ایسی کتاب لکھنے پر مجبور کیا ہو۔ لیکن یہ کتاب اگر ترکوں کے معائب میں ہوتی تو (اُن اشخاص کے نزدیک) اُس کا ہر حرف قطعی و یقینی ہوتا۔ پروفیسر ویمبری نے اپنے محققانہ تجربہ سے ترکوں کی تہذیب و شائستگی پر جو مضامین لکھے وہ بھی اسی وجہ سے بے اثر رہے کہ پروفیسر مذکور نے ترکوں کی موجودہ علمی ترقی کا اعتراف کیا تھا۔

ترکوں کی نسبت اگرچہ یورپ کے عام لٹریچر کی یہ حالت ہے لیکن ہمکو موقع کے لحاظ سے ترکی کے سفرناموں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یورپ کی تاریخی تصنیفات کا سرمایہ بھی بہت کچھ انہیں سفرناموں سے لیا گیا ہے سفرنامہ اگرچہ تاریخی سلسلہ کا ایک دلچسپ حصہ ہے لیکن جسقدر دلچسپ ہے اسیقدر غلطیوں کے احتمالات سے مملو ہے ایک بڑی غلطی جو عموماً سفرنامہ لکھنے والونکو واقع ہوتی ہے جزئیات سے کلیات کا قائم کرنا ہے سفر میں انسان کو جن اشخاص سے سابقہ پڑتا ہے وہ اُن کے اخلاق عادات خیالات سے تمام قوم کی نسبت عام رائے قائم کر لیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کہ وہ اُمور انہیں چند اشخاص کے ساتھ مخصوص ہوں اسی طرح ہر واقعہ سے وہ ایک عام نتیجہ نکالنا چاہتا ہے اور واقعہ کے خاص اسباب کی جستجو میں نہ وہ اپنا وقت صرف کرنا چاہتا ہے نہ اُسکو اسقدر فرصت ملتی ہے۔

غلطی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جو شخص کسی ملک کا سفر کرتا ہے اُسکی نسبت پہلے سے اُس کے خیالات دوستانہ یا مخالفانہ ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچکر اول اول جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہے وہ محض سرسری ہوتا ہے اور چونکہ ایسی اجمالی واقفیت استنباط نتائج کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اور وہ نتیجہ کے قائم کرنے میں دیر تک انتظار

نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ ہر واقعہ کے ساتھ قیاسات کو دخل دیتا جاتا ہے ان قیاسات کے وقت وہ حسن ظن یا سوء ظن جو پہلے سے اُس کے دل میں موجود تھا چپکے چپکے اپنا کام کرتا ہے اور اُس کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اس قسم کی غلطی کا احتمال اگرچہ دنیا کی تمام قوموں سے تعلق ہے لیکن یورپ والوں کو اس میں خاص ترجیح حاصل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ استنباط نتائج میں یورپ والوں کو جو بے صبری ہے اور کسی قوم کو نہیں ہے اسی کا اثر ہے کہ یورپ کا ایک عام سیاح یا پولیٹیشن اتفاق سے ہندوستان میں آنکلتا ہے تو صرف ہفتہ دو ہفتہ کے تجربے کی بناپر یورپ کے اخباروں اور میگزینوں میں اس دعوے کے ساتھ بڑے بڑے آرٹیکل شائع کرتا ہے کہ گویا ہندوستان کی معاشرت و تمدن کے تمام راز اُس پر کھل گئے ہیں۔

ایک اور بڑا سبب یہ ہے کہ سیاح کو چونکہ حالات کے دریافت کا نہایت شوق ہوتا ہے اسلئے وہ ہر شخص سے جو اُس کو ملتا ہے کچھ نہ کچھ معلومات کا سرمایہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس تعمیم میں وہ اِن تحقیقات کی کہ وہ شخص ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ روشن ضمیر ہے یا متعصب دقیق النظر ہے یا ظاہر بین کچھ پروا نہیں کرتا اور کرنا بھی چاہے تو کامیابی نہیں ہوسکتی۔ یورپ والے اس باب میں اور بھی بے احتیاط ہیں اکثر یورپین سیاح جو قسطنطنیہ کا سفر کرتے ہیں معموًلا بیوعلی اور غلطہ کے ہوٹلوں میں انکو ٹھہرنے کا اتفاق ہوتا ہے وہ جہاں کہیں جانا چاہتے ہیں ایک گائڈ (رہنما) اُن کے ساتھ ہوتا ہے جو نہ صرف اُنکو عمارات اور مقامات کی سیر کراتا ہے بلکہ اُن کے تمام سوالات کا جو موقع بموقع وہ پوچھتے جاتے ہیں جواب دیتا جاتا ہے یہ گائڈ عموًما عیسائی ہوتے ہیں اور روپیہ دو روپیہ روزانہ اُن کی اُجرت ہوتی ہے۔ ان گائڈوں کی معلومات جس قسم کی ہوسکتی ہے ہر شخص اس کا اندازہ خود کر سکتا ہے۔

فاطمہ خانم[۱] نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یورپ کی معزز خاتونیں جن سے مجکو ملنے کا اتفاق ہوا جب ترکی خاتونوں کے متعلق واقعات کے طور پر کچھ بیان کرتی تھیں تو مجکو گمان ہوتا تھا کہ یہ کسی اور قوم کا تذکرہ ہے یا ناول کے قصے ہیں" فاطمہ خانم نے اپنی رائے دی ہے کہ ان بیچاروں کا کچھ قصور نہیں گائڈ جو کچھ سیاحوں سے کہدیتے ہیں اُنکو یقین کرنا پڑتا ہی" ہمارے دوست جو جامع ازہر کی سیر کو گئے تھے اُنکو بھی گائڈ ہی نے دھوکا دیا تھا۔ غرض یورپ کی تحریروں اور سفرناموں سے میرے سفرنامہ کا مختلف ہونا لازمی بات تھی اگرچہ اس

---

[۱] یہ ایک نہایت معزز اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں عربی فارسی و ترکی کے علاوہ (جو اُن کی مادری زبان ہے) فرنچ زبان نہایت عمدہ جانتی ہیں یورپ کو ترکی خاتون کی نسبت جس قسم کی غلط معلومات حاصل ہیں اُن کی اصلاح کے لئے اُس نے ناول کے طور پر ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام نساء المسلمین ہے یہ کتاب عربی میں ترجمہ ہوگئی ہے اور امریکہ کی نمائش میں پیش ہوکر وہاں کے اہتمام سے انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ ہوگیا ہے۔ اُردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوگیا۔ اور محمد حسن پریس علی گڈہ میں چھپا ہے۔ تمت بالخیر ۱۲

اختلاف کے اسباب کے بیان کرنے میں اسقدر اجتناب کہ بجائے خود ایک مستقل مضمون بجلئے موزوں تھا۔ ٹرکی کے سفر سے جو اثر میرے دلپر ہوا اُس کا یہاں ظاہر کرنا چنداں ضرور نہیں۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے خود اس کا پتہ لگ سکتا ہے۔ البتہ اسقدر کہنا ضرور ہے کہ سلطنت کی حیثیت سے اگر قطع نظر کیجائے تو مسلمانوں کی حالت وہاں بھی کچھ زیادہ مسرت اور اطمینان کے قابل نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بہت سی باتوں میں ہندوستان کے مسلمانوں کے قریب قریب ہے صنعت سے اُنکو کچھ واسطہ نہیں تجارت میں اُن کا بہت کم حصہ ہے معمولی دکاندار تک یہودی یا عیسائی ہیں۔ پرانی تعلیم نہایت ابتر ہے اور ہوتی جاتی ہے نئی تعلیم کے متعلق جو شکایت یہاں ہے وہاں بھی ہے پُرانی تہذیب اور نئی تہذیب میں ابھی تک رقابت ہے اور دونوں سے ملکر کوئی مرکب مزاج پیدا نہیں ہوا ہے پُرانے خیال والے ابھی تک زمانہ کی رفتار سے بے خبر ہیں نئے مذاق کے لوگ جسقدر کہتے ہیں۔ کرتے نہیں۔ ہمت غیرت جوش عزم استقلال کے بجائے کل قوم پر (من حیث الاغلب) افسردگی سی چھائی ہوئی ہے جو شخص جس حال میں ہے اُسی پر قانع ہے۔ موجودہ حالت تو یہ ہے ولعل اللّٰہ یحدث بعد ذٰلک امرا ؕ

سفر کا ارادہ اور آغاز

سفر کے ارادہ کے اسباب

جس زمانہ میں مجھکو ہیروز آف اسلام کا خیال پیدا ہوا اُسی وقت یہ خیال بھی آیا کہ ہمارے ملک میں جسقدر تاریخی سرمایہ موجود ہے وہ اس مقصد کے لیئے کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا۔ یہی خیال تھا جس نے اول اول اس سفر کی تحریک دل میں پیدا کی کیونکہ یقین تھا کہ مصر و روم میں اسلامی تصنیفات کا جو بقیہ رہگیا ہے اُن سے ایک ایسا سلسلہ تالیف ضرور تیار ہو سکتا ہے۔

اگرچہ یہ عزم مستقل ہو چکا تھا لیکن چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی۔ یہانتک کہ بظاہر اسباب نا اُمیدی سی پیدا ہو گئی اور وہ عزم ایک ضعیف سا خیال رہگیا۔ گذشتہ سال عجیب اتفاقی طور پر اس ارادہ کو تحریک اور تحریک کے ساتھ تکمیل ہوئی پچھلے سال میں اکثر بیمار رہا یہانتک کہ علاج سے تنگ آکر تبدیل آب و ہوا کا ارادہ کیا۔ چنانچہ مکان وغیرہ کے بندوبست کے لیئے الموڑہ اور کشمیر میں دوستوں کو خط لکھے اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ۔ جو مدرستہ العلوم کے پروفیسر فلاسفی اور میرے اُستاد ہیں (میں نے اُن سے فرنچ زبان سیکھی ہے) آج ہی کل ولایت جانے والے ہیں۔ دفعتہً خیال آیا کہ مصر و روم کا سفر آب و ہوا کی تبدیل مسٹر آرنلڈ کا ساتھ۔ اتفاق سے یہ سامان جمع ہو گئے ہیں۔ اس موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ چنانچہ اُسی وقت صاحب موصوف کے پاس گیا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں اُنھوں نے نہایت خوشی ظاہر کی اور فرمایا کہ جہانتک ممکن ہے سفر کے ضروری کاموں میں تم کو کافی مدد دونگا۔

اُسوقت جہاز کی روانگی میں صرف تین چار روز باقی تھے احباب اور اعزہ نے سنا تو سخت متعجب ہوئے اور اکثروں نے سمجھایا کہ اس جلدی اور بے سر و سامانی کے ساتھ اتنا بڑا لمبا سفر کونسی دانشمندی کی بات ہے میں نے کہا ع ہر چہ باد اباد من کشتی درآب انداختم۔

کالج میں گرمیوں کی تعطیل معمولاً تین مہینے کی ہوا کرتی ہے۔ مدت ملازمت کے لحاظ سے مجکو تین مہینے کی پریولج رخصت کا حق تھا اس طرح دونوں کو ملا کر چھ مہینے کی رخصت ملگئی۔ اور ۲۶ اپریل ۱۸۹۲ء کو میں علی گڈھ سے چل کھڑا ہوا۔ مسٹر آرنلڈ اپنے ایک دوست سے ملنے کے لئے ایک دو دن پہلے جھانسی روانہ ہو گئے تھے جھانسی کے اسٹیشن سے اُن کا ساتھ ہوا اور تمام راہ بڑے لطف و مسرت سے کٹی۔ مسٹر آرنلڈ نے حاجی رحمت اللہ ابن داؤد کو جو بمبئی کے ایک معزز اور روشنضمیر تاجر ہیں خط کے ذریعے سے اپنے آنے کی اطلاع دیدی تھی جس میں میری معیت کا بھی ذکر تھا چونکہ اتفاقاً ہمارے پہلے انتظام میں کسیقدر تبدیلی ہوگئی ہم لوگ تاریخ معینہ کے دو دن بعد بمبئی پہونچے۔ مسٹر آرنلڈ میرا اور اپنا اسباب لیکر وسٹن ہوٹل کو گئے۔ میں بازار میں پھر رہا تھا کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم حاجی رحمت اللہ کو جانتے ہو۔ بولا کہ آپ مولوی شبلی تو نہیں ہیں میں اُس کے اس تفرس پر جو کشف سے کم نہ تھا حیرت زدہ ہو گیا۔ اُس نے کہا ہم دو دن سے آپ کے لئے حیران ہوتے ہیں چلئے حاجی صاحب آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے مسٹر آرنلڈ کو بھی ہوٹل سے بلالیا اور ہم دونوں اُن کے باغ میں ٹھہرے۔

جس روز ہم بمبئی پہونچے اُسکے دوسرے دن ہمارا جہاز روانہ ہونیکو تھا اس لئے ہم نے اپنا تمام وقت سفر کے ضروری کاموں میں صرف کیا اور بمبئی میں جو اسلامی مدرسے اور انجمنیں ہیں اُن کی سیر نہ کر سکے کک کمپنی کی معرفت جہاز کا ٹکٹ لیا جس جہاز پر ہم جانے والے تھے اُس کا کرایہ بمبئی سے پورٹ سعید تک سکنڈ کلاس کا ۲۱ تھا۔ میں نے یہ سخت غلطی کی کہ ریٹرن ٹکٹ نہیں لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ واپسی کے وقت پورٹ سعید سے بمبئی تک کے لئے ۲۱ پونڈ یعنی ساڑھے ۳۰۰ دینے پڑے پہلی مئی کو صبح ۹ بجے ہم جہاز پر سوار ہوئے۔ قریباً بارہ بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا اور ہم نے بسم اللہ مجریہا و مرسیہا پڑھکر ہندوستان کو خدا حافظ کہا۔ سکنڈ کلاس میں صرف پانچ مسافر تھے اور یہ عجیب اتفاق کہ سب کے سب مختلف نسل سے تھے یعنی ایک مسلمان ایک انگریز۔ ایک پارسی۔ ایک اسپینیز۔ ایک سیامی۔

جہاز کی حرکت اول اول تو چنداں ناگوار نہیں معلوم ہوئی لیکن شام کے قریب طبیعت متغیر ہونی شروع ہوئی رات کا کھانا کھا کر سو رہے صبح کو آنکھ کھلی تو عجیب کیفیت تھی۔ دوران سر اور متلی کی ایسی سخت تکلیف تھی جو کسی طرح بیان میں نہیں آسکتی۔ دو دن تک غشی کی سی حالت رہی جہاز کا ملازم کبھی کبھی چار بسکٹ نارنگیاں لاتا تھا کہ کچھ کھالو۔ لیکن ان چیزوں کے دیکھنے سے اُبکائی آتی تھی۔ مسٹر آرنلڈ چائے پی لیا کرتے تھے

سمندر کی ہوا

اگرچہ ہضم نہیں ہوتی تھی لیکن قے کرنے سے طبیعت ہلکی ہوجاتی تھی ان کے اصرار سے میں نے بھی دوا ایک بار سہار پی کر قے کی اور فائدہ محسوس ہوا تیسرے دن ہم سب اُٹھ بیٹھے ہم سنا کرتے تھے کہ سمندر کی ہوا تندرستی کیلئے نہایت مفید ہے درحقیقت جہاز کا سفر سوءِ ہضم کا ایک علاج ہے۔ میں سوار ہونیکے وقت تک ضعیف اور مضمحل تھا۔ لیکن روز بروز چاق و چست ہوتا گیا طبیعت کو ہر وقت نشاط رہتا تھا اور بھوک خوب لگتی تھی ہم لوگوں کو پانچ وقت کھانا ملتا تھا یعنی صبح کو آٹھ بجے چائے۔ دودھ بسکٹ۔ گیارہ بجے معمولی کھانا جسمیں متعدد قسم کے سالن ہوتے تھے ایک بجے ٹفن۔ پانچ بجے ڈنر جس میں معمولی گوشت کے علاوہ مرغ۔ بط۔ کبوتر۔ ہر قسم کی پوڈنگ تر اور خشک میوے ہوتے تھے کبھی کبھی برف کی قفلیاں بھی ہوتی تھیں رات کو ۹ بجے چائے اور مکھن ہر وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور سب ہضم ہوجاتا تھا۔

میں تمام دن دریا کے سیر و تماشے میں مشغول رہتا تھا۔ مسٹر آرنلڈ نے عربی پڑھنی شروع کردی تھی۔ ہمارے ساتھ جو اسپین کا عیسائی تھا مسٹر آرنلڈ کے عربی پڑھنے سے جلتا تھا اکثر اُنکے پاس آتا اور تحقیر سے عربی حرفوں کو نہایت بُرے لہجہ سے ادا کرتا اور کہتا تھا کہ یہ زبان اونٹوں کی زبان ہے اگرچہ مجکو اُس کی ان حرکتوں سے رنج ہوتا تھا لیکن جو قوم ایک مدت تک ذلت کے ساتھ عرب کے زیردست رہ چکی تھی عرب اور عربی زبان کے ساتھ اُس کا یہ سلوک بیجا نہ تھا۔

پرند جانور ذبح کئے جاتے تھے

چونکہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جہاز پر پرند جانور ذبح نہیں کئے جاتے اور مولوی سمیع اللہ خانصاحب نے اپنے سفرنامے میں تجربہ سے اس کی تصدیق بھی کی ہے میں نے دو تین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا۔ مسٹر آرنلڈ نے مجھسے اس کا سبب دریافت کیا میں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں منخنقہ حرام ہے بولے کہ اس جہاز پر پرند جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ گردن مروڑ کر مارے نہیں جاتے چونکہ شرعاً اُن کی تنہا شہادت کافی نہ تھی میں خود گیا اور اس کی تصدیق کی۔ ذبح کرنے والا عیسائی تھا۔ وہ ذبح کرنے کے وقت کچھ پڑھتا نہ تھا صرف گردن پر چھری پھیر دیتا تھا۔ اگرچہ حنفیوں کے یہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کے لئے میں شافعی بن گیا تھا جن کے یہاں ہر طرح کا ذبیحہ جائز ہے۔

جہاز پر مسٹر آرنلڈ وہ آرنلڈ نہیں رہے تھے جو علیگڈھ میں تھے۔ نہ وہ متانت تھی نہ وہ کم آمیزی اکثر ہنسی مذاق کیا کرتے بچوں سے کھیلتے اور جہاز کی چھت پر اُچھلتے کودتے چلتے۔ میں نے حالات سفر کے متعلق ایک قصیدہ لکھنا شروع کردیا تھا اور درحقیقت سمندر کی فضا کچھ ایسی دلچسپ و نشاط انگیز ہے کہ موزوں طبع آدمی جہاز کے سفر میں خواہ مخواہ گنگنا اُٹھتا ہے۔

۷ مئی سنہ ۱۸۹۲ء کو یہ جہاز عدن پہنچا اور کنارے سے کسی قدر فاصلہ پر لنگر انداز ہوا عدن میں بڑی دلچسپی یہ ہے کہ سمالی قوم کے بہت سے لڑکے ڈونگیوں پر سوار جہاز کے قریب آتے ہیں اور جہاز والوں سے انعام لینے کیلئے عجیب عجیب مبتذل حرکتیں

کرتے ہیں۔ کچھ ناچتے ہیں گاتے ہیں کچھ آپس میں ملکر چند بے معنی الفاظ کہتے ہیں اور بغلیں بجاتے ہیں۔ بڑا کمال یہ ہے کہ لوگ دوانی چونی پیسے۔ جو کچھ اُن کو انعام دینا چاہتے ہیں سمندر میں پھینکدیتے ہیں۔ اور وہ غوطے مارکر نکال لاتے ہیں اکثر انگریز تماشے میں مشغول تھے اور آرنلڈ کو بھی اس میں مزہ آتا تھا لیکن میری کچھ اور حالت تھی چونکہ غلطی سے میرا یہ خیال تھا کہ یہاں عموماً عرب آباد ہیں اسلیئے یہ طبعی بات تھی کہ میں اُن کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا لیکن وہ انعام لینے کے لئے ایسی مبتذل و ناموزوں اور حقیر حرکات کرتے تھے کہ کسی طرح طبیعت کو گوارا نہیں ہوسکتا تھا۔ عبرت ہوتی تھی عرب کی یہ حالت ہے کہ غیروں کے سامنے اس قسم کی حرکات سے اُنکو شرم نہیں آتی۔ ان خیالات سے بے اختیار میرا دل بھر آتا تھا یہانتک کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بے اختیار زبان سے نکلا کہ قم یا عم۔ آرنلڈ پاس تھے میری تغیر حالت پر اُن کو خیال ہوا۔ میں نے دل کی کیفیت اور اس کا سبب بیان کیا۔ ایک بار آنکھ اُٹھاکر میری طرف دیکھا اور چپ ہو رہے شہر میں جاکر جب میں نے تحقیق کی اور تمام باتوں سے ثابت ہوگیا کہ سمالی قوم عرب نہیں ہے تو مجھکو کسی قدر تسکین ہوئی۔ یہی غصہ اور رنج تھا جس کی وجہ سے میں نے قصیدہ سفریہ میں اس کمبخت قوم کی سخت ہجو کی ہے اور درحقیقت وہ اس کے مستحق ہیں۔

سمالی قوم کے متبذل حرکات

چونکہ وقت کم تھا اس لئے میں شہر کے اندرونی حصے کو نہ دیکھ سکا۔ ہندوستان کو خط روانہ کئے ایک خط کے سرنامہ پر یہ اشعار لکھے جو اُسی وقت موزوں ہوئے تھے ؎

چوں کمر بستم بعزم ایں سفر از روئے عزم	دشمن و ہم دوست را در پیچ و تاب انداختم
ہر کسے را بس شگفت آمد کہ حاصل چیست زیں	تا چرا خود را بدیں سال در عذاب انداختم
ہر یکے پندم ہمی داد و ہمے گفتے کہ من	زیں سخن از عارض معنی نقاب انداختم
چوں بحاجت راز حد بردند گفتم بس کنید	ہر چہ بادا باد من کشتی در آب انداختم

عدن کی زبان

عدن کی زبان عموماً عربی ہے اور پارسی۔ ہندو۔ بنگالی۔ جو تجارت یا نوکری کے ذریعہ سے یہاں رہتے ہیں بے تکلف عربی بولتے ہیں۔ چونکہ میں نے کبھی کسی ہندو کی زبان سے اس مقدس زبان کے الفاظ نہیں سنے تھے۔ بنیوں اور بقالوں کو این تروح ماتبغی بولتے دیکھکر عجب مزہ آتا تھا۔

یہاں کی زبان گو عربی ہے لیکن نہایت بیہودہ اور غیر فصیح ہے۔ اگرچہ آجکل تمام ان ملکوں میں جہاں عربی بولی جاتی ہے قدیم عربی نہیں۔ لیکن عدن کی زبان سب سے نرالی ہے دو چار معمولی الفاظ کے سوا اس کچھ نہیں سمجھ سکا۔ غالباً یہاں کی زبان ایک مدت سے اجنبیوں کے اختلاط سے خراب ہوتے ہوتے اس حالت کو پہنچی ہے۔ علامہ مقدسی جو عرب کا ایک نامور سیاح گزرا ہے۔ اور جس نے چوتھی صدی کے آغاز

میں دنیا کا سفر کیا تھا اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے کہ عدن میں جو قومیں بستی ہیں اُن میں زیادہ اہل فارس ہیں"
علامہ موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں عموماً جیم کے بجائے کاف بولتے ہیں اور رجلیہ کے بجائے رجلینہ
وعلیٰ ہذا، جب علامہ موصوف کے عہد میں یہ حال تھا تو مرہٹوں اور گجراتیوں کے اختلاط کے بعد
یہاں کی زبان کی نسبت کیا شکایت ہو سکتی ہے۔

عدن میں ایک جرمنی ہمارے جہاز پر سوار ہوا جو جرمن کے مشہور عجائب خانہ کا ملازم ہے اور مدت تک
ان اطراف میں رہکر یورپ کو واپس جا رہا ہے۔ سیاحی و تجارت کی بدولت وہ متعدد زبانوں میں بے تکلف
بات چیت کر سکتا ہے۔ جب وہ جہاز کے افسروں سے اٹالین میں آرنلڈ سے انگریزی میں۔ مجھ سے
عربی میں گفتگو کرتا تھا تو مجھکو سخت تعجب اور رشک ہوتا تھا۔ کھانے کی میز پر جب ہم سب جمع ہوتے تھے
تو یہی ایک شخص تھا جو سب کا ترجمان بنتا تھا۔ اُس نے عرب و افریقہ کے جنگلوں سے بہت سے عجیب و
غریب جانور بہم پہنچائے ہیں ایک بڑے پنجرے میں افریقہ کے بندر تھے جنکی ہیئت معمولی بندروں سے عجیب وغریب بندر
کچھ الگ تھی ان میں زیادہ تر تعجب انگیز بات یہ تھی کہ جب وہ کسی کو اپنی طرف آتا دیکھکر غل مچاتے تھے تو اُن کی
آواز سے بعض حروف مفہوم ہوتے تھے میں نے اولاً خیال کیا کہ ہم لوگ جس طرح مثلاً بلی کی آواز کو میاؤں سے
تعبیر کرتے ہیں یہ بھی اُسی قسم کے فرضی الفاظ ہیں۔ لیکن چند بار میں نے غور سے سُنا تو صاف ل اور یا کی
آواز محسوس ہوتی تھی۔ یہانتک کہ اگر کوئی شخص پردے سے سنتا تو ہرگز خیال نہ کر سکتا کہ یہ بندر کی آواز ہے
میں نے مسٹر آرنلڈ سے اس کا ذکر کیا تو اُنھوں نے بھی تصدیق کی غالباً اسی قسم کی مثالوں سے یورپ میں
بعض لوگوں کا خیال پیدا ہوا ہے کہ بندر بھی بول سکتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک صاحب نے مدت کے
تجربے اور تحقیق کے بعد اس زبان کے چند حروف دریافت کئے ہیں۔

عدن سے چونکہ دلچسپی کے نئے سامان پیدا ہو گئے تھے اس لئے ہم بڑے لطف سے سفر کر رہے تھے
لیکن دوسرے ہی دن ایک پُر خطر واقعہ پیش آیا جس نے تھوڑی دیر تک مجھکو سخت پریشان رکھا۔

۱مئی کی صبح کو میں سوتے سے اُٹھا تو ایک ہمسفر نے کہا کہ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا میں نے دیکھا تو واقعی
کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پھرتے ہیں اور اُس کی درستی کی تدبیریں کر رہے ہیں انجن بالکل بیکار
ہو گیا تھا۔ اور جہاز نہایت آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا میں گھبرایا اور نہایت ناگوار خیالات دل میں
آنے لگے اس اضطراب میں اور کیا کر سکتا تھا دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ کے پاس گیا وہ اُسوقت نہایت اطمینان
کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے میں نے اُن سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے۔ بولے ہاں انجن ٹوٹ گیا ہے میں نے
کہا کہ آپ کو کچھ اضطراب نہیں؟ بھلا یہ کتاب دیکھنے کا کیا موقع ہے؟ فرمایا کہ جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے

مسٹر آرنلڈ کا استقلال

تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے اور ایسے قابل قدر وقت کو رائگاں کرنا بالکل بے عقلی ہے انکے استقلال اور جرأت سے مجھکو بھی اطمینان ہوا آٹھ گھنٹے کے بعد انجن درست ہوا اور بدستور چلنے لگا۔

۱۳ مئی کو جہاز سویز پہونچا اور تین چار گھنٹے کے لئے ٹھہرا۔ مصری عرب پنیر کھجور روٹیاں بیچنے کے لئے لائے ان میں سے ایک نے مجھے ہندوستانی خیال کرکے اردو میں باتیں کرنی شروع کیں۔ مجھکو تعجب ہوا اور جب دریافت سے معلوم ہوا کہ اس نے کبھی ہندوستان کی صورت نہیں دیکھی تو اردو کی عالمگیری پر مجھکو اور بھی تعجب ہوا۔ ۱۴ مئی کو ہم پورٹ سعید پہونچے اور نہایت افسوس کے ساتھ مجھکو مسٹر آرنلڈ سے جدا ہونا پڑا بمبئی سے میں نے برنڈزی تک کا ٹکٹ لیا تھا۔ پورٹ سعید پہنچکر یہ خیال ہوا کہ برنڈزی تک آرنلڈ کا ساتھ ہے لیکن وہاں سے قسطنطنیہ تک ایک ہفتہ کا سفر ہے اتنی مدت تک محض اجنبیوں سے سابقہ اور زبان اور ملک کی اجنبیت کی وجہ سے ہر کام میں دقت ہوگی اس خیال کی بنا پر میں نے پہلی اسکیم بالکل بدلدی اور ارادہ کرلیا کہ شام کے رستہ سے قسطنطنیہ جاؤں گا۔

جہاز نے جس وقت لنگر کیا۔ کُک کمپنی کا ایک ملازم اپنے مسافروں کی خبر گیری کیلئے جہاز پر آیا جہاز کنارے سے ذرا فاصلہ پر کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے مسافروں کے اتارنے کیلئے کک کمپنی کی طرف سے ایک چھوٹی سی کشتی ہمیشہ تیار رہتی ہے ان بندرگاہوں میں جہاز سے اترنے کے وقت ناتجربہ کار آدمی کو سخت مصیبت پیش آتی ہے۔ جہاز کے لنگر کرنے کے ساتھ قلی اور ملاح ہر طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور مسافروں کو سخت پریشان کرتے ہیں۔ ان کے ہجوم۔ شور وغل اور اسباب کی چھینا جھپٹی میں مسافر بالکل بدحواس ہو جاتا ہے بہزار دقت کنارے پر پہنچا تو گھنٹوں کرایہ کی بحث اور تکرار رہتی ہے ان بلاؤں سے محفوظ رہنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ کک کمپنی کے ملازموں کے سوا اور کسی سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔

ہم کنارے پر پہونچے تو شموئیل نے جو پہلے سے ہمارے انتظار میں کھڑا تھا ہم سے شیک ہنڈ کی یہ شخص قوم کا یہودی ہے اور کک کمپنی کی طرف سے مسافروں کی خبر گیری اور ہر قسم کی مدد دینے کیلئے متعین ہے وہ متعدد زبانیں جانتا ہے اور بالخصوص عربی۔ انگریزی۔ فرنچ نہایت بے تکلفی سے بول سکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اردو میں بھی نہایت آسانی سے بات چیت کر سکتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ ایک مدت تک ہندوستان میں رہ چکا ہے۔ ہم اس کے ساتھ اس کے دفتر میں گئے۔ دفتر کا مکان لب دریا ہے اور میز کرسی سے اچھی طرح آراستہ ہے۔ میز پر ہمیشہ بہت سے اخبارات موجود رہتے ہیں جن میں زیادہ تر جہازوں کے متعلق خبریں اور اشتہارات ہوتے ہیں سب سے پہلے ہم نے اس سے ٹکٹ بدلوانے کی بابت گفتگو کی یعنی یہ کہ اگر ہم یہاں اتر جائیں اور قسطنطنیہ کا نیا ٹکٹ لیں تو جو زائد کرایہ برنڈزی تک کا دے چکے ہیں وہ

نجرال سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ وہ خود اس کا جواب نہیں دیسکتا تھا کمپنی کے بڑے دفتر میں گیا اور وہاں سے واپس آکر کہا کہ تم اسی ٹکٹ سے قسطنطنیہ تک جاسکتے ہو صرف دو پونڈ یعنی ۳۲ روپے اور دینے ہونگے۔ میں بہت خوش ہوا اور اس کارگزاری کے صلہ میں آٹھ روپے اس کی نذر کئے یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ قسطنطنیہ جانے والا جہاز اس وقت تیار تھا ورنہ پندرہ دن تک پورٹ سعید میں ٹھہرنا پڑتا۔

پورٹ سعید

پورٹ سعید ایک چھوٹا سا خوبصورت بندرگاہ ہے آبادی کے دو حصّے ہیں جو حصّہ دریا سے متصل ہے اس میں عموماً یوربین سوداگر رہتے ہیں اور بہت بڑے بڑے ہوٹل قہوہ خانے اور تھیٹر وغیرہ ہیں۔ ایک قہوہ خانہ عین دریا کے کنارے پر ہے اور بہت ہی پُر فضا ہے نہایت ترتیب کے ساتھ سنگ مرمر کے تختے کی چھوٹی چھوٹی میزیں اور اُن کے گرد کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ قہوہ۔ چائے۔ توس۔ مکھن ہر وقت تیار رہتا ہے اس حصہ میں کثرت سے دکانیں ہیں اور نہایت شاندار اور آراستہ ہیں دوسرے حصّہ میں زیادہ تر یہاں کے اصلی باشندے سکونت رکھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ تمام چیزیں نہایت پست حالت میں ہیں ہوٹل کے بجائے باورچیوں کی کثیف دکانیں ہیں۔ اول اول جب میں اس شہر کی سیر کو نکلا تو ہر چیز کو بڑے شوق اور استغراق کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ کیونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے سلطنت اسلام کی آبادی دیکھی حرمین شریفین کی زیارت سے گو اس سے پہلے مشرف ہو چکا تھا لیکن وہ خدا کا ملک ہے اور میں دنیوی سلطنت اور حکومت کا ذکر کر رہا ہوں جب کوئی بلند اور شاندار عمارت دیکھتا تو اس خیال سے خوش ہوتا کہ الحمد للہ ان ملکوں میں مسلمان خوش حال اور دولتمند ہیں لیکن دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوتا کہ کسی یوربین سوداگر کا مکان ہے۔ سارے شہر میں ایک بھی عمدہ دکان یا بلند عمارت کسی مسلمان کی نہ تھی۔ افسوس ع بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداست۔ البتہ یوربین آبادی کے خاتمے پر ایک شاہی مسجد ہے اور وہ بہت پُر رفعت اور شاندار ہے۔

تھوڑی دیر بازار میں پھر پھرا کر قسطنطنیہ جانے والے جہاز پر سوار ہوا شمویل اور مسٹر آرنلڈ ساتھ تھے۔ چونکہ یہ بیت المقدس کے حج کا زمانہ تھا۔ اس لئے فرسٹ اور سکنڈ دونوں درجے عیسائی حاجیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ مسٹر آرنلڈ نے کہا مجکو ڈر ہے کہ تم کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ لوگ مذہب کے سخت پابند ہیں اور اس لئے ضرور ہے کہ ان میں تعصب ہو۔ تم غیر مذہب ہو غیر قوم ہو۔ تمہاری معیت اُنکو کیونکر گوارا ہوگی لیکن مجھکو تجربے کے بعد معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ کا خیال صحیح نہ تھا وہ لوگ پابند مذہب تھے لیکن فرنچ اور اٹالین تھے انگریز نہ تھے اس لئے کم آمیزی اور فاتح مفتوح کا امتیاز جو فاتح قوم کی مخصوص صفتیں ہیں اُن میں بالکل نہ تھیں مسٹر آرنلڈ تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئے میں نے اُن کو خدا حافظ کہا۔ اور ساتھ

ہی یہ فکر پیدا ہوئی کہ دیکھئے تنہائی میں اب کیونکر گزرتی ہے۔

۵ امئی کو جہاز یافہ پہونچا ہمارے اکثر یورپین ہمسفر یہاں اُتر گئے۔ بیت المقدس یہاں سے صرف رات بھر کا راستہ ہے۔ چونکہ وقت کم تھا اس لئے میں یہاں اُتر نہ سکا۔

۱۶ امئی کو بیروت پہونچے۔ یہاں جہاز عموماً دو پہر سے کم نہیں ٹھہرتا۔ چونکہ یہ ایک تاریخی مقام ہے اور نہایت قدیم شہر ہے اس لئے میں اُسکے دیکھنے کا بہت شائق تھا کنارے پر پہنچکر بڑی دقت پیش آئی کہ وہاں تذکرہ یعنی پروانہ راہداری کے بغیر کسی کو اُترنے نہیں دیتے تھے میں ہندوستان سے اس عجلت میں چلا تھا کہ پاسپورٹ لینے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ پہلے تو میں بہت گھبرایا کہ افسوس یہ سیر مفت میں رہی جاتی ہے لیکن پھر خیال آیا۔ اور میں نے اُن لوگوں سے کہا کہ میں یہاں ٹھیرنا نہیں چاہتا صرف سیر کرنی مقصود ہے۔ ان لوگوں میں سے ایک نے خدا جانے کیونکر پہچانا کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں غریب الوطن سمجھکر مہربانی کی اور ایک آدمی ساتھ کر دیا کہ یہ تم کو شہر کی سیر کرا دیگا۔ چونکہ پہلے سے ارادہ تھا کہ قسطنطنیہ سے واپس آتے ہوئے یہاں دو ایک روز قیام کرونگا۔ اس لئے اس دفعہ صرف سرسری طور پر بازار وغیرہ کی سیر کی۔ کتابوں کی دکانیں دیکھیں۔ گزرگاہ عام پر ایک قہوہ خانہ تھا۔ تھوڑی دیر تک وہاں ٹھہرا۔ اور راہ چلتوں کا تماشا دیکھتا رہا۔ جب کوئی شخص شان و شوکت کے ساتھ گاڑی یا گھوڑے پر سوار سامنے گزرتا تو میں اپنے رہنما سے پوچھتا کہ کون ہے اور اکثر وہ یہ جواب دیتا کہ "عیسائی"۔

بیروت کی سیر

یہاں سب سے زیادہ مجھکو یہ بات پسند آئی کہ تمام دکاندار اور پیشے والے حتّٰی کہ قلی اور مزدور بھی نہایت باوضع اور پاکیزہ لباس تھے۔ تین چار گھنٹے اِدھر اُدھر پھر کر واپس آیا ایک اٹھنی رہنما صاحب کی نذر کی اور اُن سے رخصت ہو کر جہاز پر پہونچا۔

پورٹ سعید سے سفر کی حالت میں جو تجدد ہوا وہ یہ تھا کہ بمبئی سے پورٹ سعید تک جہاز پر کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہاں پہنچکر دو ایک مسلمان نظر آئے اور بیروت میں تو سارا جہاز شامی عربوں سے بھر گیا بدقسمتی سے فرسٹ اور سکنڈ کلاس کو تو یہ عزت نصیب نہیں ہوئی لیکن تیسرے درجہ میں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان تھے۔ میں شروع سفر سے مسلمانوں کی صورت کو ترس گیا تھا یہ مجمع دیکھکر حد سے زیادہ خوشی ہوئی فرسٹ کلاس کی چھت نہایت صاف اور پُرفضا جگہ تھی اور میں اکثر وہیں بیٹھکر دریا کی سیر کیا کرتا تھا لیکن جب یہ صحبت نصیب ہوئی تو میں نے بھول کر بھی اُدھر قدم نہیں رکھا۔

اول اول مجھکو اُن لوگوں سے میل جول پیدا کرنے میں سخت دقت پیش آئی۔ یہ لوگ چھت پر جا بجا پھیلے ہوئے تھے۔ اور دو دو چار چار آدمیوں کی الگ الگ جماعتیں تھیں میں بڑے شوق سے اُن کے

پاس گیا لیکن وہ مطلقاً متوجہ نہ ہوئے جس شخص کے پاس کھڑا ہوا۔ اُس نے ایک بار آنکھ اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور گردن نیچی کر لی۔ مجکو اس بداخلاقی پر سخت تعجب ہوا دل میں کہتا تھا کہ عربوں کی مہمان نوازی کی یہ کچھ تعریفیں سنی تھیں! انکو تو بات چیت میں بھی مضائقہ ہے۔ ان میں مدرسہ حربیہ کے چند طلبا تھے جو رخصت لیکر وطن میں آئے تھے اور اب قسطنطنیہ جا رہے تھے وہ کبھی دل بہلانے کے لئے دیوان پڑھا کرتے تھے میں نے خیال کیا کہ ہم فنی کے ذریعہ سے تعارف پیدا کروں چنانچہ اُنکے پاس گیا اور دخل در معقولات کے طور پر اپنی مولویت اور علمیت جتانی شروع کی وہ اس پر بھی متوجہ نہ ہوئے میں اپنا سا منہ لیکر چلا آیا۔ لیکن مجکو یقین تھا کہ اس واقعہ کا ضرور کوئی خاص سبب ہے۔ اتفاقاً ایک موقع پر ایک شخص نے میرا مذہب پوچھا میں نے کہا "اسلام" بولا۔ لا واللہ ھذا طربوش المسلم یعنے ہرگز نہیں کہیں مسلمان بھی ایسی ٹوپی اوڑھتے ہیں" بدقسمتی سے میرے سر پر ایرانی ٹوپی تھی اور اس وجہ سے تمام عرب مجکو مجوسی سمجھتے تھے۔ یہ معما جب حل ہوا تو میں نے ان لوگوں کے دل سے اس بدگمانی کو رفع کر دیا اور پھر وہ ایسے شیر و شکر ہوئے کہ ایک دم کو مجھہ سے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ مدرسہ حربیہ کے طلبا سے زیادہ صحبت رہتی تھی قسطنطنیہ کے متعلق میں نے بہت سی ضروری باتیں اُن سے دریافت کیں درحقیقت ان معلومات سے مجکو بہت فائدہ ہوا۔

اس بات کا اثر کہ اب ہم اسلامی دنیا میں ہیں جہاز پر بھی محسوس ہوتا تھا۔ بمبئی سے سویز تک تھرڈ کلاس کے سافروں کے ساتھ قلیوں کی طرح برتاؤ کیا جاتا تھا۔ لیکن ان ممالک میں یہ حالت بالکل بدل گئی۔ جہاز کے افسر اور ملازم جو عموماً یوروپین ہیں ان مسافروں کو دل میں جو کچھ سمجھتے ہوں لیکن ظاہر میں اُن سے کوئی بُرا برتاؤ نہیں کر سکتے تھے۔ متعدد موقعے پیش آئے جن میں میں نے دیکھا کہ زیادتی مسلمانوں ہی کی طرف سے ہوتی تھی لیکن افسران جہاز کو اغماض کرنا پڑتا تھا۔

۱۷ مئی کو جہاز سائپرس[1] پہونچا یہ ایک مختصر سا جزیرہ ہے جو بحر روم میں واقع ہے اور جس کو عربی میں قبرس کہتے ہیں یہ جزیرہ اسلام کی قدیم فتوحات کی یادگار ہے۔ حضرت عثمان رضؓ کے زمانے میں سنہ ۲۷ھ میں امیر معاویہ نے اُسپر حملہ کیا۔ شہر والوں نے اس پر صلح کی کہ جس طرح ہم سلطنت روم کو خراج دیتے ہیں تمکو بھی سات ہزار دو سو دینار سالانہ دیا کرینگے۔ اور تم میں اور رومیوں میں کبھی جنگ ہوگی تو ہم کو کسی سے واسطہ نہ ہوگا امیر معاویہ رضؓ نے یہ شرط قبول کر لی۔ لیکن سنہ ۳۲ھ میں اُن لوگوں نے خلاف عہد مسلمانوں کے مقابلے میں رومیوں کو مدد دی۔ امیر موصوف نے پانسو کشتیوں کے بیڑے کے ساتھ دوبارہ چڑھائی کی اور نہایت | سائپرس

[1] جغرافیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس جزیرہ میں نو صوبے بارہ شہر آٹھ سو پانچ گاؤں اور دس لاکھ باشندے تھے ترکوں نے سنہ ۱۵۷۱ء میں اسپر قبضہ کیا۔ اب باشندے بہتر ہزار ہیں لارنکہ کی شراب نہایت مشہور ہے اور حریر بھی عمدہ ہوتا ہے ۱۲

آسانی سے فتح کر لیا۔ تاہم تعداد خراج اور صلح کی شرطیں وہی رہنے دیں اُن کے حکم سے بارہ ہزار عرب وہاں جاکر آباد ہوئے اور مکانات اور مسجدیں تعمیر کیں ایک مدت کے بعد یہ جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور کئی بار فتح ہو ہو کر پھر نکل گیا۔ سب سے اخیر ترکوں نے ۱۵۷۱ء میں عیسائیوں سے واپس لیا اور ابتک انہی کے قبضہ میں تھا۔ روم وروس کی اخیر جنگ میں انگریزوں نے اس شرط پر لیا کہ سالانہ خراج جو سلطان کو ملتا تھا اب بھی ملتا رہے گا۔ چنانچہ اب وہاں انگریزی حکومت اور انگریزی انتظام ہے۔

اس جزیرہ میں لرنکہ اور لماسون دو بڑے بڑے شہر ہیں اور دونوں جگہ تھوڑی دیر کے لئے جہاز لنگر کرتا ہے۔ میں نے لماسون کی سیر کی چونکہ یہاں انگریزی حکومت ہے اس لئے راہداری کے پروانہ کی پُرسش و جو نہ تھی۔ میں شہر میں داخل ہوا تو میرے سر پر ایرانی ٹوپی اور بدن میں شیروانی اچکن تھی۔ غالباً وہاں کے لوگوں نے یہ وضع کبھی دیکھی نہ تھی۔ میں جدھر سے گذرتا لوگ تعجب سے دیکھتے اور کہیں کھڑا ہوتا تو تماشائیوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ سب سے پہلے میں جامع مسجد میں گیا مسجد کے متصل ایک مکتب ہے وہاں ایک مولوی صاحب جو نہایت باوقار اور خوش لباس تھے ابتدائی صفوں کو درس دے رہے تھے میں نے سلام علیک کی وہ کھڑے ہو گئے اور نہایت مہربانی سے سلام کا جواب دیکر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لڑکے تپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے میں بھی اُنکے برابر بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب کے اشارے سے ایک لڑکے نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں میرے دل پر عجیب اثر ہوا۔ خیال آتا تھا کہ کہاں وہ حجاز کا ریگستان! کہاں بحر روم کے دور و دراز جزیرے! اس مقدس کلام (قرآن) میں کیا تاثیر تھی کہ مشرق سے مغرب تک برقی قوت بنکر دوڑ گئی۔ اور آجتک باقی ہے وہ معصوم لڑکا خوش لحن بھی تھا اور اُصول قرأت کے مطابق پڑھتا تھا۔ اتفاق سے آیتیں بھی موثر تھیں۔ ان باتوں نے مجھکو بالکل مدہوش کر دیا اور دیر تک ایک عجیب حالت طاری رہی

اگرچہ پندرہ سولہ برس سے انگریز یہاں حکومت کر رہے ہیں لیکن حکمت عملی کے لحاظ سے طرز انتظام میں بہت سی قدیم باتیں قائم رکھی ہیں۔ محکمہ قضا بالکل الگ ہے اور شرعی مقدمات سے حکومت انگریزی کو کچھ واسطہ نہیں۔ اتفاق سے مجھکو قاضی صاحب سے نیاز حاصل ہوا بہت خلیق اور باوقار آدمی ہیں تعلیم کا طریقہ بالکل ترکی انتظام کے موافق ہے۔ تمام مکتبوں اور مدرسوں میں ترکی سررشتہ تعلیم کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جس مکتب کا میں نے ابھی ذکر کیا اُس میں قرآن مجید فقہ کا ابتدائی رسالہ۔ تاریخ۔ جغرافیہ درس میں داخل ہے اور تعلیم نہایت خوبی سے ہوتی ہے قسطنطنیہ سے واپسی کے وقت بھی میں اس مکتب میں گیا تھا۔ صبح کا وقت تھا اور مدرس صاحب اُسوقت تک تشریف نہیں لاچکے تھے۔ دو تین لڑکے موجود تھے وہ نہایت ادب اور خوش اخلاقی سے پیش آئے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ آپکا وطن کہاں ہے میں نے کہا ہندستان"

بولا، ہندوستان ایک وسیع ملک ہے خاص شہر کا نام بتائیے،، میں نے علی گڈھ کا نام لیا۔ کہنے لگا میں نقشہ میں میں دیکھتا ہوں کہاں واقع ہے۔ ہندوستان کا نقشہ سامنے آویزاں تھا۔ اُس نے ایک سرسری نگاہ ڈالی اور فوراً علی گڈھ پر انگلی رکھکر کہا وہاں یہ ہے،، اُس کی عمر نو دس برس سے زیادہ نہ تھی اس لئے مجھکو اس کی اس تیزی اور یادداشت پر تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا تمہارا بادشاہ کون ہے کہا وہ آفندم،، آفندی ترکی زبان میں جناب و مخدوم کے ہم معنی ہیں۔ اور جب میم متکلم کے ساتھ استعمال کیا جائے تو عموماً اس سے سلطان مراد ہوتے ہیں میں نے کہا وہاں تو انگریزی حکومت ہے،، بولا کہ ہاں مستاجری کے طور پر لیا ہے اور سالانہ خراج ادا کرتے ہیں،، انگریزوں کی حکمت عملی نہایت دانشمندانہ ہے کہ کسی ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو اس تدریج اور آہستگی سے کہ ملک والوں کو انقلاب حکومت کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

یہاں کی زبان ترکی ہے۔ اور یہاں سے قسطنطنیہ تک ہر شہر اور قصبہ کی یہی زبان ہی اس سے ترکوں کی حکومت کی سطوت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اُنھوں نے ممالک مفتوحہ کی زبان تک بدلدی۔ ایشیائے کوچک اتنا بڑا وسیع ملک ہے اور کثرت سے عیسائی آبادی ہے۔ جن کی زبان کسی زمانہ میں یونانی یا لٹین تھی۔ لیکن اب تمام ملک میں ترکی بولی جاتی ہے۔ سیپرس کے مولوی صاحب اور قاضی صاحب جنکا میں نے ذکر کیا۔ اگرچہ عربی بخوبی جانتے تھے۔ لیکن بول نہیں سکتے تھے۔ البتہ معمولی جملے سمجھ لیتے تھے اور اسی سہارے پر میں نے اُن سے بات چیت کی تھی۔ مجھکو اس قدر قلیل زمانہ میں یہاں کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح اندازہ تو کیا ہوسکتا تھا لیکن ظاہر طور سے قیاس ہوتا تھا کہ اچھی نہیں جس قدر بلند مکانات یا عمدہ دکانیں نظر آئیں دریافت سے معلوم ہوا کہ کل عیسائیوں کی ہیں۔

۱۸ مئی کو جہاز روڈس پہونچا اور تین چار گھنٹے ٹھہرا۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کی وسعت ہمارے قدیم مورخوں نے ساٹھ میل بیان کی ہے۔ اور جغرافیہ مترجمہ سوسائٹی علی گڈھ میں طول چالیس میل اور عرض پندرہ میل لکھا ہے یہ بھی قدیم فتوحات میں سے ہے امیر معاویہؓ کے عہد میں ۵۲ھ میں فتح ہوا اور اُسی وقت بہت سے مسلمان وہاں جاکر آباد ہوئے۔ قدامت کے لحاظ سے میں اُس کی سیر کا مشتاق تھا لیکن بدقسمتی سے رات کا وقت تھا اور جہاز والوں میں سے کسی نے میرا ساتھ نہ دیا زیادہ بدقسمتی یہ کہ واپسی کے وقت بھی اتفاق سے یہی اسباب پیش آئے اور اُس کی سیر سے بالکل محروم رہ گیا۔

۲۰ مئی صبح کے وقت ازمیر پہونچے۔ چونکہ یہ ایک بہت بڑا بندرگاہ ہے۔ جہاز دو روز تک یہاں مقیم رہا۔ میں اپنے شامی دوستوں کے ساتھ جہاز سے اُترا کنارے پر وہی تذکرہ راہداری کی باز پرس تھی۔ لیکن ساتھیوں کی بدولت مجھکو چنداں زحمت نہیں ہوئی یہ شہر جسکو انگریزی میں سمرنا کہتے ہیں ایشیائے کوچک کا

صدر مقام ہے اور اس صوبے میں اس سے زیادہ وسیع اور آباد شہر نہیں ہے قدامت اور تاریخی واقعات کے لحاظ سے بھی ایک یادگار مقام ہے۔ ہومر جو یونان کا مشہور شاعر گزرا ہے اور جس کی نسبت یورپ کا خیال ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا شاعر تھا اُس کی قبر یہیں ہے سات مقدس گرجے جن کا ذکر انجیل کے سفر رویا میں ہے اُن میں سے ایک اسی شہر میں تھا۔ زمانہ کے انقلابات نے اُسکو دس دفعہ تباہ و برباد کیا تاہم اُس کی موجودہ آبادی ایک لاکھ سے زائد ہے۔ اطراف کی زمین نہایت سیر حاصل ہے اور خود شہر تجارت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ ہمیشہ بیسیوں دخانی جہاز اور بادبانی بندرگاہ میں موجود رہتے ہیں۔ ریل بھی یہاں جاری ہے اور دو وقت یہاں سے ٹرین روانہ ہوتی ہے۔

اسلامی آثارات بکثرت ہیں لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ مسجدوں کی تعداد تین سو سے کم نہیں جن میں بعض بڑی شان و شوکت کی ہیں۔

جہاز سے ہم اُترے تو نہایت بلند اور شاندار عمارتوں کا سلسلہ نظر آیا جو دور تک بخط مستقیم دریا کے کنارے چلا گیا ہے۔ یہ عمارتیں ہوٹل۔ قہوہ خانے۔ تھیٹر۔ ناچ گھر اور عیسائی تاجروں کی دکانیں ہیں اور نہایت خوش منظر اور پُر فضا ہیں۔ رات کے وقت ہمیشہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی میلہ یا شادی کی تقریب ہے۔ قہوہ خانوں اور ناچ گھروں کے علاوہ سڑک پر کثرت سے مجمع رہتا ہے اور جدھر جاؤ نغمہ و سرود کی آواز آتی ہے۔ اس سلسلہ عمارات کے عقب میں عیسائیوں کا محلہ ہے اور اسقدر بلند اور عالیشان عمارتیں ہیں کہ میں نے ابتک کہیں نہیں دیکھیں اس محلہ کے تمام گلی کوچے نہایت صاف اور ہموار ہیں۔

اس محلہ کی سیر سے فارغ ہوکر میں نے شہر کا رُخ کیا۔ شہر اگرچہ نہایت پر رونق ہے اور آدمیوں کی کثرت سے ہر وقت ایک میلہ سا معلوم ہوتا ہے لیکن تمام سڑکیں ناہموار و ناصاف ہیں اور گلی کوچوں میں تو نجاست اور کیچڑ کی وجہ سے رستہ چلنا مشکل ہے حقیقت یہ ہے کہ ان تمام ممالک میں میونسپلٹی کا انتظام نہایت خراب ہے اور حکومت ترک کیلئے یہ ایک نہایت قابل لحاظ امر ہے چلتے چلتے ہمارے شامی دوستوں کو بھوک لگی اور ایک نان بائی کی دوکان پر جا بیٹھے۔ مجھکو اگرچہ اشتہا نہ تھی لیکن اُن کے اصرار سے شریک ہوا نان بائی کے لفظ سے ہمارے ناظرین کو ہندوستان کے نان بائیوں اور اُن کی ذلیل دکانوں کا خیال آیا ہوگا۔ لیکن یہ قیاس صحیح نہیں۔ یہاں معمولی سے معمولی دُکان کی آراستگی کی یہ صورت ہے کہ متعدد چھوٹی چھوٹی میزیں اور اُن کے گرد کرسیاں لگی ہیں۔ میزوں پر نہایت صاف چادر بچھی ہوئی ہے۔ دیوار کے ایک کونے میں ٹونٹی لگی ہے اور اُس کے نیچے طشت اور دائیں طرف صابون اور تولیہ رکھا ہے یہ نہایت معمولی دُکانوں کی کیفیت ہے اور بڑی بڑی دُکانیں جنکو ہوٹل کہا جا سکتا ہے نہایت پُر تکلف اور پُر شان ہیں لیکن

اس قسم کے جتنے ہوٹل ہیں عموماً عیسائیوں کے ہیں۔

میں نے مدرسوں کی سیر کرنی چاہی لیکن چونکہ جمعہ کا دن تھا تمام مدرسے بند تھے نماز جمعہ جامع حصار میں پڑھی۔ یہ مسجد پُر تکلف اور آراستہ ہے چھت پر طلائی نقش و نگار ہیں بڑی خوبی یہ ہے کہ صحن کے دونوں طرف دو بڑے بڑے ستونوں پر گھنٹے لگے ہیں جنسے اوقات نماز معلوم ہونیکے ساتھ مسجد کی زیبائش بھی ہے۔ ہمارے ہندوستان میں اسکی تقلید کی جاتی تو اچھا ہوتا خطبہ و نماز میں یہاں بعض جدتیں ہیں۔ مگر یہ شریعت میں ان کی کچھ اصل ہے نہ بجائے خود وہ موزوں ہیں خطیب جب خطبہ پڑھتا ہے تو بیچ بیچ میں رُکتا جاتا ہے اُس وقت چند اشخاص آواز ملا کر کچھ پڑھتے ہیں یہ چپ ہوتے ہیں تو خطیب پھر شروع کرتا ہی اور اس طرح کئی بار اتفاق ہوتا ہے۔ نماز میں عموماً چھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں جو تین چار آیتوں سے زیادہ نہیں ہوتیں حالانکہ تمام دنیا میں جمعہ کی نماز میں بڑی سورتوں کے پڑھنے کا دستور ہے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد کتب خانہ میں گیا یہ کوئی بڑا کتب خانہ نہیں ہے مسجد کے کونے میں ایک چھوٹا سا حجرہ ہے اور کتابوں کی تین چار چھوٹی چھوٹی الماریاں ہیں۔ نماز کے بعد اکثر علما اور ارباب تصانیف یہاں آ بیٹھتے ہیں جس وقت میں پہنچا اصحاب ذیل تشریف فرما تھے۔ مولانا مصطفےٰ آفندی امام جامع مسجد و مدرس مدرسہ۔ صبری آفندی مدرس مکتب اعدادی۔ مولانا سعید۔ شکری بک حسنی آفندی۔ سابق مہتمم تعلیمات۔ سلام علیک و مزاج پرسی کے بعد ایک صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے تھے اگر آپ پسند کریں تو وہ مسئلہ پھر چھیڑا جائے۔ میں نے خوشی سے منظور کیا متعہ کے متعلق بحث تھی اور وہی مشہور شبہ پیش تھا کہ خود حضرت عمرؓ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان حیات تک جاری تھا میں نے کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی اور تمام حاضرین نے اس سے اتفاق کیا یہ لوگ عربی نہیں سمجھتے تھے اس لئے میں فارسی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ان ملکوں میں بحث و مذاکرہ کا یہ طریقہ عموماً رائج ہے اور نہایت شائستہ طریقہ پر ہے۔ اجنبی شخص کو علماء کے گروہ سے ملنے اور اُن سے ربط و اختلاط پیدا کرنیکا اس سے زیادہ آسان اور مفید کوئی ذریعہ نہیں بڑی خوبی یہ ہے کہ مناظرہ نفسانیت اور ترفع کے لحاظ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اثنائے تقریر میں اگر اُن کو انداز سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مخاطب اعتراض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تو قصداً دوسرا تذکرہ چھیڑ دیتے ہیں۔ اس قسم کی علمی مجلسیں اس سفر میں میری کامیابی کا بڑا ذریعہ تھیں اور بعض جگہ تو انہیں کی بدولت مجکو ایسی دشواریوں سے نجات ملی جنسے رہائی کی کوئی اور تدبیر نہ تھی۔

۱۲ مئی کو شام کے قریب جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ یہاں سے قسطنطنیہ تک کوئی بڑا اسٹیشن نہیں ہے بعض بعض مقامات پر جہاز تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرا لیکن ہم اُتر نہ سکے یہ مقامات زیادہ تر جنگ کی

ضرورتوں کیلئے ہیں اور ہر جگہ کثرت سے جنگی آلات فراہم ہیں چناق قلعہ ایک مقام ہے جہاں نہایت مضبوط قلعہ ہے لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ محمدؒ فاتح نے جب قسطنطنیہ کے فتح کرنیکا عزم کیا تو اُس وقت توپ اور گولے کا عام رواج نہ تھا۔ محمدؒ نے خود توپیں ڈھالیں اور پتھر کا گولہ بنوایا جنمیں سے چند یادگار کے طور پر اب بھی محفوظ ہیں یہ گولے پختہ اور نہایت مضبوط ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ لوہے کے گولوں سے کم نہیں۔ ازمیر سے قسطنطنیہ تک دریا کے دونوں طرف ایسے محفوظ قلعے اور دمدمے تیار کئے گئے ہیں اور اس کثرت سے سامان جنگ موجود ہے کہ قوی سے قوی سلطنت بھی اس رستے سے دارالسلطنت پر حملہ کرنیکا قصد نہیں کر سکتی۔ یہ تمام قلعے اور دمدمے محمد فاتح کے عہد کے ہیں۔ یہ نامور شہنشاہ جب قسطنطنیہ کی تسخیر کے ارادے سے بڑھا تو راہ میں جا بجا جنگی چھاؤنیاں بنوائیں اور قلعے اور دمدمے تیار کرائے لیکن یہ تمام تفصیل لوگوں کی زبانی روایت ہے میں نے تاریخ سے اسکی تصدیق نہیں کی ہے چناق قلعہ سے آگے بڑھکر ہم نے عجیب تماشا دیکھا۔ جہاز تیزی سے جا رہا تھا کہ دُور سے پانی میں ایک فوارہ سا چھوٹتا نظر آیا تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ سامنے سے چار پانچ مچھلیاں جہاز کی طرف دوڑی آرہی ہیں۔ قریب آگئیں تو جہاز کے ساتھ ہولیں۔ اُن کا جسم پانی کی سطح سے صاف نظر آتا تھا۔ جہاز اگرچہ نہایت تیزی سے جا رہا تھا لیکن وہ برابر ساتھ ساتھ آتی تھیں۔ کبھی کبھی جب سانس چڑھ جاتی تھی تو بڑے زور سے پھنکار مارتی تھیں اُس وقت پانی میں فوارہ سا چھوٹتا نظر آتا تھا۔ قریباً دو تین میل تک جہاز کے ساتھ ساتھ دوڑیں۔ تمام لوگ حیرت سے تماشا دیکھتے تھے بعضوں کو خیال ہوا کہ اُن مچھلیوں نے کبھی جہاز کی صورت نہیں دیکھی تھی اس لئے اسکو کوئی جانور سمجھیں اور مقابلہ کے جوش میں چاہتی تھیں کہ جہاز اُن سے بڑھنے نہ پائے۔ واپسی کے وقت بھی ایسا ہی اتفاق ہوا اور اُس وقت دریافت سے معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایک دفعہ اتفاق سے یہ مچھلیاں آگئی تھیں اور جہاز کے ملازموں نے اُنکے لئے کھانے کی کوئی چیز دریا میں ڈالدی تھی اسی کی طمع پر جب کوئی جہاز ادھر سے گزرتا ہے تو اکثر یہ مچھلیاں آجاتی ہیں اور دُور تک جہاز کے ساتھ ساتھ دوڑتی ہیں۔

۲۳ مئی صبح کے وقت قسطنطنیہ پہونچے۔ جہاز نے لنگر کیا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ مجھکو منزل مقصود پر پہنچنے کی نہایت خوشی ہونی چاہیئے تھی لیکن قلیوں اور ملاحوں کے ہنگامے اور شور و غل میں میرے حواس جاتے رہے۔ ملاحوں نے تمام جہاز گھیر لیا۔ اُن کے شور و غل اور کشاکش سے ایک عجیب ہنگامہ برپا تھا میں نے پہلے سے کچھ طے نہیں کیا تھا اور نہ کر سکتا تھا کہ جہاز سے اترکر کہاں جاؤں ہوٹل میرے مناسب حال نہ تھا (اسکی وجہ آگے چلکر معلوم ہوگی) اور سراؤں پر ناواقفیت کی وجہ سے اطمینان نہیں ہو سکتا تھا سخت مصیبت یہ ہوئی کہ شامی احباب جنسے ہر قسم کی مدد کی توقع ہوسکتی تھی اُنکو کالج میں پہونچنے کی

جلدی تھی - اس لئے وہ میرا انتظار نہ کر سکے - مجکو اکیلا پاکر ملاحوں اور قلیوں نے اور بھی دق کرنا شروع کیا میرا اضطراب اس خیال سے اور بڑھتا جاتا تھا کہ جہاز پر زبان کی اجنبیت کی وجہ سے یہ دقت ہے تو شہر میں کیا حال ہوگا؟ اس لیت و لعل میں زیادہ دیر ہوتی جاتی تھی - اکثر مسافر جہاز سے اُتر گئے اور اُترتے جاتے تھے - آخر خانساماں کو اسباب سپرد کیا اور اُس سے کہا کہ میں شہر کی سیر کرکے واپس آتا ہوں مقصد یہ تھا کہ پہلے شہر میں جاکر قیام کا کچھ انتظام کر آؤں تب اسباب جہاز سے اُتاروں - شام کے چند عربوں نے ایک کشتی کرایہ کی تھی میں بھی اُن کے ساتھ ہولیا - کنارے پر تذکرہ کی پرس وجو تھی - میں نے انگریزی چٹھیاں نکالیں لیکن وہ پاسپورٹ مانگتے تھے غرض ہزار دقت رہائی ہوئی - اب حیران تھا کہ کہاں جاؤں ایک شامی عرب سے جسکا نام عبدالفتاح تھا کشتی میں تعارف ہوگیا تھا میں نے اُن سے اپنی پریشانی بیان کی اور کہا کہ آپ مجکو کوئی معقول طریقہ بتائیں اُنھوں نے کہا کہ میری حالت بھی تمہارے قریب قریب ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں ساتھ رہیں - یہ طریقہ اگرچہ احتیاط کے خلاف تھا لیکن ناواقفیت اور اجنبیت زبان کی وجہ سے مجبوراً اختیار کرنا پڑا - اور سچ پوچھئے تو یہی اتفاقی معیت میری تمام کامیابیوں کا دیباچہ تھی -

یہاں مسافروں کے ٹھہرنے کے چند طریقے ہیں سب سے زیادہ اطمینان اور آرام تو ہوٹلوں میں ہے لیکن اول تو اُن کا کرایہ ایک پونڈ یعنی ۱۵ روپے روزانہ سے کم نہیں - دوسرے اکثر بلکہ قریباً تمام عمدہ ہوٹل لیورپین آبادی میں ہیں جو استنبول سے دور ہے - اور جامع مسجدیں کتب خانے مدرسے مکاتب جس قدر ہیں سب استنبول میں ہیں -

ہوٹل کے بعد خانات یعنی سرائیں ہیں لیکن یہ سرائیں ہندوستان سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں یہاں بڑی بڑی سراؤں میں جس قدر کمرے ہوتے ہیں - عموماً وسیع اور پُرفضا ہوتے ہیں اور اُن میں ہر وقت نواڑ کا پلنگ - توشک - چادر - لحاف اور اور ضروری چیزیں مہیا رہتی ہیں ایک ایک کمرے میں کئی کئی پلنگ ہوتے ہیں - اور فی پلنگ آٹھ دس آنہ کرایہ ہوتا ہے -

تیسرا طریقہ کرایہ کے مکانات ہیں یہ مکانات اکثر دو منزلہ سہ منزلہ ہوتے ہیں - ہر درجے میں متعدد کمرے اور ہر کمرے میں میز کرسی - کوچ - لمپ - فرش - پلنگ - توشک - تکیہ - لحاف - مہیا رہتا ہے کرایہ فی کمرہ دس روپیہ ماہوار سے بیس تیس تک ہوتا ہے - ان مکانوں کے مالک یا اجارہ دار عموماً عیسائی ہیں - وہ خود بھی انہیں مکانوں میں رہتے ہیں اور اُن کی وجہ سے مسافروں کو بہت کچھ آرام ملتا ہے -

اگرچہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا - کرایہ کا مکان لینا زیادہ آرام وہ طریقہ تھا لیکن میں اور میرے شامی دوست دونوں اس طریقہ سے ناواقف تھے اس لئے ایک خان یعنی سرائے میں جاکر ٹھیرے اس انتظام

کی طرف سے اطمینان ہوا تو جہاز پر جاکر اپنا اسباب اُٹھوا لایا۔ چھ سات دن تک ہم اس خان میں رہے پھر باب عالی کے پاس ایک عمدہ مکان کرایہ پر لے لیا۔

خوش قسمتی سے شیخ عبدالفتاح جن کے ساتھ میں نے زبردستی دوستی پیدا کی تھی بڑے معزز خاندان کے آدمی نکلے۔ دمشق میں حضرت خالد نقشبندی ایک بزرگ گزرے ہیں جنکے ساتھ یہاں کے لوگونکو اس قدر ارادت ہے کہ اُن کا نام نہیں لیتے بلکہ حضرت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بزرگ ہمارے خاک ہندوستان کے تربیت یافتہ یعنی حضرت مرزا جان جاناں دہلوی کے مرید تھے۔ شیخ عبدالفتاح انہیں کے بھتیجے ہیں اور اس تعلق سے لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ چونکہ قسطنطنیہ میں شامیوں کا ایک بڑا گروہ ہے دو ہی چار روز میں شیخ عبدالفتاح کی اکثر لوگوں سے شناسائی ہوگئی اور اُن کے ذریعے سے مجکو بھی اُن لوگوں سے تعارف ہوتا گیا۔

ایک دن شیخ علی ظبیان جن کے والد ایک مشہور صوفی ہیں شیخ عبدالفتاح سے ملنے آئے میں بھی اسوقت موجود تھا اور اتفاق سے رسالہ سکات المتعدی جو میری قدیم تصنیف ہے اور عربی زبان میں ہے سامنے رکھا ہوا تھا اُنھوں نے اُٹھا کر دیکھا اور کہا کہ آہا یہ رسالہ مدت ہوئی میں نے دمشق میں اپنے شیخ کے پاس دیکھا تھا اور اُنھوں نے اس کے مصنف کی نسبت کہا تھا شکر اللہ مساعیہ۔ شیخ علی ظبیان کو جب معلوم ہوا کہ وہ رسالہ میری ہی تصنیف ہے تو اُٹھکر بڑی گرمجوشی سے ملے اور نہایت لطف و مہربانی سے پیش آئے مجکو اس بات سے کہ میری تصنیف یہانتک پہنچی اور لوگوں نے اسکو نگاہ قبول سے دیکھا نہایت مسرت ہوئی اور سفر کی کس میرسی میں اتنا ذریعہ تعارف بہت غنیمت معلوم ہوا۔ شیخ علی ظبیان نوجوان آدمی ہیں فقہ کی تحصیل شیخ عبدالرحمن سے کی ہے جو مصنف ردالمحتار (مشہور بہ شامی) کے نواسے اور شاگرد تھے اگرچہ اُن کو اکثر علوم متداولہ میں دخل ہے لیکن ادب میں زیادہ مہارت ہے۔ ایک غیر منقوطہ قصیدہ سلطان کی مدح میں پیش کیا تھا جسپر اُن کو صلہ و انعام بھی عطا ہوا۔ مدت سے درویش پاشا کے مہمان ہیں اور پاشائے موصوف اُن کے ساتھ عزیزانہ برتاؤ رکھتے ہیں مجھ سے اُن کا تعلق روز بروز بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ باوجود بُعد مسافت قریبًا ہر روز میرے مکان پر تشریف لاتے اور کبھی کبھی تمام دن میرے پاس رہتے۔ شیخ عبدالفتاح چند روز کے بعد دمشق چلے گئے اُس وقت تنہائی میں شاید مجکو تکلیف پہنچتی لیکن شیخ علی ظبیان کی غمگساریوں نے تمام تردداتدل سے دُور کر دئے۔

مکان جو ہم نے کرایہ پر لیا تھا اگرچہ نہایت خوش فضا اور موزون تھا لیکن چونکہ مکان کا مالک (عارضی) نہایت بدمعاملہ اور آوارہ مزاج تھا چند روز کے بعد میں نے دوسرا مکان کرایہ پر لیا اور اخیر تک اسی میں رہا۔ یہاں مکان کی خوبی کے ساتھ بڑا آرام یہ تھا کہ مالک مکان ایک نیک مزاج عورت تھی اگرچہ اُس کا مذہب عیسائی

تھا اور قوم کی اٹالین تھی تاہم بقدر ضرورت عربی بول لیتی تھی اور مسلمانوں سے ایک خاص اُنس رکھتی تھی۔ کھانے پینے کے انتظام کی ہمکو کچھ ضرورت نہ تھی۔ ہوٹل اور دُکانیں کثرت سے ہیں اور نہایت مرتب اور پُر تکلف ہیں بازار میں کھانا یہاں مطلق عیب نہیں میں نے اکثر معزز عہدہ داروں کو ہوٹلوں میں کھاتے دیکھا۔ یہ ہوٹل عموماً عیسائیوں کے ہیں۔ مسلمانوں کی دکانیں بجز اس کے کہ میز کرسی وہاں بھی ہوتی ہے باقی اور باتوں میں ہندوستان کی دُکانوں سے مشابہ ہیں۔

جہاز میں جو میں نے قصیدہ لکھنا شروع کیا تھا قسطنطنیہ پہنچکر تمام ہوا۔ اس میں سفر کے حالات کا اجمالی خاکہ ہے۔ اور چونکہ ناظرین تمام حالات کی تفصیل سے واقف ہوکر قصیدہ کے قصہ طلب حوالے بخوبی سمجھ لینگے اور اُن کو زیادہ لطف و مزہ آئیگا میں اس قصیدہ کو تمامہ یہاں نقل کرتا ہوں۔

قصیدہ

بہر تکمیل فن و ہم پئے تحصیل عبر
روزگاریست کہ میداشتم آہنگ سفر

فارغ از حج و زیارت چو مرا کرد خدائے
خواستم تا بسوئے روم شوم راہ سپر

گرچہ من گرم طلب بودم و بس مستعجل
لیک تاخیر ہمی رفت بفرمان قدر

دیر آں مایہ شد آخر کہ حسود آں گفتند
کہ فلاں جز ہوس خام ندارد در سر

روم گوئی دو سہ گامست کہ ایں خام طمع
بے تکلف بسفر چست ببست است کمر

رہ چنیں دور دراز و سفر ایں مایہ خطیر
چوں میسر شود آں راکہ نہ زورست و نہ زر

من دریں غصہ و غم خون جگر مے خوردم
ناگہاں شاہد مقصود درآمد از در؟

اتفاقے عجبے گشت مرا عقدہ کشائے
کہ از وہم و گماں نیز نمے داشت خبر

یک دو مہ پیشترک زانکہ زنم کوس رحیل
بودم از زحمتِ تپ خستہ دل و تفتہ جگر

چوں ستوہ آمدم از تپ بدل آمد کہ مرا
چارہ جز نقل مکاں ہیچ نباشد ایدر؟

عزم دیرینہ بیاد آمد و گفتم چہ خوش است
کہ بیک حیلہ دو تا کار برآرد داور

آرنلڈ آنکہ رفیق ست و ہم اُستاد مرا
ہم دریں عرصہ بانگلنڈ ہمی خواست سفر

گفتم ایں صحبت و ایں واقعہ نادر افتد
پس بعزم سفر از جائے بجستم مضطر

چوں ازیں داعیہ مردم ہمہ آگاہ گشتند
ہم بیاران و عزیزانِ وطن رفت خبر

ہمہ را مہر بجنبید و بدرد آمد دل
جملہ گفتند کہ ازیں زحمت بیصرفہ مبر

دل بهجران منه ورسم وفا را مگذار
ورنه خواهی که کشتی پائے ازیں راه گذر

روز کے چند هیاسائے وپیش سازبده
ساز وبرگ سفر آں گونه که باشد در خود

باخود از نقد وهم از امتعه آں مایه بگیر
که اگر دیر بمانی نبود هیچ خطر

مصلحت نیست که ایں راه تو تنها سپری
لاجرم قادیکے نیز بهمراه ببر

گفتم ایں جمله که گفتید بود عین صلاح
لیک طالب نبود در گرد نفع وضرر

مرد ایں مرحله گامے که فرا پیش نهاد
باز پس مے نه کشد گرچه مرگ آرد بر

الغرض از رمضان بست وششم بود که من
گرم برخاستم از جائے وشدم راه سپر

اوفتادم بره کوه وبیاباں یک چند
پس بکشتی بنشستم من ویاران دگر

زحمتے صعب کشیدیم بکشتی دو سه روز
بسکه از موج بهر لحظه شدی زیر وزبر

کس نیارست سرش باز گرفت از بالیں
کس نیارست جدا کرد تنش از بستر

نبود مایهٔ آزار بکشتی چیزے
غیر ازیں محنت سه روزه که نزو بست مفر

نان خورش بود زهر گونه مهیّا مارا
از کباب بره مرغ ومے ونقل شکر

گرچه من زاں مے پالوده نیالودم لب
دیگراں لیک علی الزعم زدندے ساغر

هفتم ماه مئی چوں برسیدیم عدن
کشتی آسود وبفید الخت زمانے لنگر

من فرود آمدم ورو بسوئے شهر آوردم
تا خبر جویم ازیں مملکت از بدو حضر

کوهسار یست که هرچند بلند یست فراخ
لیک از سبزه گل نیست درو هیچ اثر

هر کجا میگذری ریگ روانست وخزف
هر طرف مے نگری قاه سیاهست وحجر

گبر وترسا که نزیل اند دریں بقعه همه
بزبان عربی حرف زدندی یکسر

مردم شهر که خود را به سماکی نامند
حیوان اند نه بل از حیوان هم بدتر

خوار وبدبخت وتبه کار وسیه چرده وزشت
سفله وممتهن وکج روش وبدگو هر

خویشتن را به عرب بسته وحاشا که عرب
ایں چنیں خوار وزبوں شاں بپسند داور

چوں زباں همه تازی بود وهمچو عرب
نام شاں بسته بود با لقب جد وپدر

عامیاں در غلط فتند وگماں باز برند
که مگر در نسب ونسل ز معداند ومضر

تخم وهم ریشه ایں نخل ز خاک حبش است
که دریں جائے ببار آمد وافشاند ثمر

شام که کشتی ما باز برفتار آمد
تا بیک هفته گذر کرد به بحر الاحمر

به سویز آمد و استاد و چنان زود گذشت | که ز کیفیت و حالش نشدم هیچ خبر
این همان نهر عجیبیست که زینسان کاری | جز در افسانهٔ پارین نه شنیدیم دگر
بست، فرسنگ درازست و به پهنا چندان | که دو وابور توانند ازو کرد گذر
مردی از اهل فرنسا که لسپس نام است | زده این نقش و در اقصای جهان گشت شمر
آن خردور چو در آغاز بدعوی برخاست | که توان آمدن از عهدهٔ این کار بدر
مردمان سخره گرفتندش و گفتند که این | هرزهٔ هست که فرزانه ندارد باور
از مئی چهاردهم بود که در پورٹ سعید | برسیدیم و نشستیم به وابور دگر +
درمیان من و آرنلڈ بیفتاد فراق | زانکه راه من و او گشت جدا زین معبر
پورٹ جائیست که تا چشم و نگه کار کند | زورق کشتی و وابور بود سرتاسر
صد به بینی که برافراشته اینجا رایت | صد به بینی که در انداخته آنجا لنگر
شامگه کشتی ما باز روان گشت و گذشت | از ره یافه ولیس کرد به بیروت سفر
من بساحل شدم و مردے از ابنای حلب | همرهم گشت و بهر ناحیه ام شد رهبر
خوب جائیست که ناخواسته در باز دول | هر که سوزی بدلش دارد و دردی بجگر
موضعی خرم و سیرے خوش و جائے دلکش | راه هموار و زمین پاک و مکان خوش منظر
گبر و مسلم همه خوش جامه و موزون اندام | خاص و عامی همه گلگون تن زیبا پیکر
جامهاشان لعرب ماند و در زی و لباس | هیچ فرقے ز مسلمان نبود تا کافر
چون برون رفتم ازین جا و ازان چاره نبود | پیش میرفتم و بازم بقفا بود نظر
از مئی شانزدهم بود که گشتیم روان | پس به قبرس برسیدیم بهنگام سحر
این همان جائے قدیمیست که در عهد امیر | سپهی رفت به تسخیرش و زد فال ظفر
حالیا دولت انگلینڈ گرفتش از ترک | لیک با صلح نه از یاوری تیغ و تبر
مسجد جامع والیونگه قبرس دیدم | سیر این بقعه مرا بس عجب افزود عبر
روڈس و سکز بره آمد ازان پس ازمیر | کشتی استاد به ازمیر و شبی برد بسر
من سوئے شهر روان گشتم و یک یک دیدم | مسجد و مکتب و بازار و ره کوچه و در
فرض آدینه ادا کردم و از بعد نماز | در کتب خانهٔ سلطانیم افتاد گذر
مجلسے از فقها بود دران جا و بهم | بحث از متعه همیرفت و هم از قول عمر رض

قراں یکے رو بمن آورد کہ چونی چہ کسے
گفتم از ہندم واز خوان ادب زلہ ربائے
گفت حالا سخن از شغہ ہمیرفت و توہم
من بپاسخ ور معنے زدم و مستمعان
پس ز از میر روان گشتم و در عرض دو روز
مختصر گفتہ ام ایں حرف و توہم میدانی

تا چرا برزدہ دامن محنت بہ کمر
طرفے مے برم از ہر جہت و ہر کشور
گر توانی۔ سخنے گوئے و شالے آور
لب بہ تحسین بکشادند پس از بحث و نظر
طے شد ایں راہ و بپایاں برسید ایں دفتر
کہ دریں بادیہ بس تنگ بود راہ گزر

ہر کہ جویا بود از حال من و رحلہ من
بایدش گفت کہ ایں نظم بخواند یکسر

قسطنطنیہ کی اجمالی تاریخ اور مختصر حالات

قبل اس کے کہ میں یہاں کے تفصیلی حالات جدا جدا عنوان سے بیان کروں ضرور ہے کہ نہایت مختصر طور پر اُس کی قدیم تاریخ اور اس کے ساتھ اسکی عام موجودہ حالت اجمال کے ساتھ بیان کروں اس شہر کی ابتدائی تاریخ (یعنی جب وہ بزنطائن کے نام سے پکارا جاتا تھا) نہایت قدیم ہے لیکن جس زمانہ سے اس کا نام قسطنطنیہ ہے اُس کو بھی کچھ کم عرصہ نہیں گزرا ۳۲۶ء میں قسطنطین اعظم نے اس کی بنیاد ڈالی اور اُس وقت سے محمدؐ فاتح کے زمانہ تک وہ قیصران روم کا پایہ تخت رہا۔ انگریزی اور حال کے اسلامی جغرافیوں میں بھی اس کا ذکر ہے لیکن ابن بطوطہ کے سوا مجکو کوئی اسلامی مصنف معلوم نہیں جس نے اُس زمانہ کے واقعات چشم دید لکھے ہوں ابن بطوطہ نے ۷۲۵ھ میں اس شہر کو دیکھا۔ اُسوقت یہاں عیسائی حکومت تھی وہ لکھتا ہے کہ ”یہ نہایت عظیم الشان شہر ہے اور ایک نہر کے حائل ہونیکی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہوگیا ہے ایک حصہ جو نہر کے شرقی کنارے پر ہے اصطنبول کہلاتا ہے اور قیصر روم اور ارکان دولت و اُمرا اسی حصہ میں رہتے ہیں۔ دوسرا حصہ غلطہ کے نام سے موسوم ہے،، اسمیں عموماً یورپ کے بڑے بڑے تاجر رہتے ہیں جنکو قیصر بزور اپنی اطاعت میں رکھتا ہے“ ابن بطوطہ نے ان سوداگروں کی وسعت تجارت کی تعریف اور اُن کے نچلے پن کی ہجو کی ہے وہ لکھتا ہے کہ جب میں اس شہر میں داخل ہوا تو چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے علاوہ قریباً سو بڑے بڑے جہاز موجود تھے لیکن تمام بازار نہایت نجس اور کثیف ہے اور گرجے تک اس سے مستثنے نہیں[1]،،

مسلمانوں نے قرن اول ہی میں اسکو تسخیر کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ چنانچہ سب سے اول جب انے اسکی شہر پناہ کے

[1] (حاشیہ صفحہ ۲۶ میں دیکھو)

آہنی دروازے پر تلوار ماری وہ عبداللہ بن المطلب خلیفہ ولید بن عبدالملک کا سپہ سالار تھا اس کے بعد اور خلفا و سلاطین نے بھی اسپر حملے کئے لیکن قیصران روم کا خاتمہ محمدؐ فاتح کے ہاتھ سے ہونیوالا تھا جس نے ۸۵۷ھ میں اس عظیم الشان دارالسلطنت پر صلیب کے بجائے علم اسلام بلند کیا۔ اس حیرت انگیز معرکہ کی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ عیسائیوں نے بندرگاہ کا رستہ دریا کی طرف سے روک رکھا تھا۔ ترکوں نے باسفورس اور گولڈن ہارن کے درمیان جو سنگلاخ زمین ہے اُسپر پانچ کوس تک لکڑی کے تختے بچھا دیئے اور جہازوں کو جن میں پہیئے لگائے تھے اُسپر چلا کر تمام فوجیں گولڈن ہارن میں اُتار دیں اُسوقت اُس نامور فاتح کی عمر کل ۲۳ برس کی تھی۔ اس فتح کا مادہ تاریخ "بلدۃ طیبۃ" ہے۔

موجودہ حالت

موجودہ حالت یہ ہے کہ ابنائے باسفورس کی شاخ جو دور تک چلی گئی ہے یہ شہر اُس کے دونوں جانب کناروں پر آباد ہے اور اس وجہ سے اُسکے دو حصے بن گئے ہیں ایک حصہ استنبول کہلاتا ہے اور تمام بڑی بڑی مسجدیں۔ کتب خانے۔ سلاطین کے مقبرے اسی حصہ میں ہیں مسلمانوں کی آبادی بھی کثرت سے یہیں ہے۔ دوسرا حصہ پیرہ سے شروع ہوتا ہے اور اُس کے انتہائی جانب بشکطاس وغیرہ واقع ہیں۔ جہاں سلطان کا ایوان شاہی اور قصر عدالت ہے پیرہ کے دوسری طرف غلطہ ہے اور چونکہ تمام بڑے بڑے یورپین سوداگر اور سفرائے سلطنت یہیں سکونت رکھتے ہیں اُسکو یورپین آبادی کہنا زیادہ مناسب ہے۔

موقع اور منظر کی خوبی

کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی شہر قسطنطنیہ کی برابر خوش منظر نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ منظر کے لحاظ سے اس سے زیادہ خوشنما ہونا خیال میں بھی نہیں آتا۔ اسی لحاظ سے اسکی بندرگاہ کو انگریزی میں گولڈن ہارن یعنی شاخ زریں کہتے ہیں۔ کہیں کہیں عین دریا کے کنارے پر عمارتوں کا سلسلہ دُور تک چلا گیا ہے۔ عمارتوں کے آگے جو زمین ہے وہ نہایت ہموار اور صاف ہے اسکی سطح سمندر کی سطح کے بالکل برابر ہے اور وہاں عجیب خوشنما منظر پیدا ہو گیا ہے۔

وسعت اور تمدن

شہر کی وسعت اور تمدن کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خاص استنبول میں ۵۰۰ جامع مسجدیں ۱۷۱ حمام ۳۲۴ سرائیں - ۱۶۴۰ مدارس قدیم ۵۰۰ مدارس جدید ۱۲ کالج ۵۴ کتب خانے ۲۰۵ خانقاہیں ۴۸ چھاپے خانے ہیں کاروبار اور کثرت آمد و رفت کی یہ کیفیت ہے کہ متعدد ٹرموے گاڑیاں بارہ دخانی جہاز۔ زمین کے اندر کی ریل معمولی ریلیں (جو ہر آدہ گھنٹہ کے بعد چھوٹتی ہیں) ہر وقت چلتی رہتی ہیں اور باوجود اسکے سڑکوں پر پیادہ چلنے والوں کا اسقدر ہجوم رہتا ہے کہ ہر وقت میلہ سا معلوم ہوتا ہے غلطہ اور استنبول کے درمیان جو پُل ہے اُسپر سے گذرنے کا محصول فی شخص ایک پیسہ ہے اسکی روزانہ

ملہ ابن بطوطہ کے بیان کو ہم نے اس لحاظ سے نقل کیا ہے کہ موجودہ حالت سے موازنہ کر سکیں۔

آمدنی پانچ چھ ہزار روپے سے کم نہیں ہے۔

قہوہ خانے

قہوہ خانے نہایت کثرت سے ہیں میرے تخمینہ میں چار پانچ ہزار سے کم نہ ہونگے بعض بعض نہایت عظیم الشان ہیں جنکی عمارتیں شاہی محل معلوم ہوتی ہیں قہوہ خانوں میں ہمیشہ ہر قسم کے شربت اور چائے و قہوہ وغیرہ مہیا رہتا ہے۔ اکثر قہوہ خانے دریا کے ساحل پر اور بعض عین دریا میں ہیں جن کے لئے لکڑی کا پل بنا ہوا ہے۔ قہوہ خانوں میں روزانہ اخبارات بھی موجود رہتے ہیں۔ لوگ قہوہ پیتے جاتے ہیں اور اخبارات دیکھتے جاتے ہیں۔ قسطنطنیہ بلکہ ان تمام ممالک میں قہوہ خانے ضروریات زندگی میں محسوب ہیں میرے عرب احباب جب مجھ سے سنتے تھے کہ ہندوستان میں اس کا رواج نہیں تو تعجب سے کہتے تھے۔ بالیش یتسلون۔ یعنی وہاں لوگ جی کیونکر بہلاتے ہیں۔ ان ملکوں میں دوستوں کے ملنے جلنے اور گرمی صحبت کے موقعے یہی قہوہ خانے ہیں۔

افسوس ہے کہ ہندوستانیوں کو ان باتوں کا ذوق نہیں وہ جانتے ہی نہیں کہ اس قسم کی عام صحبتیں زندگی کی دلچسپی کے لئے کسقدر ضروری ہیں۔ اور طبیعت کی شگفتگی پر انکا کیا اثر پڑتا ہے۔ دوستانہ مجلسیں ہمارے ہاں بھی ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی دوست کے مکان پر دو چار احباب کبھی کبھی مل بیٹھتے ہیں لیکن اس طریقے میں دو بڑے نقص ہیں۔ اولاً تو تفریح کے جلسے پر فضا مقامات میں ہونے چاہئیں کہ تازہ اور لطیف ہوا کی وجہ سے صحت بدنی کو فائدہ پہونچے۔ دوسرے سخت خرابی یہ ہے کہ چونکہ یہ جلسے پرایوٹ جلسے ہوتے ہیں اس لئے اُن میں غیبت شکایت اور اس قسم کی لغویات کے سوا اور کوئی تذکرہ نہیں ہوتا بخلاف قہوہ خانوں کے جہاں مجمع عام کی وجہ سے اس قسم کی باتوں کا موقع نہیں ملسکتا۔ قسطنطنیہ اور مصر میں میں ہمیشہ شام کے وقت دوستوں کے ساتھ قہوہ خانوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی اس قسم کے تذکرے نہیں سُنے تفریح اور بذلہ سنجی کے سوا وہاں کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔

قسطنطنیہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اگر کسی کو یوروپین اور ایشیائی تمدن کی تصویر ایک مرقع میں دیکھنی ہو تو یہاں دیکھ سکتا ہے۔ کتب فروشوں کی دوکانوں کی سیر کرو تو ایک طرف ایک نہایت وسیع دُکان ہے۔ سنگ رخام کا فرش ہے۔ شیشہ کی نہایت خوبصورت الماریاں ہیں کتابیں جسقدر ہیں مجلد ہیں اور جلدیں بھی معمولی نہیں ہیں بلکہ عموماً مطلا و مذہب مالک دوکان میز کرسی لگائے بیٹھا ہے۔ دو تین کمسن خوش لباس لڑکے ادہر ادہر کام میں لگے ہیں تم نے دوکان میں قدم رکھا ایک لڑکے نے کرسی لاکر سامنے رکھدی اور کتابوں کی فہرست حوالہ کی قیمت فہرست میں مذکور ہے اور اس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں۔

دوسری طرف سڑک کے کنارے چبوتروں پر کتابوں کا بیقاعدہ ڈھیر لگا ہے زمین کا فرش اور وہ بھی

اسقدر مختصر کہ تین چار آدمی سے زیادہ کی گنجائش نہیں قیمت چکانے میں گھنٹوں کا عرصہ درکار ہے۔

اسی طرح ہر پیشہ وصنعت کی دُکانیں دونوں نمونہ کی موجود ہیں۔ عام صفائی اور زیب وزینت کا بھی یہی حال ہے غلطہ کو دیکھو تو یورپ کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ دکانیں بلند اور آراستہ سڑکیں وسیع اور ہموار۔ کیچڑ اور نجاست کا کہیں نام نہیں۔ بخلاف اس کے استنبول میں جہاں زیادہ تر مسلمانوں کی آبادی ہے اکثر سڑکیں ناصاف اور بعض بعض جگہ اس قدر ناہموار کہ چلنا مشکل۔

اختلاف حالت کی وجہ

اس شہر میں اگر ایک سیاح کے دلمیں جو غالبًا خیال سب سے پہلے آتا ہوگا وہ یہ ہوگا کہ اس عظیم الشان دار السلطنت کے دو حصّوں میں اسقدر اختلاف حالت کیوں ہے۔ چنانچہ میرے دل میں سب سے پہلے یہی خیال آیا میں نے اس کے متعلق بہت کچھ بحث وتفتیش کی۔ باشندوں کے اختلاف حالت کا سبب تو میں نے آسانی سے معلوم کرلیا یعنی مسلمانوں کا افلاس اور دوسری قوموں کا تمول لیکن سڑکوں اور گزرگاہوں کی ناہمواری وغلاظت کا بظاہر یہ سبب قرار نہیں پاسکتا تھا اس لئے میں نے ایک معزز ترکی افسر حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے دریافت کیا اُنھوں نے کہا کہ ہماری میونسپلٹی کے ٹیکس بہت کم ہیں بہت سی چیزیں محصول سے معاف ہیں لیکن غلطہ میں یورپین سوداگر خود اپنی خواہش سے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں اس میونسپلٹی ان رقموں کو فیاضی سے صرف کرسکتی ہے مجھے خیال ہوا کہ یہ وہی غلطہ ہے جسکی نسبت ابن بطوطہ نے نجاست اور میلے پن کی سخت شکایت کی ہے۔ یا اب انکو صفائی اور پاکیزگی کا یہ اہتمام ہے کہ اُس کے لئے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ صفائی اور خوش سلیقہ آج کل یورپ کا خمیر بن گیا ہے۔

عمارتوں کی وضع

یہاں کی عمارتیں ہندوستان کی عمارتوں سے بالکل جداوضع کی ہیں مکانات عمومًا سہ منزلہ چو منزلہ ہیں صحن مطلق نہیں ہوتا۔ عمارتیں تمام لکڑی کی ہیں بڑے بڑے امرا اور پاشاؤں کے محل بھی لکڑی ہی کے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ یہاں اکثر آگ لگتی ہے کوئی مہینہ بلکہ ہفتہ خالی نہیں جاتا کہ دو چار گھر آگ سے جلکر تباہ نہ ہوں اور کبھی کبھی محلے کے محلے جلکر خاک سیاہ ہوجاتے ہیں اگرچہ بجھانے کے لئے سلطنت کی طرف سے نہایت اہتمام ہے کئی سو آدمی خاص اس کام پر مقرر ہیں ایک نہایت بلند منارہ بنا ہوا ہے جسپر چند ملازم ہر وقت موجود رہتے ہیں کہ جس وقت کہیں آگ لگتی دیکھیں فورًا خبر کریں اس قسم کے اور بھی چھوٹے چھوٹے منارے جابجا بنے ہوئے ہیں جس وقت کہیں آگ لگتی ہے فورًا توپیں سر ہوتی ہیں اور شہر کے ہر حصے سے آگ بجھانے والے ملازم ..... آلات کے ساتھ موقع پر پہنچ جاتے ہیں انکو حکم ہے کہ بے تحاشا دوڑتے جائیں یہانتک کہ اگر کوئی راہ چلتا ان کی جھپٹ میں آکر پس جائے تو کچھ الزام نہیں۔ میں نے لوگوں سے دریافت

کیا کہ پتھر کی عمارتیں کیوں نہیں بنتیں معلوم ہوا کہ گرمی کے موسم میں سخت تکلیف ہوتی ہے اور تندرستی کو نقصان پہنچتا ہے۔

آب وہوا یہاں کی نہایت عمدہ ہے جاڑوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور کبھی کبھی برف بھی گرتی ہے۔ گرمیوں کا موسم جس کا مجھکو خود تجربہ ہوا اس قدر خوشگوار ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا تعجب ہے کہ ہمارے یہاں کے امرا شملہ اور نینی تال کے بجائے قسطنطنیہ کا سفر کیوں نہیں کرتے پانی یہاں کا ستھرا ہے اور نہایت ہاضم اور خوشگوار ہے۔

میوہ جات

ہر قسم کے میوے کثرت سے ہیں اور خصوصاً انگور اور خربزہ بے مثل ہوتا ہے لکھنؤ کے خربزے لطافت میں تو شاید بڑھکر ہوں لیکن شیرینی میں یہاں کے خربزوں کی برابری نہیں کر سکتے۔ امرود جسکو اہل عرب انجاص کہتے ہیں عجیب مخروطی شکل کے ہوتے ہیں۔ رنگ میں تو نہیں لیکن صورت میں گاجروں سے مشابہ۔ مگر نہایت شیریں اور لذیذ سیب کابل کے سیب سے بڑے اور زیادہ شیریں ایک میوہ یہاں ہوتا ہے جسکو مشمش کہتے ہیں۔ وہ ہمارے یہاں کی جامن سے کچھ مشابہ ہے ہر قسم کے میوے نہایت ارزاں ہیں۔ انگور ۲ر سیر تک آتے ہیں۔ سیب عمارہ سے عمدہ پیسے کے دو۔ وعلیٰ ہذا۔

لباس اور وضع

لباس اور وضع بالکل یوروپین ہے ظاہری ہیئت سے کسی شخص کا مسلمان یا عیسائی ہونا معلوم نہیں ہو سکتا۔ لال ٹوپی جو ترکوں کا امتیازی لباس ہو سکتا تھا عیسائی اور یہودی سب ہی استعمال کرتے ہیں اور اس وجہ سے دونوں قوموں میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں یہ طریقہ ایک اعتبار سے تو اچھا ہے کیونکہ مختلف قوموں میں اختلاف کے آثار جسقدر مٹتے جائیں تمدن کیلئے مفید ہے لیکن سوشل ضرورتوں میں اس سے سخت ہرج ہوتا ہے مجھکو اس کی وجہ سے اکثر دشواریاں پیش آئیں اور ہمیشہ خیال آتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اگر عیسائیوں کو قومی لباس کی پابندی کا حکم دیا تو بہت بجا کیا تعجب یہ ہے کہ یہاں مذہبی گروہ یعنی علماء اور مدرسین بھی یورپ کے اثر سے نہ بچ سکے۔ ان کے پائجاموں میں پتلون کی طرح بٹن ہوتے ہیں صرف یہ فرق ہے کہ اوپر گھیر ہوتا ہے اور خوبصورتی کے ساتھ چنٹیں ہوتی ہیں کرتہ یا اچکن کی بجائے صرف وایسکوٹ ہوتا ہے وایسکوٹ کے اوپر عبا پہنتے ہیں۔ اور یہی امتیازی علامت ہے جو اُن کو اور گروہ کے آدمیوں سے الگ کرتی ہے اس میں بھی یورپ کا یہ اثر ہے کہ عبا کے تکمے نہیں لگاتے اور سامنے سے وایسکوٹ کھلا رہتا ہے ترکی ٹوپی عموماً یہ لوگ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن اُس پر سپید کپڑے کی ایک دھجی لپٹی ہوتی ہے جس کو عربی میں لفہ کہتے ہیں اور وہ اہل علم کی خاص علامت خیال کیجاتی ہے۔ عورتوں کے لباس کی تفصیل میں عورتوں کی تہذیب و معاشرت کے ذکر میں لکھوں گا۔

جامع اور شاہی ایوانات

یہاں کی عمدہ عمارتیں اور یادگار عمارتیں جامع مسجدیں اور شاہی ایوانات ہیں۔ جامع مسجدوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ جداگانہ عنوان سے آگے آئیگا شاہی ایوانات کو یہاں سرائے کہتے ہیں ان کی تعداد بیس

پاکیں ہیں اور سب دور دور فاصلے پر واقع ہیں یہ عمارتیں مختلف سلاطین کے عہد کی ہیں اور نہایت ہی عظمت و شان کی عمارتیں ہیں۔ ایک ایوان عین لب دریا ہے جو سرتاپا سنگ رخام کا ہے اور نہایت وسیع بلند اور خوشنما ہے۔ حال میں شہنشاہ جرمن سلطان کا مہمان ہوا تھا تو اسی ایوان میں ٹھہرا تھا۔

ٹاؤن ہال نہیں

یہ بات نہایت تعجب کی ہے کہ تمام شہر میں کوئی ٹاؤن ہال نہیں پبلک گارڈن یعنی باغ عامہ بھی ایسا مختصر ہے کہ اس عظیم الشان دارالسلطنت کے لئے کسی طرح موزوں نہیں۔

عدالتیں

عدالتیں (بجز دو تین کے) سب یکجا واقع ہیں اور اس مجموعی عمارت کو باب عالی کہتے ہیں۔ وزیراعظم کا محکمہ بھی یہیں ہے۔ یہ عمارتیں چنداں شاندار نہیں ہیں۔ ہائیکورٹ جسکو یہاں محکمۃ التمیز کہتے ہیں باب عالی سے فاصلہ پر ہے میں اس کے اندر تو نہیں گیا لیکن باہر سے بڑی شاندار عمارت معلوم ہوتی ہے۔ پولیس کمشنر کی عدالت علاحدہ ہے میں نے اس کی اچھی طرح سیر کی عمارت چنداں قابل ذکر نہیں ہے لیکن نہایت مرتب اور آراستہ ہے۔ اجلاس کے کمرہ میں بیش قیمت ترکی قالین بچھا ہوا ہے کرسیاں بھی نہایت خوبصورت اور موزوں ہیں معارف یعنے سررشتہ تعلیم کا محکمہ بھی میں نے دیکھا معمولی عمارت ہے لیکن صفائی اور خوش سلیقگی کی وجہ سے خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

ترقی تعلیم کالج اور اسکول

ترقی تعلیم

اس دور دراز سفر سے کتب خانوں کی سیر کے علاوہ اگر میرا کچھ اور مقصد ہو سکتا تھا تو یہاں کی طرز تعلیم اور ترقی تعلیم کا اندازہ کرنا تھا چنانچہ میں نے اس پر بہ نسبت اور تمام باتوں کے زیادہ توجہ کی اور جہاں تک ہو سکا کوشش اور محنت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ لیکن ناظرین کو یہ امید نہ کرنی چاہیئے کہ میں اپنے مقاصد میں پورا کامیاب بھی ہوا اور یہ کہ میری تعلیمی رپورٹ کوئی مکمل رپورٹ ہوگی۔

تحقیقات کے لئے میں جو کوششیں کر سکتا تھا وہ یہ تھیں کہ چند بار سررشتہ تعلیم کے دفتر میں گیا افسران تعلیم سے تحقیق طلب باتیں دریافت کیں۔ بڑے بڑے کالج اور اسکول خود جا کر دیکھے۔ ٹیچروں پروفیسروں سے ملا۔ کالجوں کی سالانہ رپورٹیں حاصل کیں۔ لیکن یہاں تمام کوششوں پر بھی پوری کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ترکوں میں یہ عجیب دستور ہے کہ وہ ہر ایک بات کو پالیٹکس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس وجہ سے کسی معاملہ کا منظر عام میں آنا پسند نہیں کرتے۔ سررشتہ تعلیم کی رپورٹ جو سالنامہ کے ساتھ شائع ہوتی ہے نہایت مختصر اور محض مجمل ہوتی ہے یہانتک کہ مصارف تعلیم اور پروفیسروں اور ٹیچروں کی تنخواہوں تک کا ذکر نہیں ہوتا بعض بعض کالجوں مثلاً مکتب حربیہ مکتب سلطانی کی جداگانہ رپورٹیں شائع ہوتی ہیں

لیکن ان میں نتائج امتحان اور نصاب تعلیم کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

اول اول مجھکو خیال ہوا کہ چونکہ میری رسائی کے وسیلے کم تھے اس لئے یہ حالات کم معلوم ہوسکے لیکن جب میں نے خیرالدین پاشا وزیر ٹونس کی کتاب پڑھی تو تسکین ہوگئی۔ اس نے جہاں ترکی کا ذکر کیا ہے اور اسکی تمدنی و تعلیمی ترقیوں کا حال لکھا ہے۔ نہایت اجمال سے کام لیا ہے اور یہ معذرت کی ہے کہ "میں نے ترکی کے جو حالات لکھے وہ انگریزی کتابوں کے ذریعہ سے لکھے ہیں اور اس وجہ سے مفصل نہ لکھ سکا لیکن مسلمانوں کی تحریرات میں اسقدر بھی نہیں ملسکتا" اس تمہید اور معذرت کے بعد میں اصل مطلب شروع کرتا ہوں۔

قسطنطنیہ بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں تعلیم کے دو طریقے ہیں۔ قدیم و جدید۔ قدیم تعلیم ترکی حکومت کے ساتھ ساتھ شروع ہوئی۔ چنانچہ آرخان المتوفی سنہ ۷۶۱ھ نے جو اس سلسلہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ ازنیق میں ایک مدرسہ قائم کیا اور یہ پہلا مدرسہ تھا جو ممالک عثمانیہ میں قائم ہوا۔ آرخاں کے بعد اور سلاطین نے حوصلہ شاہانہ سے تعلیم پر توجہ کی اور سینکڑوں دارالعلوم اور مدرسے قائم کئے۔ چنانچہ ہمارے رسالے "مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم" میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ نئی تعلیم کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب ترکی حکومت ایشیائی قالب چھوڑ کر یوروپین قالب میں آئی۔ اس انقلاب کا بانی سلطان محمود تھا جس نے اول اول یوروپین وضع اختیار کی اور فوج کو یورپ کے طرز پر آراستہ کیا۔ اسی مجدد نے سنہ ۱۲۰۰ھ میں مکتب حربیہ کی بنیاد ڈالی جو تعلیم جدید کا پہلا کالج تھا۔ یہ کالج اب بھی موجود ہے اور تمام حربی مدارس کا مرکز ہے سلطان محمود کے بعد سلطان عبدالمجید نے سنہ ۱۲۶۱ھ میں جدید تعلیم کو زیادہ وسعت دی اور مکاتب رشدیہ قائم کئے۔ اس عہد سے اب تک یہ تعلیم نہایت وسعت کے ساتھ جاری ہے اور روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ تعلیم جدید کے چار درجے قرار دیئے گئے ہیں۔

(حاشیہ: تعلیم کے دو طریقے — تعلیم قدیم — تعلیم جدیدہ)

ابتدائیہ۔ اس کی مدت تعلیم زیادہ سے زیادہ پانچ برس ہے لیکن ذہین اور ہوشیار طالب علم دو تین برس بلکہ برس دو برس میں ہی اسکو ختم کرکے اوپر ترقی کر سکتا ہے۔ اس میں قرآن مجید ترکی زبان عربی کلام خط۔ حساب تقسیم تک سکھایا جاتا ہے۔

(حاشیہ: ابتدائی تعلیم)

رشدیہ مدت تعلیم تین برس۔ اس میں ترکی املا۔ مفردات زبان ترکی۔ نحو ترکی۔ عقائد اسلام بزبان ترکی۔ حساب چاروں حصے۔ فرنچ زبان۔ عربی۔ جغرافیہ۔ اقلیدس۔ کاغذات۔ تجارت کے اصول۔ نقشہ کشی کی تعلیم ہوتی ہے۔ یہ درجہ تقریباً ہمارے یہاں کے مڈل کے برابر یا اس سے کچھ بڑھکر ہے۔

(حاشیہ: رشدیہ)

رشدیہ کے بعد اعدادیہ ہے جس کو انٹرنس کہا جاسکتا ہے۔ اس کلاس کے طالبعلموں کی مجموعی تعداد سنہ ۱۸۹۲ع میں ۲۱۵۰ تھی۔ اس میں تمام اضلاع اور خود پایہ تخت کے مدارس شامل ہیں۔

(حاشیہ: اعدادیہ اور اسکے طلبا کی تعداد)

اعدادیہ کے بعد خاص خاص کالج ہیں مثلاً مکتب ملکیہ مکتب الحقوق وغیرہ جن کا مفصل بیان آگے

آئیگا ہر قسم کے عام وخاص مدرسے جو قسطنطنیہ میں ہیں ان کی تعداد پانسو ہے جن میں تیرہ بڑے بڑے کالج ہیں یہ امر عموماً تسلیم کیا جاتا ہے کہ سلطان حال کے عہد میں تعلیم نے نہایت ترقی کی ہے اور روز بروز کرتی جاتی ہے سلطان کی تخت نشینی کے وقت مدارس رشدیہ کی تعداد ۹۶ تھی لیکن اب ۴۰۵ ہے ہر قسم کے نئے مدارس جو سلطان کی شانزدہ سالہ حکومت میں قائم ہوئے ان کی تعداد دو ہزار ہے اس کے ساتھ اسکولوں اور کالجوں میں طالبعلموں کی تعداد اس کثرت سے بڑھتی جاتی ہے کہ ترقی تعلیم کی سال ماقبل کی رپورٹ سال مابعد سے کچھ نسبت نہیں رکھتی پروفیسر ویمبری نے اب سے چند برس پہلے ترکوں کی عام ترقی پر جو لکچر دیا اس میں مکتب الحقوق (قانونی کالج) کے طالب علموں کی تعداد تین سو بیان کی ہے لیکن میں جب قسطنطنیہ میں تھا تو اس کالج میں بارہ سو طالب علم موجود تھے میں نے زمانہ قیام مصر میں قاہرہ کے مشہور اخبار المؤید میں پڑھا تھا کہ سلطان حال نے جب عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو مصارف تعلیم میں تین لاکھ پونڈ سالانہ تھے لیکن اب آٹھ لاکھ پونڈ سالانہ ہیں یہ رقم ہمارے یہاں کے ایک کروڑ بیس لاکھ کے مساوی ہے حقیقت میں سلطان کو تعلیم کے ساتھ عجیب دلچسپی ہے۔ مکتب ملکیہ اور مکتب الحقوق جو قسطنطنیہ کے نامور کالج ہیں خاص سلطان کے قائم کردہ ہیں حضرت ممدوح کو ان کالجوں کی طرف یہ التفات ہے کہ چند بار بنفس نفیس اُنکے معائنہ کو تشریف لاچکے ہیں

[حاشیہ: ...سلطان حال کے ...میں تعلیم ...کی ترقی]

[حاشیہ: تعلیم کے سالانہ مصارف]

جس زمانہ میں میں قسطنطنیہ میں تھا حضرت ممدوح نے بڑے بڑے کالجوں کے طالب علموں کی شاہانہ دعوت کی۔ قسطنطنیہ میں کاغذ خانہ ایک مشہور سیرگاہ ہے جہاں ہفتہ میں ایک بار تماشائیوں کا مجمع ہوتا ہے۔ یہ مقام دعوت کیلئے تجویز کیا گیا اور حکم ہوا کہ ہر کالج کے لڑکے باری باری وہاں بُلائے جائیں سب سے پہلے مکتب حربیہ پھر مکتب ملکی۔ (سول سروس کالج) اور دوسرے کالجوں کے طلبا مدعو ہوئے۔ طالبعلم کالج سے چلتے تھے تو سلطان کے حکم کے موافق شاہی بینڈ اُن کے آگے بجتا تھا۔ چونکہ مصالح ملکی کی وجہ سے سلطان خود ان جلسوں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ ہمیشہ ان کی طرف سے ایک وزیر شریک دعوت ہوتا تھا اور طالب علموں کو سلطان کا سلام پہنچاتا تھا اُس وقت تمام طالب علم بڑے جوش اور اخلاص سے بادشاہم چوق یشا کا نعرہ بلند کرتے تھے (یعنی ہمارا بادشاہ بہت زندہ ہے)

[حاشیہ: مکتب العشائر]

تعلیم کے صیغہ میں ایک نہایت مفید ایجاد جو حال میں سلطان کی خاص تجویز سے ہوئی وہ مکتب العشائر کا قائم ہونا ہے۔ اگرچہ اس وقت تمام ممالک عثمانیہ میں تعلیم کو ترقی ہے لیکن ابتک عرب کے قبائل اس فیض سے قریباً بالکل محروم تھے جس کی وجہ خود اُن کی بے پروائی اور بدویت تھی اس ضرورت سے سلطان نے خاص قبائل عرب کی تعلیم کے لئے ایک کالج۔ اور اُس کے ساتھ ایک وسیع اور مرتب بورڈنگ قائم کرنے کا حکم دیا میرے زمانہ قیام ہی میں حکام اور عمال کے نام فرامین صادر ہوئے تھے کہ حجاز یمن

دیار بکر۔ بصرہ۔ بغداد۔ طرابلس۔ الغرب۔ حلب۔ موصل۔ شام میں عرب کے جو معزز قبائل ہیں اُن کے لڑکے انتخاب کر کے بھیجے جائیں۔ سلطان نے ان کے ہر قسم کے مصارف حکومت کی طرف سے دینے منظور کئے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو یہ کالج بڑی شوکت و شان کے ساتھ کھولا گیا۔ اور افتتاحی رسمیں ادا کی گئیں عربوں کی تہذیب و تربیت کے لیئے ایسی عمدہ کوشش کی نظیر تمام اسلامی تاریخ میں نہیں ملسکتی۔

اس سے بھی زیادہ شاہانہ فیاضی کا ثبوت دار الشفقت سے ملتا ہے جو خاص یتیموں کے لئے قائم ہوا ہے اس مدرسے میں ایک ہزار یتیم تعلیم پاتے ہیں اور سب کے سب بورڈر ہیں اس گروہ کثیر کی خوراک لباس اور تمام دوسرے ضروری مصارف کا بار سررشتۂ تعلیم پر نہیں بلکہ سلطان المعظم کی ذات خاص پر ہے۔

کالجوں اور اسکولوں میں سے جو زیادہ تر قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں

مکتب حربیہ شاہانہ مکتب سلطانیہ مکتب ملکیہ	چونکہ میں نے ان کالجوں کو خود دیکھا ہے اور اُن کے طریقہ تعلیم وغیرہ کے متعلق تفصیلی بیان جو دریافت کئے ہیں اس لئے آگے چل کر ان کو جداگانہ عنوان سے لکھوں گا
مکتب الحقوق یعنی قانونی کالج	اس کالج میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ رومن لا۔ قانون تجارت۔ اصول محاکمہ۔ تعزیرات قانون بحری پولٹیکل اکانومی۔ یعنی سیاست مدن۔ قوانین سلطنتہائے یورپ مختصر طور پر قانون کی ایجاد کی تاریخ اور اس کی عہد بہ عہد کی ترقیاں طالب علموں کی تعداد بارہ سو ہے۔ جن میں چھ سو بورڈر ہیں۔ یہاں کے تعلیم یافتہ منصف اور صدر صدور وغیرہ ہو سکتے ہیں مدت تعلیم چار برس ہے۔
مکتب الہندسہ	مدت تعلیم چھ برس۔ یہ رڑکی کالج کے مشابہ ہے۔
مکتب اللسان	اس میں جرمن۔ فرنچ۔ یونانی۔ ارمنی۔ لاٹین۔ اٹالین۔ روسی زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔
مکتب الصناعۃ یعنی ٹیکنیکل اسکول	اس کا سالانہ خرچ ۸۲۵۰ پونڈ یعنی ۱۲۳۷۵۰ روپیہ ہیں۔ طالب علموں کی تعداد ۲۴۰ ہے اور یہ کل یتیم لڑکے ہیں۔ ان کے مصارف خود مدرسہ کے فنڈ سے ادا ہوتے ہیں۔

	اس میں ابتک حدادی - نجاری وغیرہ سکھائی جاتی تھی - لیکن سال گذشتہ میں مہتمم مدرسہ توفیق بک آفندی نے درخواست کی کہ کلوں کا کام سکھایا جاوے -
مکتب نواب	یہ کالج نہایت عمدہ اصول پر قائم کیا گیا ہے زمانہ ماقبل میں قاضی و مفتی جو مقرر ہوا کرتے تھے ان کے لئے کسی قسم کی خاص تعلیم میں امتحان دینا مشروط نہ تھا - اب یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص اس کالج کا تعلیم یافتہ نہ ہو وہ شرعی مناصب پر مقرر نہیں ہو سکتا - اس طریقے نے سعی سفارشوں کی تقرریوں کا رستہ بالکل مسدود کر دیا ہے - اس کالج میں فقہ کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی ہے - تعلیم جدید کی بعض چیزیں بھی اضافہ کی گئی ہیں - تاکہ موجودہ زمانہ کی ضروریات پر واقفیت ہو -
مکتب بحریہ	اس میں فن جہازرانی کی تعلیم ہوتی ہے -
مکتب الزراعۃ	

طریقۂ تعلیم کے متعلق چند باتیں زیادہ قابل لحاظ ہیں *(حاشیہ: طریقۂ تعلیم کے متعلق قابل لحاظ امور)*

(۱) یہ کہ قریبًا تمام کالجوں اور اسکولوں میں فرنچ زبان لازمی ہے جسکا نتیجہ ہے کہ تعلیم جدید کا معمولی تعلیم یافتہ بھی فرنچ زبان سے ناآشنا نہیں ملسکتا - *(حاشیہ: فرنچ زبان کا لازمی ہونا)*

(۲) تمام بڑے بڑے کالجوں میں - فزکس - کمسٹری - جیالوجی وغیرہ کی تعلیم لازمی ہے اور ان علوم کی عملی مشق کرائی جاتی ہے - اس غرض سے ہر کالج میں کثرت سے ان فنون کے آلات مہیا رہتے ہیں *(حاشیہ: سائنس و فنون کی تعلیم)*

(۳) تاریخ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے - مکتب ملکیہ کا کورس میں نے دیکھا تھا چھ ضخیم جلدوں میں ہے - جس میں علاوہ اور ملکوں کے یورپ کی مفصل تاریخ ہے - اس کے ساتھ بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے متعلق یورپ کے اکثر مصنفین نے جو غلطیاں کی ہیں اُنسے بحث اور اس پر ردو قدح ہوتی ہے - *(حاشیہ: تاریخ کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم)*

(۴) بجز مکتب سلطانیہ کے جس میں عیسائی طالب علم کثرت سے ہیں - باقی اور تمام مدارس میں ہر قسم کے علوم و فنون ملکی زبان یعنی ترکی میں پڑھائے جاتے ہیں - تمام علوم جدیدہ کا ترکی زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے اور وقتًا فوقتًا ہوتا رہتا ہے - اگرچہ یہ امر بحث طلب ہے کہ ترجمہ تعلیم کا عمدہ ذریعہ ہے یا نہیں اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامور ارباب الرائے نے اس بحث میں نفی کا پہلو اختیار کیا ہے لیکن غالبًا وہ بحث ہندوستان کے *(حاشیہ: علوم جدیدہ کی تعلیم ترکی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے)*

ساتھ مخصوص ہے جہاں کی ملکی زبان گورنمنٹ کی زبان نہیں ہے ترکی زبان سلطنت کی زبان ہے اوراسکی مثال تمام دنیا میں نہیں ملسکتی کہ کسی سلطنت نے غیر قوم کی زبان میں علوم وفنون حاصل کر کے ترقی کی ہو۔ انگلستان کی نشو ونما اُسوقت شروع ہوئی جب علوم وفنون۔ لیٹین سے انگریزی زبان میں منتقل ہوکر آئے اور کچھ شبہ نہیں کہ ترکی کی ترقی بھی اگر ہوسکتی ہے تو ملکی ہی زبان کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے۔

بورڈنگ کا طریقہ

(۵) تعلیم وتربیت کے معاملے میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل عزت ہے وہ بورڈنگ سسٹم ہی حقیقت یہ ہے کہ ٹرکی نہایت فخر سے اس بات کا دعویٰ کرسکتی ہے کہ اس نے بورڈنگ کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ تمام بڑے بڑے کالجوں کے ساتھ بورڈنگ ہیں اور اُن میں نہایت کثرت سے طلبا رہتے ہیں۔ لیکن یہ التزام ہے کہ خوراک۔ لباس۔ وضع۔ مکان۔ فرنیچر۔ تمام چیزیں ایک سی ہوں اور طالب علموں کی حالتوں میں فرق مراتب کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ بورڈنگ کا کرایہ اور خوراک کی جو فیس لیجاتی ہے اُس کے ساتھ کپڑوں کے دام بھی لئے جاتے ہیں اور طالبعلموں کے کپڑے خود کالج کے اہتمام سے تیار ہوتے ہیں۔ تمام لڑکے میز اور کرسیوں پر کھاتے ہیں اور ہر چیز میں تکلف اور صفائی خوش سلیقگی کا نہایت اہتمام کیا جاتا ہے فیس کی تعداد کسی کالج میں ۵ پونڈ سالانہ سے کم نہیں ہے اور مکتب سلطانیہ میں ۴۰ پونڈ یعنی چھ سو روپیہ سالانہ ہے۔ ترکوں کی یہ عجیب قابل قدر فیاضی ہے کہ باوجود زیادتی فیس کے غربا ان کالجوں کے فیض سے محروم نہیں ہیں ہر کالج میں غریب طالبعلموں کی معتدبہ تعداد ہے اور دولتمند ترکوں کی طرف سے ان کو اسقدر امداد دیجاتی ہے کہ وہ کالج کے تمام مصارف ادا کرسکتے ہیں۔ مکتب سُلطانی جس کی فیس ۴۰ پونڈ سالانہ ہے اُس میں ۲۰۰ طالب علم غریب اور کم مقدور ہیں۔ ان میں سے ڈیڑھ سو طالب علموں کی فیس امرا اور ارکین حکومت ادا کرتے ہیں اور پچاس کی سلطان خاص اپنی جیب سے عطا فرماتے ہیں اس کا یہ اثر ہے کہ کالج کے احاطہ میں جاکر کوئی شخص کسی طرح تمیز نہیں کرسکتا کہ فلاں طالب علم غریب اورکم مقدور ہے طالبعلموں کی یکساں حالت۔ ان میں اتحاد اور قومیت کا نہایت قوی خیال پیدا کرتی ہے اور غربا کو اعلیٰ درجے کی معاشرت کا حاصل ہونا ان میں حوصلہ مندی اور بلند نظری کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے کالجوں میں یہ بڑی کمی ہے کہ کم مقدور لوگوں کو ان کی فیاضی سے چنداں فائدہ نہیں پہنچتا۔ ترکوں نے اسی نقصان کا تدارک کیا ہے اور نہایت خوبی سے کیا ہے۔

بورڈنگ کا یہ طریقہ دیکھکر مجکو مدرستہ العلوم یاد آتا تھا۔ اور میں اُس کے بورڈنگ کے خلاف مراتب پر افسوس کرتا تھا۔ لیکن میرا افسوس درحقیقت مدرستہ العلوم کی حالت پر نہ تھا بلکہ قوم کے اُن بزرگوں پر تھا جن کو خدا نے دولت اور مقدور دیا ہے لیکن یہ توفیق نہیں دی کہ اپنی فیاضی سے اس بات کی

کوشش کریں کہ ہماری تعلیم گاہ میں غربا اور اہل مقدرت ایک ہی بلند سطح پر نظر آئیں۔ میں علانیہ کہتا ہوں کہ ہمارے قومی کالج میں جو چیز سب سے زیادہ ضروری اور نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تمام طالبعلموں کا لباس۔ وضع۔ خوراک۔ مکان۔ فرنیچر کلیتہً ایک کر دیا جائے اور جو مختلف سطحیں آج کالج میں قائم ہیں بالکل مٹا دی جائیں۔ اگر یہ نہیں تو کالج میں قومیت کی روح نہیں۔

طالبعلموں کا لباس

یہاں کالجوں اور اسکولوں میں ایک اور جدت ہے اور نہایت مفید اور کار آمد ہے وہ یہ کہ ہر طالبعلم کے کوٹ کے گریبان پر سنہری کلابتون میں اس کالج یا اسکول کا نام کڑھا ہوا ہوتا ہے جس میں وہ تعلیم پاتا ہے۔ کلابتون کے حرف اُبھرے ہوئے اور اعلےٰ درجے کے خط نسخ کے مطابق ہوتے ہیں چار بجے کے قریب کالجوں اور اسکولوں کی گذر گاہوں پر جاؤ تو عجیب دلفریب سیر نظر آتی ہے۔ غول کے غول لڑکے مدرسوں سے نکلکر متعدد صفوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس ترتیب اور نظام سے چلتے ہیں کہ گویا باقاعدہ فوج جا رہی ہے۔ لڑکوں کا سفید و سرخ رنگ اس پر سیاہ کوٹ اور کوٹوں کے گریبانوں پر کالجوں کا زریں طغرہ اس قدر خوشنما معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

اس طریقے سے علاوہ زیب و زینت اور شان و شوکت کے بڑا فائدہ یہ ہے کہ طالب علم سیر و تماشے کی غرض سے بازار میں نکلتے ہیں تو کوئی نامناسب حرکت نہیں کر سکتے۔ کالج کا لباس جس کا ہر وقت پہننا لازمی ہے بھجنوا دیتا ہے کہ وہ طالب علم ہیں۔ اس لئے خواہ مخواہ ان کو کالج کے ناموس کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اس پر بھی کوئی لڑکا کسی ناروا صحبت میں شریک یا کسی بیہودگی کا مرتکب ہو تو پولیس مین پکڑ کر اُس کو کالج یا اسکول میں پہنچا آئیگا۔ جہاں وہ تعلیم پاتا ہے۔

ایک ایک کمرے میں بہت سے طالب علموں کا رہنا

یہاں کے بورڈنگ سسٹم میں بظاہر ایک نقصان معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ الگ الگ کمرے نہیں ہوتے بلکہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ لڑکوں کے لئے ایک بڑا ہال ہوتا ہے جس میں اُن کی تعداد کے موافق پلنگ بچھے ہوتے ہیں۔ ہر پلنگ کے سرہانے ایک چھوٹی سی الماری ہوتی ہے جسمیں معمولی کپڑے اور کتابیں آجاتی ہیں۔ میں نے اول اول یہاں کے بورڈنگ دیکھے فی الجملہ ان کی حقارت کا خیال پیدا ہوا خصوصًا اس وجہ سے کہ مدرستہ العلوم کے پُر تکلف اور آراستہ کمرے میری آنکھوں کے سامنے تھے۔ لیکن زیادہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ فائدے سے خالی نہیں۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ اس کمی کی اصلی وجہ کثرت آبادی اور کافی زمین کا میسر نہ آنا ہے۔ لیکن ان فوائد کے لحاظ سے جو بغیر اس خاص طریقے کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ دعوےٰ کیا جائے کہ قصدًا ایسا کیا گیا ہے اور ایسا ہی مناسب تھا تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

اس طریقے سے جو نہایت مفید کام لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام بورڈنگ کی روزانہ زندگی یکساں اصول پر

تمام بورڈ یکساں معاشرہ

قائم کی گئی ہے۔ مثلاً صبح ہوئی اور چوکیداروں نے جو تمام رات سونے کے کمروں میں ٹہلا کرتے ہیں تمام بورڈروں کو جگا دیا۔ دیوار میں لڑکوں کی تعداد کے موافق ٹونٹیاں لگی ہیں اور اُن کے نیچے پکی نالی بنی ہے تمام لڑکے وہاں جا کر ایک ساتھ بیٹھ گئے۔ لڑکوں کے ایک ساتھ آنے جانے کا اسقدر التزام ہے کہ بعض بعض کالجوں میں ایک کل ہے جس کے پھرانے سے تمام ٹونٹیوں کا منہ ایک ساتھ کھل جاتا ہے۔ جب تمام لڑکے آجاتے ہیں تو نوکر اس کل کو پھراتا ہے اور وقت مقررہ کے گزرنے پر بند کر دیتا ہے اگر کوئی لڑکا دیر کر کے آئے تو اُسکو واپس جانا ہوگا کیونکہ صرف ایک شخص کے لئے بہت سا پانی رائگاں نہیں کیا جا سکتا۔ ہاتھ منہ دھو کر تمام لڑکے ریڈنگ روم میں (جو کتب بینی کیلئے مخصوص ہے اور جہاں ایک نگران معلم موجود رہتا ہے) جا کر بنچوں پر بیٹھ گئے اور سبق کے یاد کرنے یا مطالعہ کے دیکھنے میں مصروف ہوئے۔ تمام طالب علم ایک ساتھ اُٹھکر کھانے کے کمرے میں گئے۔ کھانے کے بعد کالج کی گھنٹی ہوئی۔ اور سب کالج کے کمروں میں جا بیٹھے۔ رات کو بھی تمام طالبعلم ایک ہی کمرے (ریڈنگ روم) میں پڑھتے ہیں اور جب سونے کا وقت آتا ہے تو سب ساتھ اُٹھکر سونے کے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ غرض سو کر اُٹھنا۔ ہاتھ منہ دھونا۔ سبق مطالعہ کرنا۔ کھانا کھانا۔ کھیلنا۔ نماز کا پڑھنا اور رات کے دس بجے اپنے اپنے پلنگ پر جا کر پڑ رہنا یہ سارے کام طالبعلموں کو ایک ساتھ کرنے پڑتے ہیں۔ اس طریقے سے حفظ اوقات کی عادت ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اس طریقہ کے لئے ضرور ہے کہ ایک ایک کمرے میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ طالب علم کے رہنے کا انتظام کیا جائے ورنہ الگ الگ کمروں میں تمام کاموں کے ایک ساتھ انجام کا کسیطرح انتظام نہیں ہو سکتا۔ ہمارے کالج میں ظہور حسین وارڈ جو ابھی قائم ہوا ہے اسی اُصول پر قائم ہوا ہے۔

ترقی تعلیم بعض باتوں کی ابھی کمی ہے

تعلیم کی وسعت اور ترقی کے متعلق اگرچہ یہ کچھ اہتمام ہے تاہم چونکہ نئے طریقۂ تعلیم نے حال میں رواج پایا ہے اس لئے ابھی بہت سی باتوں کی کمی ہے۔ جس کی نسبت اُمید ہے کہ رفتہ رفتہ پوری ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کالج بلکہ تمام شہر میں کوئی ڈبیٹنگ کلب اور علمی انجمن نہیں ہے اسلئے طالبعلموں کو تقریر کرنے کا ملکہ بہم پہنچانیکا کوئی موقعہ نہیں ملتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کالجوں کے ڈگری یافتہ مجمع عام میں کسی مضمون پر لکچر یا اسپیچ نہیں دیسکتے اسی کا یہ بھی اثر ہے کہ تعلیمیافتہ گروہ میں ابھی تک وہ زندہ دلی آزاد خیالی۔ حوصلہ مندی۔ بلند نظری نہیں پیدا ہوئی ہے جو نئی تعلیم کا لازمہ ہے۔

ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ کالجوں اور بڑے بڑے اسکولوں کا وجود جو دار الخلافہ کی شہر پناہ تک محدود ہے بڑے بڑے شہروں میں اگرچہ کثرت سے مدرسے قائم ہو گئے ہیں۔ لیکن وہ عموماً ابتدائیہ اور رشدیہ یعنی اوسط درجے کے مدارس ہیں۔ جہاں تک میری واقفیت ہے۔ بیروت۔ دمشق۔ حلب۔

بیت المقدس میں ایک بھی ایسا علمی مدرسہ نہیں جس پر کالج کا لفظ صادق آسکے۔

اس سے بڑھ کر یہ افسوس ہے کہ قسطنطنیہ کے تمام کالج اور دار العلوم جن کا میں نے ذکر کیا حکومت کی طرف سے ہیں۔ قوم نے ابھی تک اس طرف کچھ توجہ نہیں کی ہے۔ یعنے اتنے بڑے دار السلطنت میں ایک بھی قومی کالج نہیں۔ کوئی گورنمنٹ گو کتنی ہی مقتدر اور دولتمند ہو لیکن تمام ملک کی علمی ضرورتوں کی کفیل نہیں ہوسکتی۔ اگر ہو بھی تو چنداں مفید نہیں جس قوم کی تمام ضرورتیں گورنمنٹ انجام دیا کرتی ہے اسکی دماغی اور روحانی قوتیں مردہ اور بیکار ہوجاتی ہیں۔ یورپ میں جو عظیم الشان علمی کارخانے پھیلے ہوئے ہیں ان میں زیادہ تر قوم کا حصّہ ہے انگلستان کی مشہور یونیورسٹیاں۔ کیمبرج۔ اور اکسفورڈ۔ قومی ہی کوششوں سے قائم ہوئی ہیں اور اسوقت تک انہوں نے گورنمنٹ کا زیر بار احسان ہونا منظور نہیں کیا ہے اس اجمالی رپورٹ کے بعد ہم بعض بعض کالجوں کا تفصیلی حال لکھتے ہیں۔

مکتب حربیہ

یہ بہت بڑا کالج بلکہ بہت بڑی یونیورسٹی ہے جس پر ترکوں کو فخر ہے اور درحقیقت وہ اس فخر کا مستحق ہے۔ اگرچہ حربی تعلیم اصطلاحی تعلیم کے مفہوم سے کسی قدر الگ ہے اور اس لحاظ سے ترقی تعلیم کے ذیل میں مکتب حربیہ کا ذکر کرنا بظاہر موزوں نہ تھا۔ لیکن اس کالج میں حربی علوم کے علاوہ طبعیات کیمیا۔ ریاضی۔ اور بالخصوص طب کی تمام شاخوں کی تعلیم اس حد تک ہوتی ہے کہ ہم اُس کو اصطلاحی تعلیم کے دائرہ سے باہر نہیں کہہ سکتے یہ کالج سنہ ۱۲۵۰ھ میں سلطان محمود نے قائم کیا تھا۔ اُس زمانہ کی بہ نسبت عمارت میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اور نصاب تعلیم تو اس قدر وسیع اور اعلیٰ ہوگیا ہے کہ گویا وہ کالج ہی نہیں رہا۔ اس کالج کے ماتحت جس قدر حربی مدارس ہیں ان کی تعداد (۴۷) ہے جن میں (۱۸) اعدادیہ ہیں اور (۲۷) رشدیہ جن میں ۹۲۲۴ طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔

تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی

قسم مدرسہ	مدارس پایۂ تخت: بورڈ	مدارس پایۂ تخت: غیر بورڈ	مدارس اضلاع: بورڈ	مدارس اضلاع: غیر بورڈ
اعدادی	۱۰۹۶	۰	۷۴۵	۰
رشدیہ	۱۵۵	۲۴۲۵	۱۲۸	۲۲۲۵

یہ کالج (مکتب حربیہ) بڑی عظمت و شان کا کالج ہے۔ اگرچہ قسطنطنیہ میں عام دستور ہے کہ سکرٹری مدرسہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی مدرسہ کے احاطہ میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن اس کالج میں اور

بھی زیادہ اہتمام اور روک ٹوک ہے میں نے جب اُس کی سیر کا قصد کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس کے لئے ارادہ سنہ یعنی سلطان کی اجازت درکار ہے۔ اگرچہ ممکن تھا کہ عثمان پاشا جن سے اس زمانے میں مجکو شرف ملازمت حاصل ہو چکا تھا مجکو باسانی اجازت دلاتے۔ لیکن میں نے اس کام کیلئے ان کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے بے تکلفانہ ملاقات تھی ان سے تذکرہ کیا بولے کہ "درحربیہ ماذون نیستم" مجبوراً مجکو ذاتی کوشش پر بھروسہ کرنا پڑا۔ اتنا معلوم ہو چکا تھا کہ مکتب حربیہ کے سکرٹری ذکی پاشا ہیں جو نہایت لائق اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ بغیر کسی واسطے کے خود اُن سے ملنا چاہیئے۔ شیخ علی ظبیان نے بھی یہی رائے دی چنانچہ ہم دونوں پاشائے موصوف کے مکان پر گئے۔

اتفاق سے وہ باہر جا چکے تھے۔ آدمی نے کہا ذرا ٹھہر جائیے شاید جلدی آجائیں۔ اسی اثنا میں وہ آپہنچے۔ گاڑی سے اُترنے کے ساتھ اُنہوں نے ہماری طرف رخ کیا۔ شیخ علی ظبیان اور میں دونوں عربی لباس میں تھے۔ اگرچہ میرے سر پر ریشمی عمامہ اور کمر میں سنہری پٹی تھی۔ لیکن قفطان اور عبا کی وجہ سے مجموعی صورت سے عرب معلوم ہوتا تھا۔ پاشائے موصوف کو اس وقت نہایت جلدی تھی سلام علیک کے ساتھ ہی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ مجیدیاں (ترکی سکّہ) نکالیں پہلے تو مجکو سخت تعجب ہوا پھر خیال آیا کہ نعوذ باللہ اُنہوں نے ہمکو عام عربوں کی طرح گداگر سمجھا۔ اس خیال کے ساتھ مجھ کو نہایت رنج اور رنج کے ساتھ غصّہ آیا۔ میں نے چلا کر کہا۔ شو ہذا ما جئنا لهذا السنا من الفقراء یعنی یہ کیا ہے ہم اس لئے نہیں آئے۔ ہم محتاج نہیں ہیں۔ پاشا موصوف اگرچہ عربی نہیں سمجھتے تھے لیکن چہرہ کی ہیئت اور لہجۂ کلام سے سمجھے کہ یہ امر اس کو ناگوار گذرا۔ شیخ علی ظبیان کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ غیظ میں کیوں ہیں؟ اور چاہتے کیا ہیں؟ شیخ علی ظبیان ٹوٹی پھوٹی ترکی بول لیتے تھے۔ میرے آنیکی غرض و غایت بیان کی۔ پاشائے موصوف نہایت شرمندہ ہوئے۔ معذرت کے ساتھ کہا کہ آپ بالاخانے پر چلیئے میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں بالاخانے پر چند معزز عہدہ دار جمع تھے۔ جنہوں نے نہایت احترام کے ساتھ ہمارا استقبال کیا معمول کے موافق قہوہ آیا۔ ایک ایک سے مزاج پُرسی ہوئی ان لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ میں ہندوستان کا باشندہ ہوں اور تحقیقات علمی کی غرض سے یہاں آیا ہوں تو اسقدر گرویدہ ہوئے کہ ہر لفظ اور ہر ادا سے شوق اور محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ نہایت افسوس تھا کہ میں نہ ترکی سمجھتا تھا نہ فرنچ اور وہ ان زبانوں کے سوا اور کسی زبان میں گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ اُٹھ اُٹھ کر میرے پاس آ بیٹھتے تھے۔ اور اظہار محبت کے ساتھ افسوس ظاہر کرتے تھے کہ ہم آپ کی زبان نہیں سمجھتے۔ تھوڑی دیر کے بعد ذکی پاشا نے معذرت کے ساتھ کہلا بھیجا کہ مجکو ضروری کام درپیش ہے۔ اس لئے میں خود نہیں آسکتا لیکن

مکتب حربیہ کی سیکرٹری ذکی پاشا سے ملاقات

میں نے ایک افسر کو حکم دیدیا ہے وہ آپ کو اچھی طرح کالج کی سیر کرا دیگا۔ ان صاحب کا نام رضا بک تھا اور امیر الالائی کا رتبہ رکھتے تھے۔ پاشائے موصوف کی معذرت اگرچہ بہانے پر محمول نہیں ہوسکتی تھی واقعی ان کو بہت سے محکمے سپرد ہیں اور تمام تمام دن ان کو دورے میں گزر جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اُن کو اپنی حرکت پر سخت ندامت ہوئی تھی اور یہ بھی اُن کے نہ آنے کا ایک سبب تھا۔

مجھکو اس بات کے معلوم ہونے سے کہ یہاں علماء اور متصوفین جب کسی امیر یا عہدہ دار سے ملتے ہیں تو اسی غرض سے ملتے ہیں کہ ابعض نورانی ہاتھ آئے ذکی پاشا کی بدگمانی کا رنج تو جاتا رہا لیکن اس فرقے کے حال پر بہت افسوس ہوا۔ نذر و نیاز کے طریقہ کو میں ہندوستان کے ساتھ مخصوص سمجھتا تھا لیکن افسوس یہاں بھی اس سے نجات نہیں پائی

قصہ مختصر رضا بک کے ساتھ ہم مکتب حربیہ کو گئے۔ دروازہ پر پہرہ تھا۔ سپاہیوں نے فوجی قاعدے سے سلام کیا۔ اندر داخل ہوئے تو کالج کیا ایک مستقل آبادی تھی۔ رضا بک پہلے اپنے خاص کمرے میں لیگئے وہاں کے اور چند عہدہ دار موجود تھے اُن سے تعارف ہوا معمول کے موافق قہوہ آیا تھوڑی دیر کے بعد رضا بک نے کہا کہ کھانے کی گھنٹی ہوچکی ہے۔ آئیے سب سے پہلے آپ کو کھانے کے کمرے کی سیر کرائیں۔ چونکہ اس وقت ڈائننگ روم (کھانے کا کمرہ) اور اس کے متعلق جو عمارتیں ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر ہو رہی تھیں۔ اس لئے کالج کے سلسلہ عمارت سے کسی قدر فاصلے پر ایک مکان عارضی طور پر بنایا گیا تھا اور کالج سے عمارت تک صاف اور ہموار سڑک تیار کیگئی تھی لڑکے اپنے اپنے کمروں سے نکلکر ڈیننگ ہال چلے تو عجیب دلفریب سماں نظر آیا۔ پانچ پانچ چھ چھ لڑکوں کی تیس چالیس صفیں تھیں اور اس ترتیب اور انتظام کے ساتھ جا رہی تھیں کہ گویا باقاعدہ فوج مارچ کر رہی ہے۔ وضع اور لباس بالکل ایک سا تھا اور چونکہ تمام لڑکے ترک یا شامی عرب تھے۔ رنگ و روپ میں بھی چنداں فرق نہ تھا تعجب یہ ہے کہ اس گروہ کے ساتھ نہ کوئی افسر تھا نہ انکو ہمارا آنا معلوم تھا تاہم ان کی کوئی حرکت ترتیب و انتظام کے خلاف نہ تھی اور شور و غل کا مطلق نام نہ تھا جب ہم کمرے کے اندر داخل ہوئے تو تمام لڑکے میز پر بیٹھ چکے تھے۔ ہال نہایت وسیع اور خوبصورت اور چھت پر طلائی کام تھا دو تین قسم کے کھانے تھے اور ترکی طریقے کے موافق چار چار لڑکوں کے بیچ میں ایک ایک قاب تھی۔ چھری کانٹے نہ تھے صرف چمچے تھے۔ لیکن لڑکے کھاتے اس خوش سلیقگی سے تھے کہ نہ کسی کا ہاتھ بھرتا تھا نہ میز کی چادر پر کہیں دھبہ پڑ سکتا تھا۔ غالباً لڑکوں پر صفائی اور پاکیزگی کی سخت تاکید ہے۔ چار پانچ سو لڑکے جو ہال میں موجود تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کپڑے بدل کر آئے ہیں۔ ہم جدھر گزرتے بعض بعض لڑکے کھڑے ہو جاتے اور کہتے تفضل یا مولانا ان کے اصرار سے ہم نے دو ایک لقمے کھائے۔ کھانا بُرا نہ تھا لیکن ہم ہندوستانی قورمہ ڈھونڈھتے تھے وہ یہاں کہاں؟ کھانے کے کمرے سے نکلکر تھوڑی دیر تک ہم ادھر

کو نکلکر کھانے کے کمرے کو جاتا

اُدھر پھرتے رہے یہاں تک کہ کالج کی گھنٹی ہوئی اور لکچر زروم کو لڑکے چلے گئے۔

لکچر زروم (تعلیم کے کمرے) ہمارے ہندوستان کی قطع کے نہیں ہیں۔ دُور تک سیدھی قطار میں بہت سے کمرے ہیں جنکی قطع عام مکانات کی سی ہے۔ پروفیسر ایک بلند چبوترے پر بیٹھتا ہے بعض بعض چبوتروں کے گرد لکڑی کا کٹہرا بھی تھا رضا بک اور اُن کے ساتھ ہم جس کمرے میں جاتے ایک لڑکا "اُٹھکر بق" کا لفظ بلند آواز سے کہتا اس آواز کے ساتھ تمام لڑکے کھڑے ہوجاتے اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے معلوم ہوا کہ کالج کا جب کوئی افسر آتا ہے تو لڑکے اسی طرح اسکی تعظیم بجالاتے ہیں رضا بک ہمکو تمام پروفیسروں سے انٹروڈوس کراتے تھے لیکن افسوس یہ تھا کہ ہم کسی کی زبان نہیں سمجھ سکتے تھے حمام۔ چھاپہ خانہ۔ نقاش خانہ اور اس قسم کی بہت سی عمارتیں جو کالج کے احاطہ میں ہیں ہم نے سب کی سیر کی۔ یہ عمارتیں اس کثرت سے ہیں کہ قریباً دو گھنٹے تک ہم برابر پھرے تب کہیں جاکر ختم ہوئیں۔

تشریح کی تعلیم کا کمرہ نہایت وسیع ہے اور اعمال تشریحی کے سامان کثرت سے جمع ہیں۔ نقشہ کشی اور مصوری کے جو نمونے میں نے یہاں دیکھے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ چھاپہ خانہ میں ایک ایجاد دیکھی کہ جغرافیہ کا نقشہ بجائے کاغذ کے پتھر پر بناکر چھاپا جاتا تھا۔ جو نقشہ اس وقت تیار ہو رہا تھا نہایت گنجان اور باریک تھا اور درحقیقت بڑی دیدہ ریزی کا کام تھا۔

طالب علموں کی تفریح کے لئے ایک خوبصورت حوض بنا ہے جس میں مختلف رنگ کی مچھلیاں پڑی ہیں اور جا بجا بنچیں اور کرسیاں بچھی ہیں۔ پروفیسروں اور ٹیچروں کے لئے ذرا فاصلے پر الگ حوض ہے چونکہ چلتے چلتے تھک گئے تھے اس لئے ہم نے وہاں دم لیا اور دیر تک صحبت رہی۔ رجب آفندی جو ترکی زبان کی انشا سکھانے پر مامور ہیں اور فارسی زبان جانتے ہیں آخری دورے میں ہمارے ساتھ ہو لئے تھے۔ اِن کے ذریعہ سے کالج کے معزز افسروں سے بے تکلف بات چیت ہوسکتی تھی۔ پروفیسروں اور طالب علموں نے مجھ سے جس خوش اخلاقی اور اسلامی محبت کا برتاؤ کیا میں اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ اس بات کا نہایت افسوس رہا کہ جس دن ہم نے کالج کو دیکھا وہ عملی تعلیم کا دن نہ تھا اس وجہ سے فوجی مشقیں یعنی قواعد نشانہ بازی شہسواری۔ مورچہ بنانا۔ دمدمے تیار کرنے اور اس قسم کی کوئی چیز نہ دیکھ سکے۔ ممکن تھا کہ کسی اور دن جاکر دیکھتے لیکن ہماری قیام گاہ سے کالج اسقدر دور تھا کہ پھر ہمت نہ ہوئی۔ اس کالج میں تعلیم کی متعدد شاخیں ہیں

(پروفیسروں کا اخلاق) (تعلیم کی شاخیں)

(۱) ارکان حربیہ یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے اور اس کی مدت تعلیم تین برس ہے۔ اُس کی دو شاخیں ہیں فنی و عسکری۔ فنی میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں۔ تقسیم اراضی و ہیئت۔ نظریات۔ جر ثقیل۔ معماری۔ زبانہائے فرنچ و جرمن و روس۔ قلعوں کا محاصرہ اور اُس کے اُصول جنگ۔ فوجی ٹیلیگراف، وظائف

ارکان حرب

ارکان حرب - فوجی ایجادیں - عملیات - اشکال معماری - سفرینا - ممالک عثمانیہ کی سڑکیں اور کل ممالک یورپ کی ریلوے لائنیں - فن اسلحہ ثقلیہ - علم طبقات الارض - یورپ کی فوجوں کی ترتیب و اصول - دنیا کی مشہور لڑائیاں اور فوجی اصول کے لحاظ سے ان کی کیفیت وقوع اور فتح و شکست کے اسباب اقلیدس - جبر مقابلہ - بلوغرافیہ - فن اسلحہ خفیفہ - کتابت - فن حرب - تصویرکشی -

عسکری میں بھی اکثر یہی مضامین ہیں اس کے ساتھ ساتھ بعض جدید مضامین بھی ہیں جو مضامین ان دونوں درجوں میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر کی تعلیم ابتدائی رشدیہ اور اعدادیہ میں ہو چکتی ہے - ان درجوں میں صرف اُن کی تکمیل ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تین برس میں اسقدر مختلف مضامین کی تحصیل ہوسکتی ہے - رشدیہ سے اس درجہ تک کی تعلیم کی کل مدت دس برس ہے -

سواری

(۲) سواری کی تعلیم - اس کی مدت تعلیم تین برس ہے اور علاوہ علمی مشقوں کے مضامین ذیل کی تعلیم ہوتی ہے - ہندسہ رسمیہ - بلوغرافیہ نظری و عملی - زبانہائے فرنچ و جرمن و روس - کیمیا - فن اسلحہ - فوجی ایجادات - جغرافیائے عسکری

پیادہ

(۳) پیادہ - مدت تعلیم تین برس - ان میں علاوہ عملی مشقوں کے جغرافیہ - فوجی فن اسلحہ - جرمن و فرنچ و روسی زبانیں - فوجی ایجادات - استحکامات خفیفہ - حفظ الصحت کی تعلیم ہوتی ہے -

سواری جانوروں کا علاج

(۴) بیطری یعنے طب حیوانات - مدت تعلیم چار برس - مضامین درسیہ یہ ہیں - عام امراض فن ولادت فن فروسیت - امراض داخلیہ - امراض متوالیہ - فن جراحی - امراض خارجیہ - فرنچ زبان - کتابت کیمیائے عضوی - مفردات طب - تشریح - منافع الاعضا - نباتات - علم الحیوانات کیمیائے غیر عضوی علم الارض والمعادن - ان چاروں صیغوں میں قریباً چھ سو لڑکے زیر تعلیم ہیں اور اُن کو سند حاصل کرنیکے بعد حسب مراتب افسری کے عہدے ملتے ہیں - ان کے نیچے اعدادیہ اور رشدیہ کی کلاسیں ہیں جن کی مدت تعلیم سات برس ہے - اور تاریخ جغرافیہ - حساب اقلیدس - طبیعات - کلوں کا کام اور اس قسم کے مضامین کی تعلیم ہوتی ہے - کل طالب علم جو کالج کی مختلف شاخوں میں تعلیم پاتے ہیں تعداد میں پندرہ سو ہیں - جن میں سے ایک ہزار بورڈر ہیں - پروفیسر و اسسٹنٹ پروفیسر و ٹیچر ۸۷ ہیں جن میں سے اکثر کالج ہی کے احاطہ میں سکونت رکھتے ہیں اکثر پروفیسر اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور معزز عہدہ دار ہیں ان میں سے چھ شخص پاشا کا منصب رکھتے ہیں جن کے نام یہ ہیں - ثروت پاشا - سکرٹری - فائق پاشا - پروفیسر کیمیا عضوی - سہزبر پاشا - پروفیسر تعلیم سواری - تفوق پاشا - پروفیسر طبقات الارض - شاکر پاشا - پروفیسر ارکان حرب - عثمان پاشا - پروفیسر زبان جرمنی - نو پروفیسروں کو میرالائی کا رتبہ حاصل ہے -

مکتب سلطانی

یہ بھی قدیم کالج ہے اور مکتب حربیہ کے سوا تمام کالجوں سے ممتاز ہے یہ غلطہ سرائے میں واقع ہے جہاں یورپین تاجر زیادہ آباد ہیں اور اس وجہ سے تمام اور کالجوں کی نسبت عیسائی لڑکے اسمیں زیادہ ہیں۔

مجکو افسوس ہے کہ جس وقت میں نے اس کالج کو دیکھا تعطیل کا زمانہ تھا اور بجز دو تین عہدہ داروں یعنے سکرٹری اور نائب سکرٹری وغیرہ کے کوئی افسر موجود نہ تھا کالج کی عمارت دو منزلہ ہے بورڈنگ اور لکچرز روم سب اوپر کے درجے میں ہیں۔ علم حیوانات کی تعلیم کیلئے نہایت وسیع کمرہ ہے جس میں کثرت سے ہر قسم کے مردہ جانور اور بڑے بڑے مردہ جانوروں کے ڈھانچے ہیں۔ وھیل مچھلی کا ڈھانچہ میں نے اس سے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا کیمیا اور الکٹرسٹی کے تجربوں کیلئے کثرت سے بیش قیمت آلات مرتب اور مہیا کئے گئے ہیں۔

یہ بات مجھکو نہایت پسند آئی کہ بیمار بورڈروں کیلئے ایک نہایت وسیع ہال آراستہ ہے جسمیں کثرت سے پلنگ وغیرہ موجود ہیں اور متعدد خدمتگار ہر وقت حاضر رہتے ہیں اس طریقے سے ڈاکٹر کو لڑکوں کے علاج اور تیمارداری میں آسانی ہوتی ہے وہ ایک ہی وقت میں تمام بیماروں کو دیکھ سکتا ہے ورنہ الگ الگ کمرے ہوں تو ایک ایک بیمار کے پاس پہنچنا اور کافی طور سے اُن کی پرداخت اور خبرگیری کرنی سخت مشکل ہو۔

اس کالج کا صرف ۱۸ ہزار پونڈ یعنی دو لاکھ ستر ہزار روپیہ سالانہ ہے لیکن اسمیں غریب طالب علموں کی اسکالرشپ کی رقم بھی شامل ہے۔ طالب علموں کی مجموعی تعداد آٹھ سو ہے جنمیں زیادہ تر بورڈر ہیں۔ بورڈروں کی خوابگاہ کا کمرہ نہایت وسیع و شاندار اور خوش وضع ہے بورڈنگ کا جو دستور العمل ہے اُسکے چند دفعات کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

(۱) تمام بورڈروں کی خوراک۔ کپڑے۔ بچھونے۔ کتاب۔ کاغذ قلم وغیرہ کالج کی طرف سے مہیا کیا جائیگا۔

(۲) بورڈر سے ۴۰ پونڈ سالانہ (چھ سو روپیہ) فیس لیجائے گی۔

(۳) ایسے طالب علم بھی داخل ہو سکتے ہیں جو دو ثلث یا ایک ثلث فیس ادا کر سکتے ہیں یا بالکل نہیں ادا کر سکتے لیکن ان کی تعداد معین ہوگی جو ہر سال کے شروع میں ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے محکمہ سے استفسار کر کے قرار دی جائیگی (یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے طلبہ کی بقیہ فیس سلطان و امرائے شہر ادا کرتے ہیں اور اس وجہ سے خوراک۔ لباس۔ فرنیچر وغیرہ کے لحاظ سے ان میں اور ذی مقدور طالبعلموں میں کسی قسم کا فرق محسوس نہیں ہو سکتا)

(۴) داخلے کیوقت ہر طالبعلم سے کپڑوں کی بابت ۱۵ پونڈ یعنی دو سو پچیس رُوپے لئے جائیں گے۔

(۵) وہ طالبعلم جو رات کو بورڈنگ میں نہیں رہتے اُن کی فیس ۲۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت میں وہ گھٹ نہیں سکتی۔

(۶) غیر بورڈروں کی فیس ۱۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت میں وہ کم نہیں ہو سکتی۔
(۷) بورڈروں کو ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ اپنے گھر جانے کی اجازت ملیگی جانے اور آنے کے وقت ایک معتبر ملازم کا اُن کے ساتھ ہونا ضرور ہے۔
(۸) کوئی بورڈر ایک ہفتہ میں دس قرش (سوا روپیہ) سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ تعلیمی حیثیت سے اس کالج میں جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علوم و فنون فرنچ زبان میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اکثر پروفیسر فرنچ یا جرمن ہیں۔ اس کے ساتھ ترکی زبان کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ عربی و فارسی کی تعلیم بھی لازمی ہے۔ گو اعلیٰ درجے کی نہیں۔ باقی زبانیں۔ یونانی۔ ارمنی۔ انگریزی جرمنی۔ اٹالین۔ لیٹن۔ درس میں داخل ہیں اور بہت سے لڑکے پڑھتے بھی ہیں۔ لیکن ان کی تعلیم اختیاری ہے لازمی نہیں۔

ترکی و عربی و فارسی میں علاوہ علم ادب اور قرآن مجید کے جن مضامین کی تعلیم ہوتی ہے وہ یہ ہیں عقائد۔ فقہ۔ اخلاق۔ تاریخ دولت عثمانیہ۔ قرأت۔ تجوید۔ حدیث و تفسیر لیکن قرأت و حدیث و تفسیر کی تعلیم چوتھے درجے سے شروع ہوتی ہے اور ہفتہ میں صرف ایک بار ہوتی ہے۔ فرنچ زبان شروع ہی سے پڑھائی جاتی ہے اور اختتام تعلیم یعنے سات برس تک برابر جاری رہتی ہے۔ نحو صرف ادب کے ساتھ اصول انشانگاری و فن بلاغت اعلیٰ درجہ تک پڑھایا جاتا ہے اور مضامین ذیل کی تعلیم بھی اسی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ حساب۔ جبر۔ مقابلہ۔ جغرافیہ۔ ہندسہ۔ کیمسٹری۔ علم الحیوانات۔ طبعیات۔ علم النباتات الکٹرسٹی۔ علم الاصوات۔ علم طبقات الارض۔ رسم ہندی۔ رسم تقلیدی۔

پروفیسروں اور ٹیچروں کی مجموعی تعداد ۴۷ ہے جن میں ۲۶ جرمنی اور فرنچ اور باقی ترک ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ وسعت عمارت۔ فراہمی آلات علمی۔ وسعت تعلیم اور خوبی انتظام کے لحاظ سے تمام قسطنطنیہ میں اس سے عمدہ تر کوئی کالج نہیں ہے۔ البتہ یہ افسوس ہے کہ اس کی اعلیٰ کلاسوں میں تعلیم پانے والے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ شیخ عبدالفتاح آفندی نے مجکو سال رواں کی رپورٹ نتیجۂ امتحان عنایت کی تھی اس میں جسقدر اعلیٰ درجے کے امتحانات پاس کرنے والے ہیں اکثر عیسائی ہیں مجکو خدانخواستہ عیسائیوں کی ترقی پر حسد نہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں کے تنزل کا رنج ضرور ہے۔

مکتب ملکیہ

مکتب ملکیہ

یہ کالج جو یہاں کا سول سروس کالج ہے خاص سلطان کا قائم کردہ ہے اور حضرت ممدوح کو اُس کی طرف التفات خاص ہے۔ چنانچہ دو بار بہ نفس نفیس اس کے ملاحظہ کو تشریف لا چکے ہیں۔

پہلے اس میں پانچ درجے تھے - تین ادنیٰ اور دو اعلیٰ اس لحاظ سے کل مدت تعلیم پانچ برس تھی - لیکن تعلیم کی ہائی اسٹینڈرڈ کے قائم کرنے کیلئے دو درجے اور بڑھا دیئے گئے ہیں اور کل مدت تعلیم سات برس قرار دی گئی ہے - اس کالج میں فرنچ کے ساتھ یونانی اور ارمنی زبان کی تعلیم بھی لازمی ہے عربی اور فارسی بھی نصاب تعلیم میں داخل ہے لیکن لازمی نہیں مضامین جن کی تعلیم ہوتی ہے یہ ہیں تاریخ جغرافیہ الکمسٹری وغیرہ طبیعات - پولٹیکل اکونمی - اصول قانون - یورپ کے قوانین - ان تمام مضامین کی تعلیم نہایت اعلےٰ درجے پر ہوتی ہے - تاریخ کا کورس میں نے خود دیکھا چھ ضخیم جلدوں میں تھا اس کالج کے تعلیم یافتہ بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیئے جاتے ہیں - چنانچہ دو سو سے زیادہ اس وقت تک ملکی عہدوں پر مقرر ہو چکے ہیں - جن میں سے بعض نہایت بلند رتبہ کے عہدہ دار ہیں - طلبا جو اس وقت کالج میں تعلیم پا رہے ہیں ان کی تعداد ۰۰ ے سے زائد ہے -

طالب علموں کی تعداد

میں نے اس کالج کی اچھی طرح سیر کی - کالج کے منیجر جو ایک معزز ترک ہیں - اگرچہ عربی نہیں سمجھتے تھے لیکن چونکہ ترجمان میرے ساتھ تھا بے تکلف گفتگو ہو سکتی تھی یہاں کے کالجوں میں میں نے یہ بات عموماً دیکھی اور مجھکو بہت پسند آئی کہ منیجر معزز رتبہ کا آدمی ہوتا ہے اور اس کی طرز معاشرت سے عزت و شان ظاہر ہوتی تھی - ان منیجر صاحب کا کمرہ بھی حسب معمول مرتب اور آراستہ تھا میں جسوقت کالج میں پہنچا چھٹی کا گھنٹہ تھا اور لڑکے کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھے - تھوڑی دیر کے بعد جب لڑکے کلاسوں میں آگئے تو منیجر صاحب نے مجھکو کالج کے تمام کمروں کی سیر کرائی - کھانے کا کمرہ نہایت خوش سلیقگی سے

کھانیکے کمرے کی صفائی اور سارائش

مرتب تھا میز پر نہایت صاف چادر بچھی تھی اور کھانے کے پُر تکلف برتن خوبصورتی کے ساتھ چنے تھے صراحیاں جو طالب علموں کی تعداد کے موافق تھیں عموماً شیشے کی اور گویا میز کی آرائش کا کام دیتی تھیں کیمسٹری وغیرہ کی تعلیم کے کمرہ میں اعلیٰ درجہ کے آلات تھے اور کثرت سے تھے - اسی سلسلہ عمارت میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کی عمارت چنداں قابل ذکر نہیں - لیکن چونکہ اندر باہر نہایت اعلیٰ درجہ کا ترکی قالین بچھا ہوا تھا خوبصورت اور مزین معلوم ہوتی تھی - ایک طرف دیوار پر خط نسخ کا ایک عمدہ قطعہ آویزاں تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے نہایت عمدہ خط ہے -

نماز کی تیاری

اسی اثناء میں ظہر کا وقت آگیا مسلمان لڑکوں نے (عیسائی طالب علم بھی یہاں کچھ کم نہیں ہیں) نماز کی تیاری کی وہ عموماً کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے - اور اس لباس میں انکا ادب اور متانت کے ساتھ وضو کرنا اور وقار و احترام کے ساتھ قطار در قطار مسجد کو جانا میرے دل پر عجیب اثر کرتا تھا حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اگر مذہبی اثر سے آزاد ہو کر ترقی کریں تو ایسی ترقی سے تنزل ہزار درجہ بہتر ہے نماز کے بعد

تھوڑی دیر تک وعظ بھی ہوتا رہا لیکن بہت کم لڑکے اس میں شریک تھے۔

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ترکوں میں تعلیم کا آغاز سلطنت کے ساتھ ساتھ ہوا۔ یہ وہی تعلیم تھی جسکو ہم آج قدیم تعلیم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بے شبہ وہ کسی زمانہ میں اعلیٰ درجہ پر تھی چنانچہ افضل الدین۔ خونجی۔ علامہ قوشجی ۔چلپی۔ خواجہ زادہ۔ حاجی خلیفہ وغیرہ کی تصنیفات آجتک اسکی یادگار ہیں لیکن موجودہ تعلیم پستی کی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اُس کے مقابلہ میں ہمارے ہندوستان کی تعلیم غنیمت ہے اس سفر میں جس چیز کا تصور میری تمام مسرتوں اور خوشیوں کو برباد کر دیتا تھا وہ اسی قدیم تعلیم کی ابتری تھی۔ یہ مسئلہ آجکل ہندوستان میں بھی چھڑا ہوا ہے اور تعلیم قدیم کی ابتری پر عموماً رنج و افسوس کیا جاتا ہے لیکن میرا افسوس دوسری قسم کا افسوس تھا۔ ہمارے ملک کے نئے تعلیم یافتہ۔ پرانی تعلیم پر جو رنج و افسوس ظاہر کرتے ہیں وہ درحقیقت رنج نہیں بلکہ استہزا اور شماتت ہے۔ میں اگرچہ نئی تعلیم کو پسند کرتا ہوں اور دل سے پسند کرتا ہوں۔ تاہم پرانی تعلیم کا سخت حامی ہوں اور میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کی قومیت قائم رہنے کیلئے پرانی تعلیم ضروری اور سخت ضروری ہے۔ اس کے ساتھ جب یہ دیکھتا ہوں کہ یہ تعلیم جس طریقے سے جاری ہے وہ بالکل بے سود اور بے معنی ہے تو خواہ مخواہ نہایت رنج ہوتا ہے۔ ہندوستان میں تو اس خیال سے صبر آجاتا تھا کہ جو چیز گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں نہ ہو اُسکی بے سروسامانی قدرتی بات ہے لیکن قسطنطنیہ۔ شام۔ مصر میں یہ حالت دیکھکر سخت رنج ہوتا تھا۔

طالبعلموں کی تعداد

قصّہ مختصر قدیم تعلیم کا یہاں کثرت سے رواج ہے اور چونکہ اس قسم کے طالب علم اپنی وضع ولباس سے صاف پہچانے جاتے ہیں اس لئے مسجدوں اور عام گذرگاہوں میں آسانی سے ان کی کثرت کا اندازہ ہوسکتا ہے بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ خاص قسطنطنیہ میں انکی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں ہے انکی بسر اوقات کا جو طریقہ ہے وہ نہ صرف افسوسناک بلکہ حیرت انگیز ہے یہاں کے تمام مدارس (قدیمہ) میں تین مہینے کی متصل تعطیل ہوتی ہے۔ جس کا آغاز رمضان المبارک سے ہوتا ہے ان مہینوں میں تمام طلبا قسطنطنیہ سے باہر چلے جاتے ہیں اور دیہات و قصبات میں پھر کر زکوٰۃ تحصیل کرتے ہیں۔ یہ زکوٰۃ اُنکی سال بھر کی معاش ہے۔ بعض بعض مدرسوں میں اور وہ خال خال ہیں کچھ روٹیاں بھی مقرر ہیں۔ لیکن کپڑے وغیرہ کا مطلق بندوبست نہیں۔ رہنے کے لئے مدرسوں کے حجرے ہیں جو نہایت مختصر اور تنگ ہیں۔

طالبعلموں کی بسر اوقات کا طریقہ

مدرسوں کی قطع یہ ہے کہ چھوٹا سا صحن اور اُس کے تین طرف چھوٹے چھوٹے حجرے ہوتے ہیں اور صحن میں سقاوہ ہوتا ہے۔ بڑے بڑے مدرسے جو سلاطین (محمد فاتح وسلیمان وغیرہ) نے بنوائے تھے اور آجتک قائم ہیں اُنکے حجرے، وسیع اور ہوادار ہیں۔ لیکن اور تمام مدرسوں کے حجرے ایسے مختصر اور بند بند ہیں کہ اندر جاتے ہوئے دم گھٹتا ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے مجکو ترکوں کی علمی فیاضی کا اعتراف کرنا چاہیئے کیونکہ ہرچند کم حیثیت سہی تاہم آج سیکڑوں علمی یادگاروںکا وجود تو ہے اور انصاف یہ ہے کہ یہ مدرسے جس زمانہ کی یادگار ہیں اُسوقت کی تہذیب وتمدن کے لحاظ سے ناموزوں بھی نہیں ہمارے ہندوستان میں تو اس وسعت اور فراخی کے ساتھ کہ بجائے خود ایک اقلیم ہے۔ حکومت اسلام کی ششصد سالہ مدت کی ایک بھی علمی یادگار موجود نہیں۔

نصاب تعلیم

تعلیم قدیم کے متعلق سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ تعلیم کا اسٹینڈرڈ نہایت چھوٹا رکھا گیا ہے علم ادب کا پتہ نہیں۔ منطق وفلسفہ میں ایساغوجی اور شمسیہ انتہائی علمی کتابیں ہیں۔ صحاح ستہ شاید ہی کسی مدرسے میں پڑھائی جاتی ہو۔ معانی وبلاغت واُصول فقہ کا بھی یہی حال ہے فقہ پر البتہ بہت کچھ توجہ ہے لیکن اس کی تعلیم بھی مجتہدانہ نہیں بلکہ نہایت عامیانہ اور مقلدانہ ہے بعض بعض مولویوں سے میری ملاقات بھی وہ ایسے جزئی اور عام مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے کہ مجکو تعجب اور افسوس ہوتا تھا۔

ترکوں کی علمی حالت

ترکوں کی علمی حالت

اسلام نے دنیا کے جن حصوں پر حکومت کی وہاں کی ملکی زبان اگرچہ مٹ نہیں گئی تو اتنا ضرور ہوا کہ علمی حیثیت کا منصب اُس سے چھین کر عربی زبان کو ملگیا۔ ہندوستان۔ فارس۔ اسپین۔ افغانستان کی ملکی زبانیں اگرچہ بالکل مختلف تھیں لیکن علمی زبان ہر جگہ عربی ہی رہی اور اب بھی ہے ترک بھی اس عام اثر سے مستثنےٰ نہیں ہیں لیکن اس خصوصیت میں اُنکو تمام اسلامی قوموں میں امتیاز حاصل ہے کہ اُنھوں نے عربی زبان کی اطاعت کے ساتھ اپنی زبان کو بھی علمی خزانوں سے محروم نہیں ہونے دیا جس زمانے میں علوم قدیمہ کی حکومت تھی اُس زمانے میں ترکی زبان میں اُن علوم کا پورا سلسلہ موجود تھا اور اب بھی ہے

ترکی زبان میں علمی کتابونکا ترجمہ

میں نے حیرت کی نگاہ سے دیکھا کہ تاریخ ابن خلدون۔ طبری۔ ابن خلکان۔ مقریزی وغیرہ جو نہایت ضخیم کتابیں ہیں اور جن میں سے بعض سات سات جلدوں میں ہیں ترکی میں سب کا ترجمہ موجود ہے بخلاف اسکے فارس اور افغانستان میں اس کی ایک نظیر بھی نہیں مل سکتی۔ ترکی کی اصلی تصنیفات کے علاوہ ترجمہ شدہ کتابوں کا ذکر کیا جائے تو ایک بڑی فہرست کتابوں کی تیار ہوگی۔

میرے ایک ترک دوست نے جو متعدد زبانوں کے ماہر ہیں مجھ سے بیان واقعہ کے طور پر (نہ فخریہ) بیان کیا کہ فرنچ زبان کی تاریخیں۔ ڈرامے۔ ناول۔ سفرنامے۔ کتب انشا و بلاغت اس کثرت سے ترکی میں ترجمہ ہوگئی ہیں کہ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ فرانس کا پورا علم ادب ترکی زبان میں آگیا ہے علوم وفنون جدیدہ کی بھی سینکڑوں کتابیں ترجمہ ہوچکی ہیں اور اسی کا اثر ہے کہ ٹرکی کے تمام کالجوں میں بجز مکتب سلطانیہ کے ان علوم وفنون کی تعلیم ترکی ہی زبان میں ہوتی ہے اور اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے۔

مستقل تصنیفات کا رواج بھی کچھ کم نہیں۔ علوم وفنون جدیدہ کی تمام شاخوں پر کثرت سے کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ اور کالجوں اور اسکولوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً مستقل تصنیفات ہیں نہ ترجمے۔ مجکو اس قدر فرصت اور موقع تو کہاں ملسکتا تھا کہ تمام جدید تصنیفات سے واقفیت حاصل کرتا البتہ اپنے مذاق کے موافق تاریخ ورجال کی کتابیں دیکھیں۔ جسکی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ عربی کے بعد ایشیا کی کسی زبان میں اسقدر تاریخی سرمایہ موجود نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے اُسکو عربی پر ترجیح حاصل ہے (ترکی میں تاریخی تصنیفات)

عربی زبان میں جسقدر تاریخیں ہیں سادہ واقعات کا مجموعہ ہیں اور جس قدر کوشش اور اہتمام ہے صرف اصول روایت کے متعلق ہے بخلاف اس کے ترکی تاریخیں اُن اصول وقواعد کے موافق لکھی جاتی ہیں جو فلسفۂ تاریخ کے اُصول ہیں اور جن کی بنا پر یورپ نے اس فن کو معراج کمال تک پہونچادیا ہے۔ مکتب ملکیہ میں تاریخ کی کتاب جو درس میں داخل ہے میں نے اُسکو اجمالی طور پر دیکھا تمام واقعات میں علت واسباب کا سلسلہ محفوظ رکھا ہے اور جابجا محاکمہ اور تحقیق اور تنقید کی ہے اس کے ساتھ ہر عہد حکومت کے خاتمہ پر اُس عہد کی تمدنی۔ اخلاقی۔ علمی حالت تفصیل کے ساتھ دکھائی ہے۔

بیوگرفی کا ایک نہایت مفید سلسلہ ہے جس کا نام مشاہیر رجال ہے مشہور اہل کمال کے حالات زندگی نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے لکھے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ سلسلہ ناتمام چھوڑ دیا گیا ورنہ نہایت مفید مجموعہ ہوتا۔ ایک خاص قسم کی بہت بڑی انسائیکلوپیڈیا آج کل زیر تصنیف ہے جس کا نام قاموس الاعلام ہے اس میں رجال کے علاوہ مشہور شہروں اور عمارتوں اور تاریخی مقامات کا تذکرہ ہے۔ عربی اور فرنچ وغیرہ کی جن تصنیفات سے اس کتاب میں مدد لیگئی ہے اُن کی فہرست اس کے ساتھ شامل ہے میں نے عربی کتابوں کے نام پڑھے نہایت نایاب اور مستند کتابیں ہیں اور قسطنطنیہ کے سوا اور کہیں نصیب نہیں ہوسکتیں۔ (بیوگرفی یعنی رجال و تراجم) (قاموس الاعلام)

یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ہے اور اس وقت تک ز تک پہنچی ہے۔ تاریخ کے ساتھ جغرافیہ کو بھی نہایت ترقی ہے۔ کثرت سے مفید کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مجموعی دنیا اور الگ آبادیوں کے بڑے بڑے نقشے نہایت باقاعدہ خوبصورت اور موزوں تیار کئے گئے ہیں اور یورپ کے تیار شدہ نقشوں سے کسی بات میں کم نہیں ترکونکو فن (جغرافیہ کی ترقی)

سے خاص دلچسپی ہے۔

ترکی تصنیفات کی کثرت

ترکی تصنیفات کی کثرت کا کافی معیار میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن ایک دفعہ سررشتۂ تعلیم کے دفتر میں اجمالی طور پر اُن کتابوں کی فہرست دیکھی جو خاص قسطنطنیہ میں صرف ایک مہینے کے عرصہ میں شائع ہوئیں اُن کا شمار دو ہزار کے قریب تھا۔ اگرچہ اس میں ارمنی یونانی۔ فرنچ اور دوسری زبانوں کی کتابیں بھی تھیں۔ لیکن زیادہ حصہ ترکی تصنیفات کا تھا۔ البتہ یہ افسوس ہی کہ ان میں ناول اور ڈرامے زیادہ تھے اور یہ وہی بلا ہے جو ہمارے کمبخت ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔

ترکی لٹریچر

ترکی کے لٹریچر نے بھی نہایت ترقی کی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ بہت سی خصوصیتوں میں ہماری اردو کے مشابہ ہی۔ ترکی کا قدیم لٹریچر قدیم اردو کے انداز پر رنگین اور پر تکلف استعارات سے مملو اور قوافی کا پابند تھا۔ لیکن اب نئی اردو کی طرح۔ سادگی صفائی برجستگی کا لحاظ کیا جاتا ہے اور نئی تصنیفات بالکل اسی طرز پر لکھی جاتی ہیں اس نئی طرز کے موجد یا استاد کمال بک۔ حامد بک۔ پروفیسر ناجی وغیرہ ہیں میں نے جب ترکی پڑھنی شروع کی تو قدیم تصنیفات کے پڑھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے احباب نے جو میرے استاد بھی تھے کہا کہ قدیم و جدید ترکی میں زمین و آسمان کا فرق ہی اور قدیم زبان کا سیکھنا نئی زبان کیلئے کافی نہوگا۔ پروفیسر ومبری نے اپنے لیکچر میں جو انہوں نے ترکوں کی موجودہ شائستگی پر دیا ہی قدیم و جدید ترکی کا موازنہ کرکے موجودہ زبان کی دلاویزی۔ صفائی سادگی کا تعجب کے ساتھ اعتراف کیا ہی۔

ترک مصنفین

ترکی مصنفوں میں جو آجکل زیادہ نامور اور اُستاد ہیں اُنکے نام یہ ہیں۔ احمد مدحت۔ جودت پاشا۔ پروفیسر ناجی۔ ابو الضیا۔ سامی۔ علی نصرت۔ پروفیسر ناجی شاعر ہیں۔ اور گویا پایۂ تخت کے شاعر ہیں۔ ملک الشعرا کا یہاں کوئی عہدہ نہیں ہی۔ ورنہ یہ لقب اُنہیں کو ملتا تاہم اُن کو پایۂ تخت کا شاعر خیال کیا جاتا ہے احمد مدحت بہت بڑا مصنف ہی اُس نے ترکی حکومت کی نہایت مفصل تاریخ لکھی ہی جو بارہ جلدوں میں ہے اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اُن کے جواب میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو تین جلدوں میں ہے اور مدافعہ اسلامیہ کے نام سے موسوم ہے وہ ترکی فارسی۔ عربی کے علاوہ فرنچ زبان میں کمال رکھتا ہی۔ یورپ میں جو اورینٹیل کانفرنس قائم ہے اُس کے متعدد اجلاسوں میں ترکی کی طرف سے وہ وکیل مقرر ہو کر گیا اور اسٹاک ہالم کی کانفرنس میں عربی۔ فارسی وغیرہ کی ڈیپارٹمنٹ کی افسری اُسی کو دی گئی احمد جودت پاشا معزز شخص ہیں اور جلسۂ وزرا کے ایک ممبر یعنی وزیر اور یا در ہیں اور اُن کا سن ساٹھ ستر کے قریب ہے اور چونکہ معمر ہونے کے ساتھ ضعیف الجثہ اور نحیف بھی ہیں جلسہ وزرا میں کم شریک ہوتے ہیں ان کی تصنیفات میں سے قواعد عثمانیہ جو ترکی صرف و نحو میں ہے درس میں داخل ہی میں اُن سے

ملا تھا۔ دیر تک صحبت رہی عربی فارسی میں بے تکلف بات چیت کر سکتے ہیں۔ مجھ سے عربی میں باتیں کرتے رہے۔ بڑی تعریف یہ ہے کہ باوجود دولتمندی اور عہدہ وزارت کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور زیادہ تر علمی مشاغل میں مصروف رہتے ہیں۔

ترکی اخبارات و رسالے

ترکی لٹریچر کے ذکر میں اخبارات و ماہوار رسالوں کا ذکر کرنا بھی ضرور ہے کیونکہ آجکل یہ چیزیں لٹریچر کا ایک بڑا جزو خیال کی جاتی ہیں میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اِس لحاظ سے ترکی لٹریچر پستی کی حالت میں ہے۔ ترکی زبان کے اخبار تعداد میں تھوڑے نہیں ہیں بہت سے اخبار روزانہ ہیں اور بڑی آب وتاب سے نکلتے ہیں۔ عبارت بھی بہت سادہ اور شستہ ہوتی ہے۔ اخبار کا مذاق بھی تمام ملک میں پھیل گیا ہے۔ بہت سے قہوے خانے اخباروں کیلئے مخصوص ہیں۔ جہاں ہمیشہ کثرت سے اخبارات موجود رہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اُن کو قہوہ خانے کے بجائے قرات خانہ کہا جاتا ہے۔

اخبارات کے نہ آزاد ہونے کا سبب

یہ سب کچھ ہے لیکن جو چیز اخبار کی جان ہے یعنی آزادی اُس کا سرے سے وجود نہیں تمام اخبارات میں بجز سرکاری احکامات اور معمولی خبروں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ترکی زبان پولیٹکل طرز تحریر اور زور استدلال سے بالکل محروم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس زبان میں آزادی کا عنصر نہ ہو اُس میں رفعت خیال۔ قوت بیان۔ زور کلام۔ جوش تاثیر کیونکر اور کہاں سے آسکتا ہے۔ عربی کو دیکھو جبتک خلافت راشدہ کا زمانہ تھا اور طبیعتیں آزاد اور خود سر تھیں عربی زبان جوش اور تاثیر سے لبریز تھی جس زمانہ سے شخصی حکومت کی بنیاد پڑی اور خاندان بنو اُمیہ نے بڑے زور اور قوت سے عرب کی آزادی کو پامال کر دیا زبان میں نہ وہ تاثیر رہی نہ وہ جوش رہا۔ بے شبہ زمانہ مابعد کا لٹریچر کثرت معلومات کی وجہ سے نہایت وسیع اور دولت مند ہے لیکن اس زمانے کی تمام تصنیفات چھان مارو آزادانہ طرز تحریر اور پولیٹکل جوش اور تقریر اور تاثیر کا پتہ نہیں ملتا۔

ان باتوں کے ساتھ مجھکو یہ تسلیم کرنا ضرور ہے کہ اخبار کا آزادانہ ہونا ترکی کے پولیٹکل حالات کا ضروری اقتضا ہے۔ رعایا کا اختلاف مذہب۔ سلطنتہائے غیر کی رقابت۔ مخالفین کی دراندازیاں۔ اخبارات کو ہتھکنڈا بنانا۔ یورپین حکومتوں کی ہمسائگی۔ یہ ایسے حالات ہیں جن میں آزاد سے آزاد گورنمنٹ بھی یہی کرتی جو ترکی نے کیا ہے حال ہی میں فرانس کی جمہوری حکومت نے نوٹس میں اخبارات کی آزادی کے متعلق جو احکام جاری کئے انکو دیکھکر کون ناانصاف ہے جو تنہا ترکی کو مورد الزام قرار دیسکتا ہے۔

البتہ کتابوں کے چھپنے کے متعلق یہاں جو روک ٹوک ہے وہ کسی قدر اعتراض کے قابل ہے یہاں عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب قدیم یا جدید چھاپنا چاہتا ہے تو پہلے وہ کتاب معارف کے

کتابوں کے چھپنے میں روک ٹوک

سررشتہ میں پیش کی جاتی ہے وہاں معائنہ اور تفتیش کا ایک جداگانہ صیغہ ہے اس صیغہ کے عہدیدار کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں۔ اور اُن کی رپورٹ کے متعلق بعض اوقات کتاب کا چھاپنا روک دیا جاتا ہے۔ یا اس میں حک و اصلاح کی جاتی ہے۔ اس قاعدے کی ضرورت اسوجہ سے پیش آئی کہ بعض لوگ کتابوں کے چھاپنے میں نہایت بددیانتی کرتے تھے۔ مثلاً بیروت میں عیسائیوں نے الفاظ الکتابیہ جو چھاپی اس میں جہاں جہاں قرآن پاک کی آیتیں تھیں اور اسلامی طریقے کے مطابق عنوان کے طور پر قال اللہ یا کما فی القرآن المجید تھا سب جگہ بدل کر کما قیل یا کما قال القرآن بنا دیا۔ حالانکہ کسی مسلمان کے قلم سے قرآن مجید کی نسبت ایسے الفاظ نہیں نکل سکتے تھے۔ اس سے زیادہ یہ کہ اُنہیں عیسائیوں نے قرآن مجید کا ایک انتخاب چھاپا ہے اور جہاں جہاں کسی آیت میں عیسائی روایتوں کے خلاف کسی واقعہ کا ذکر ہے قوسین میں لکھدیا ہے کہ غلط ہے اور صحیح یوں ہے۔ بے شبہ ایک اسلامی سلطنت اس قسم کے تصرفات کا تحمل نہیں کر سکتی اور یہی سبب ہے کہ سلطنت کی طرف سے کتابوں کے شائع ہونیکے وقت نہایت احتیاط اور تفتیش سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آجکل اس کا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے۔ یہ صیغہ تحریف و تبدل کی روک کی غرض سے قائم ہوا تھا مگر بعض اوقات اُس نے خود تحریف و تغیر پر عمل کیا ہے میرے سامنے ایک مطبع میں شرح عقائد نسفی چھپ رہی تھی معارف نے اس کتاب کی تمام وہ عبارت قلم زد کر دی تھی جس میں خلافت کی بحث ہے اور الائمۃ من قریش کی حدیث مذکور ہے مطبع والے نے مجبوراً اسی قلم زد نسخہ کو چھاپا۔ میں نے اصل نسخہ جس پر معارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجھکو یاد ہے کہ اُس وقت میں رنج اور غصہ کی وجہ سے بے اختیار ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے یہ تصرف بہ خیال خود سلطان کی ہواخواہی کے جوش میں کیا ہوگا۔ لیکن اگر حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو وہ ہرگز اس کو پسند نہ کرتے۔

اخبارات تو جیسا ہیں اوپر بیان کیا قابل اعتنا نہیں لیکن میگزین اور ماہواری رسالے جو ترکی زبان میں نکلتے ہیں۔ نہایت قدر کے قابل ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور اور معروف معارف ہے جو ہفتہ وار نکلتا ہے۔ اس رسالہ میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کے مضامین لکھے جاتے ہیں اور ترکوں میں آج کل جو لوگ علوم جدیدہ کے ماہر ہیں زیادہ تر اسی رسالے کے ذریعہ سے اظہار کمال کرتے ہیں۔ مضامین زیادہ تر نیچرل سائنس اور آلات جدیدہ سے متعلق ہوتے ہیں اور کوئی پرچہ تصویر سے خالی نہیں ہوتا۔ تعداد اشاعت بھی کچھ کم نہیں۔ میں نے صاحب مطبع سے دریافت کیا تھا معلوم ہوا پانچ ہزار پرچے نکلتے ہیں۔ معارف کے سوا اور بھی علمی پرچے ہیں اور نہایت قابلیت سے شائع ہوتے ہیں۔ ان میں رسلی غزتہ مصور جہاں ثروت فنون۔ میری نگاہ سے گذرے ہیں یہ تمام رسالے کاغذ، خط، صفائی غرض ظاہری آب و تاب میں

یورپ کے مشہور رسالوں کی ہمسری کرتے ہیں۔

اس میں شبہہ نہیں کہ ترکی میں علوم وفنون کو جو روز افزوں ترقی ہے اور جس کثرت سے ہر فن میں نئی تصنیفات شائع ہوتی رہتی ہیں اس کے لحاظ سے تمام ایشیائی دنیا پر اُس کو فضیلت کا رتبہ حاصل ہے۔

چھاپے خانے

چھاپے خانے یہاں کثرت سے ہیں اور خوشخطی۔ صفائی۔ موزونی میں اُن کا جواب نہیں عربی خط کا جو ٹائپ ہے اور جو ایک ترکی عالم ابو الضیا کی ایجاد ہے تمام دنیا میں بے نظیر خیال کیا جاتا ہے عربی کتابیں آج دنیا میں جہاں جہاں چھپتی ہیں بیروت کی چھپی ہوئی کتابیں سب سے عمدہ تر تسلیم کی جاتی ہیں لیکن خود بیروت والوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اصل میں یہ ٹائپ ترکوں کی ایجاد ہے اور ہم اُن کے مقلد ہیں چونکہ قسطنطنیہ میں عموماً ترکی کتابیں چھپتی ہیں اور وہ ان ملکوں میں نہیں آتیں اسلئے عام طور پر بیروت ہی کی شہرت ہو گئی ہے مرفہ الحالی یا عام قدر دانی کا اثر ہے کہ قسطنطنیہ میں جسقدر کتابیں چھپتی ہیں۔ نہایت عمدہ اور قیمتی کاغذ پر چھپتی ہیں۔ بخلاف مصر وہندوستان کے جہاں جوتے صاف کرنیکا کاغذ کتابوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اس کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ ان ملکوں میں لوگوں نے ابھی تک علم کی قدر وقیمت نہیں سمجھی۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ یہاں کوئی مطبع اتنا وسیع اور دولتمند نہیں جیسا کہ ہندوستان میں نولکشوری مطبع ہے اس کے ساتھ یہ اور افسوس ہے کہ اکثر مطابع غیر قوموں کے ہیں معارف جس کا میں نے ابھی ذکر کیا اسکا مالک بھی ایک عیسائی ہے مسلمانوں کے جو مطابع ہیں۔ انہیں ترجمان حقیقت۔ مطبع عثمانیہ۔ شرکت صحافیہ۔ زیادہ ممتاز ہیں میں نے ان سب کی سیر کی شرکت صحافیہ اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ وہ مشترک سرمایہ سے قائم ہے اور اسکے تمام حصہ دار مسلمان ہیں۔ کل سرمایہ ۱۸ ہزار پونڈ یعنی قریباً دو لاکھ روپیہ ہے۔ تمام کام انجن کے ذریعہ سے ہوتا ہے انجن بہت بڑا ہے اور دس بارہ کلوں کو چلاتا ہے میں جس وقت پہنچا عینی شرح بخاری چھپ رہی تھی دو ضخیم جلدیں اس وقت تک تیار ہو چکی ہیں۔ مطبع والے کہتے تھے کہ ایسی ہی آٹھ آٹھ اور ہیں۔ تمام قسطنطنیہ میں مسلمانوں کا یہی مشترکہ کارخانہ ہے۔ ورنہ مسلمان۔ اولاً تجارت کو ہاتھ کیوں لگاتے اور کسی اتفاقی وجہ سے اس کام کو کرتے بھی تو چار شخص ملکر کیوں کرتے۔ اس لحاظ سے یہ مطبع ایک گونہ خرق عادت میں داخل ہے۔

کتب خانے

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے میں اس عنوان پر دیر میں پہنچا ورنہ ذاتی شوق اور غایۂ سفر کے لحاظ

سے یہی مضمون ملتا جلتا ہے مگر میں سب سے اوّل اور سب سے افضل لکھتا حقیقت یہ ہے کہ ترکوں کے علمی کارنامے میں جو سب سے زیادہ قابل فخر ہے وہ یہی کتب خانے ہیں اسلامی دنیا کے جن حصوں میں آج تعلیم و تعلم کا چرچا ہے۔ وہ ہندوستان۔ عرب۔ مصر۔ شام بلاد مغرب فارس و ایران ہیں اُن میں اکثر مقامات کا علمی سرمایہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جو نہیں دیکھا ہے وہ ایسے قوی وسائل سے معلوم ہے۔ کہ دیکھنے کے برابر ہے۔ اس بنا پر میں کافی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تمام اسلامی دنیا میں قسطنطنیہ عربی تصانیف کا سب سے بڑا مرکز ہے۔

کتب خانے اور کتابوں کی تعداد

کل کتب خانے جو اس شہر میں ہیں اُن کی تعداد ۴۰ ہے۔ شاہی کتب خانہ جو قصر ہمایوں میں ہے۔ اور نہایت قدیم ہے۔ ان کے علاوہ ہے۔ ان کتب خانوں کی کل کتابیں ۸۵ ہزار ہیں۔ اگرچہ یہ تعداد کچھ بڑی تعداد نہیں ہمارے ہندوستان میں اس سے زیادہ کتابیں ہوں گی لیکن قسطنطنیہ کو جو ترجیح ہے۔ وہ کتابوں کی عمدگی اور کمیابی کی حیثیت سے ہے ان کتب خانوں میں چند کے نام ذیل میں درج ہیں۔ کتب خانہ جامع ایا صوفیہ کتب خانہ جامع بایزید۔ کتب خانہ جامع یول۔ کتب خانہ حمیدیہ قدیم۔ کتب خانہ عاشر آفندی شیخ الاسلام کتب خانہ اسعد آفندی نقیب الاشراف۔ کتب خانہ جامع محمد فاتح۔ کتب خانہ حمیدیہ جدید۔ کتب خانہ علی پاشا شہید۔ کتب خانہ نور عثمانیہ۔ کتب خانہ لالہ لی۔ کتب خانہ حکیم اغلی علی پاشا۔ کتب خانہ محمد پاشا کوپرلی کتب خانہ قلیچ علی پاشا۔ کتب خانہ ولی الدین آفندی۔ کتب خانہ سلیمیہ۔ کتب خانہ فیض اللہ آفندی کتب خانہ سلطان محمد قاضی زادہ۔ کتب خانہ جامع والدہ سلطان۔ کتب خانہ عاطف آفندی۔ کتب خانہ شاہزادہ داماد ابراہیم پاشا۔ کتب خانہ خسرو پاشا۔ کتب خانہ مہرشان۔ کتب خانہ محمد آفندی۔ کتب خانہ مصطفےٰ آفندی۔ کتب خانہ توفیق آفندی۔ کتب خانہ سلیمانیہ۔ کتب خانہ محمد آفندی مراد کتب خانہ راغب پاشا۔ ان میں سے چودہ کتب خانوں کی مفصل فہرستیں چھپ کر شائع ہو گئی ہیں۔ اور غالباً رفتہ رفتہ بقیہ فہرستیں بھی اشاعت پائیں۔

یہ کتب خانے جیسا کہ خود ان کے ناموں سے ظاہر ہے اگلے پاشاؤں اور امیروں نے قائم کئے ہیں۔ اور سب کے سب وقف عام ہیں ہر کتب خانے کے ساتھ اس قدر جائداد بھی وقف ہے جس سے اس کے معمولی مصارف یعنی مکان کی تجدید و ترمیم فرش اور معمولی فرنیچر۔ ملازموں کی تنخواہ ادا ہوتی رہتی ہے ان امور کے لحاظ سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ علمی فیاضی میں ترکوں کا رتبہ اسلامی قوموں سے بالاتر ہے۔ ہندوستان میں مدتوں تک اسلامی حکومت رہی اور بڑے اوج و شان سے رہی بڑے بڑے نامور وزراء اور امراء گذرے لیکن آج اُن کی ایک بھی علمی یادگار موجود نہیں۔

ان کتب خانوں سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ ترکوں میں امرا کا گروہ دجواور قوموں میں نسبتۂ ایک جاہل گروہ ہوتا ہے، تعلیم یافتہ اور اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ اکثر کتب خانوں میں وقف کرنیوالوں کی ذاتی تصنیفات یا اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں جو ان کے مذاق اور وسعت نظر کی شاہد ہیں اس کے علاوہ جس قسم کی عمدہ و نایاب کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کی گئی ہیں خود ان سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ جمع کرنیوالوں کا علمی مذاق معمولی مذاق نہ تھا۔

تب خانوں ں ظاہری الت

یہ کتب خانے جو خوبی عمارت اور دیگر ساز و سامان کے لحاظ سے معمولی درجہ کے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض کتب خانوں میں الماریاں تک نہیں ایک چبوترے پر جس کے گرد لوہے کا کٹہرا ہے۔ کتابوں کا ڈھیر لگا دیا ہی تمام کتب خانوں میں زمین کا فرش ہے۔ البتہ اس قدر تکلف ہے کہ سامنے بنچیں بچھی ہوئی ہیں۔ جن پر کتابیں رکھ کر پڑھتے ہیں۔ کتب خانہ حمیدیہ جو حال میں قائم ہوا ہے اور سلطان المعظم کے عہد مبارک کی یادگار ہے۔ اگرچہ زیادہ شان و شوکت کا ہے عمارت خوبصورت اور وسیع ہے۔ میز کرسیاں۔ کوچیں جس قدر ہیں۔ اُن سب پر ریشمی گدے ہیں۔ غرض تمام باتوں میں اور کتب خانوں سے مستثنیٰ ہے تاہم الہ آباد کی پبلک لائبریری کی برابری نہیں کرسکتا۔

قاف کا نظام

چونکہ تمام اوقاف کا انتظام حکومت سے متعلق ہے۔ کتب خانے بھی گورنمنٹ کے زیر اہتمام ہیں اور یہی وجہ ہے کہ باوجود امتداد زمانہ کے کتابیں اس احتیاط سے محفوظ ہیں کہ ایک پرچہ بھی ضائع نہیں ہونے پایا ہے۔ ملازمین باوجود قلت تنخواہ کے متدین اور راست کردار ہیں۔ کتب خانہ عاشر آفندی کا وقف اس قدر کم ہے کہ لائبریرین کو معمولی خوراک اور دو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں مل سکتے لیکن جو شخص لائبریرین مقرر کیا گیا ہے۔ اس قدر دیانت دار اور اپنے فرائض کا پابند ہے۔ کہ اس سے زیادہ ہونا ممکن نہیں کتب خانوں کی دیواروں پر انگور کی بیلیں چڑھی ہیں۔ ایک دن میں نے اُس سے کہا کہ اگر تم انگور ان کو بیچ ڈالو تو تم کو معقول آمدنی ہو سکتی ہے کہا کہ وقف کی شرط کے موافق یہ انگور صرف اُن لوگوں کے لئے ہیں جو کتب خانہ میں کتاب پڑھنے کی غرض سے آئیں۔ اس لئے میں اُن سے کسی طرح فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ قلت تنخواہ کی وجہ سے بیچارے نے شادی بھی نہیں کی ہے۔ نہ رہنے کا کوئی مکان ہے۔ کتب خانہ ہی میں رات کو پڑ رہتا ہے۔

تب خانوں بعض صیتیں

ان کتب خانوں کی خصوصیتیں اور ان کی اجمالی کیفیت واقعات ذیل سے معلوم ہوگی۔

(۱) سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کتابیں جو یہاں موجود ہیں۔ عموماً قدیم الخط۔ صحیح اور اساتذہ سابقہ کی صحیح کردہ ہیں۔ قدیم اور نایاب کتابیں جن کے دو ہی چار نسخے دنیا میں ہوں اُن کا صحیح ہونا سب سے

زیادہ مقدم ورنہ اُن پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔ مصر کے کتب خانے میں بھی قدیم کتابیں کچھ کم نہیں لیکن اکثر زمانہ حال کی لکھی ہوئی ہیں اور اس وجہ سے چنداں صحیح اور قابل اسناد نہیں۔ قسطنطنیہ کی کتابوں کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ان کتابوں کے ایسے عجیب و غریب نسخے کہاں سے بہم پہنچائے ہیں۔ اسرار البلاغت عبد القاہر الجرجانی کی مجھ کو مدت سے تلاش تھی۔ ہندوستان میں صرف ایک نسخہ کا پتہ لگا۔ لیکن وہ نہایت غلط اور ناقابل اعتبار تھا۔ قسطنطنیہ میں اس کے متعدد نسخے دیکھے اور سب کے سب نہایت صحیح اور قدیم الخط۔ اسی طرح کتاب البیان والتبیین للجاحظ۔ تذکرہ ابن حمدون۔ معجم الادبا یاقوت حموی۔ کتاب الاشراف للبلاذری۔ تاریخ کبیر امام بخاری وغیرہ کے نسخے نہایت صحیح اور مستند موجود ہیں۔

نسخوں کی صحت او[ر] عمدگی

(۲) بعض کتب خانوں مثلاً حمیدیہ قدیم میں یہ خصوصیت ہے۔ کہ اکثر کتابوں کا کاغذ زریں یا زر افشاں ہے۔ اور حاشیہ پر سنہری بیل بوٹے بنے ہیں۔ ان تکلفات کے ساتھ خط نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے چونکہ قدیم زمانے کی کتابیں اس تکلف کے ساتھ کم مل سکتی تھیں۔ بانی کتب خانہ نے اکثر کتابیں خود اپنے اہتمام سے تیار کرائی ہیں۔ میں نے متعدد کتابیں جن میں شفا بو علی سینا کا کامل نسخہ بھی تھا نکلوا کر دیکھا اور صاحب کتب خانہ کی نفاست پسندی کی بیساختہ داد دی۔

خط کی عمدگ[ی] اور کاغذ زر افشا[نی]

(۳) میرا خیال تھا کہ دولت عباسیہ کے عہد میں یونانی و مصری کتابوں کے جو ترجمے ہوئے تھے دنیا سے ناپید ہو گئے۔ لیکن یہاں آکر اس خیال کی غلطی ثابت ہوئی اگرچہ جس کثرت سے ترجمے ہوئے تھے اُس کے اعتبار سے تو موجودہ سرمایہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے تاہم جس قدر موجود ہے یہ بھی غنیمت ہے۔

یونانی کتا[بوں] کے ترجمے

معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کو قدیم تصنیفات کے ساتھ خاص اعتنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس باب میں یورپ کی کوششوں سے بھی فائدہ اُٹھایا۔ ابن رشد نے ارسطو کی تصنیفات کا ایک نہایت مفید اور جامع خلاصہ لکھا تھا۔ یہ اصلی خلاصہ مفقود ہو گیا ہے۔ لیکن لاٹین میں اس کا ترجمہ ہو گیا تھا جو اس وقت تک یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ اسعد آفندی ایک ترکی عالم نے اس لاٹین خلاصہ کا عربی میں ترجمہ کیا اور جابجا کچھ اضافے کئے۔ میں نے یہ ترجمہ راغب پاشا کے کتب خانہ میں دیکھا تھا۔ بہت بڑا مجموعہ ہے اور ترکوں کی علمی کوششوں کا نمونہ ہے۔

(۴) فن تاریخ و ادب میں بعض ایسی تصنیفات دیکھیں جن میں وہ جدت ہے جسکو میں مدت سے تلاش کرتا تھا اور یورپ کی تصنیفات حال کے سوا اس قسم کی طرز تصنیف کا کہیں پتہ نہ لگتا تھا۔ مثلاً قضاۃ کے حالات میں بہت سی کتابیں لکھی گئی۔ لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی کہ حالات زندگی کے ساتھ اُن کے فیصلے اور احکام بھی نقل کرتا کہ آج کے طریقہ انفصال مقدمات کے ساتھ اُس کا موازنہ کیا جا سکتا۔ کتب خانہ

بنی جامع میں اس قسم کی ایک کتاب موجود ہے۔ مصنف کتاب کا نام ابو بکر محمد بن خلف وکیع ہے جو نہایت قدیم زمانہ کا مصنف ہے اور تمام واقعات کو بسند متصل بیان کرتا ہے۔ اس کتاب کا التزام کیا ہے کہ ہر شخص کے حال کے ساتھ اُس کے بہت سے فیصلے اور تجویزیں نقل کی ہیں اور مقدمات کی صورت بیان کی ہے۔

فن ادب میں میں نے اس قسم کی کوئی کتاب کبھی نہیں دیکھی تھی بلکہ خیال تک نہ تھا کہ ایسی کوئی کتاب مسلمانوں نے کبھی لکھی ہوگی جس میں مضامین شعری کی تاریخ ہو۔ یعنی فلاں مضمون اوّل فلاں شاعر نے لکھا پھر رفتہ رفتہ فلاں شاعر نے یہ یہ اضافہ کیا یا اس طرح اُس کی صورتیں بدلیں۔ عاشر آفندی کے کتب خانہ میں میں نے ایک بڑی ضخیم کتاب خاص اس موضوع پر دیکھی۔ مصنف نے دعوی کیا ہے کہ ہر قسم کے مضامین عرب جاہلیت نے ایجاد کئے پھر متاخرین نے اُنکو ترقی دی۔ اور نئے نئے پیرائے نکالے۔ تمام کتاب اسی دعویٰ کے ثبوت میں ہے۔ مصنف ہر مضمون کے لئے عرب جاہلیۃ کا ایک شعر نقل کرتا ہے اور بتلاتا ہے کہ اسلامی شعرا میں سے فلاں شاعر نے اسی مضمون کو بدل کر اس طرح لکھا۔ پھر دولت بنو اُمیہ اور عباسیہ کے شعرا نے اُسی سے اور صورتیں پیدا کیں اس کتاب کو پڑھ کر مصنف کی وسعت نظر اور دقیقہ سنجی پر حیرت ہوتی ہے اور ساتھ ہی افسوس ہوتا ہے کہ متاخرین اس قسم کی نادر کتابوں کی پیروی نہ کر سکے کہ آج قسم کی کتابیں ملتیں۔

(۵) مشہور حکماء اور رائے فن کی کتابیں جس کثرت سے یہاں موجود ہیں اور کہیں نہیں مل سکتیں۔ امام غزالی۔ بوعلی سینا۔ فخر رازی۔ فارابی۔ کی وہ کمیاب تصنیفات جن کے نام صرف ابن خلکان وغیرہ کے ذریعے سے معلوم ہیں۔ اکثر یہاں موجود ہیں۔ معارف وحقیقت کے متعلق بوعلی سینا اور حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر کی آپس میں جو خط وکتابت وقتاً فوقتاً ہوئی ہے وہ رسالوں کی شکل میں موجود ہے۔

ابن سینا کی نسبت یہ امر مدتوں سے بحث طلب ہے کہ اس نے فلسفہ یونانی پر کچھ اضافہ کیا ہی یا نہیں کتاب الشفا میں اس نے لکھا ہے کہ "میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ ارسطو کا فلسفہ ہے اپنے خاص فلسفہ کو میں نے حکمت مشرقیہ میں لکھا ہے"۔ یورپ والوں کو اس کتاب یعنی حکمت مشرقیہ کی نہایت تلاش ہے اور چونکہ ان کو یہ کتاب نہیں مل سکتی اس لئے پروفیسر منک نے اپنی کتاب ربط فلسفۃ الیہود والاسلام میں لکھا ہے کہ حکمۃ مشرقیہ ہمکو ملتی نہیں اور جو کتابیں ملتی ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابن سینا نے کچھ اضافہ نہیں کیا۔ کتب خانہ جامع ابا صوفیہ میں اس نایاب کتاب کا نہایت عمدہ نسخہ موجود ہے۔ مسلمان تو اس کو پڑھنے اور فلسفہ یونانی سے موازنہ کرنے کی زحمت کب گوارا کرتے لیکن اگر یورپ والوں کو یہ کتاب ملجاتی تو کچھ شبہ نہیں کہ اس بحث کا کہ مسلمانوں نے فلسفہ یونانی میں کچھ اضافہ کیا یا نہیں قطعی فیصلہ ہو جاتا۔ میں نے قلت فرصت کی وجہ سے اس کتاب کو سرسری طور سے دیکھا بظاہر اس میں کوئی جدت

نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زیادہ تدقیق کی نگاہ سے دیکھنے کا موقعہ ہوتا تو کچھ رائے قائم ہو سکتی۔

تاریخ و ادب کی بعض کتابوں کے نام

تاریخ اور ادب کی نایاب کتابیں میں نے یہاں دیکھیں ان میں سے چند کے نام ذیل میں درج ہیں تاریخ خطیب بغدادی تمام وکمال تاریخ اسلام از علامہ ذہبی ۸ جلدوں میں۔ تاریخ الحکما از جمال الدین قفطی۔ تاریخ کبیر امام بخاری تین جلدوں میں۔ تجارب الامم ابن مسکویہ منتظم لابن الجوزی مراۃ الزماں لسبط ابن الجوزی۔ مسالک الابصار لابن فضل اللہ ۲۰ جلد عقد الجمان لبدر الدین العینی ۸ جلد۔ مختصر تاریخ دمشق ابن عساکر لجمال الدین بن مکرم الانصاری ۳ جلد۔ رحلۃ ابن خلدون نہایت الارب للنویری۔ طبقات الادبا لیاقوت الحموی۔ طبقات کبریٰ لابن سعد۔ طبقات الامم لابن صاعد الاندلسی۔ کتاب الاشراف للبلاذری تمام وکمال۔ سیرۃ العمرین لابن الجوزی۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ صناعتین للعسکری۔ دلائل الاعجاز لعبد القاہر الجرجانی۔ تذکرہ ابن حمدون شرح تبریزی بر دیوان ابو تمام دیوان ابو نواس مکمل۔ سرقات المتنبی لابن العمید۔ مجموعہ رسائل ابو اسحٰق صابی۔

کتب خانوں سے یہاں کے باشندے متمتع نہ

کتب خانوں کے ذکر میں مجھکو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ نایاب کتابیں یہاں بالکل بیکار ہیں۔ اولاً تو یہ کتب خانے دن میں دو تین گھنٹے کے لئے کھلتے ہیں اس کے ساتھ سال میں دو تین مہینے متصل تعطیل رہتی ہے۔ ان باتوں کے ساتھ اعلیٰ مذاق کی یہ کمی ہے کہ نایاب اور قدیم کتابیں یوں ہی پڑی رہتی ہیں کوئی شخص اُن کو اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ کتب خانوں میں جب لوگوں کو کتابوں کے مطالعہ میں مشغول دیکھتا تھا تو ہمیشہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کس قسم کی کتابیں ان کے پیش نظر ہیں۔ لیکن میں نے کسی کے سامنے مختصر معانی۔ ایساغوجی۔ شرح وقایہ جلالین وغیرہ کے سوا کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ البتہ کبھی کبھی غیر ملکوں کے نامور علما آ نکلتے ہیں اُن کو نایاب اور عمدہ کتابوں کی جستجو رہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کل دنیائے اسلامی میں تعلیم کا طریقہ ایسا ابتر اور ذلیل ہو گیا ہے کہ چند درسی کتابوں کے سوا لوگوں کو کسی قسم کی جدید معلومات کی طرف رغبت ہی نہیں ہوتی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ جدت اور ایجاد کا مادہ قوم سے مسلوب ہوتا جاتا ہے اور جس قدر کہیں کہیں کچھ رہ گیا ہے آیندہ اس کی بھی امید نہیں۔

تنبیہ میں نے کتب خانوں کے بیان میں جو تفصیل کی وہ ایک خاص غرض سے کی اور میں چاہتا ہوں کہ قوم کو اس کی طرف متوجہ کروں یورپ میں اس قسم کی متعدد انجمنیں قائم ہیں جنکا مقصد قدیم عمدہ کتابوں کا بہم پہنچانا اور اُن کو چھاپ کر شائع کرنا ہے۔ انہیں انجمنوں کی بدولت عربی زبان کی وہ قدیم اور نادر الوجود کتابیں ہمکو میسر آئی ہیں جن کے دستیاب ہونیکا خیال بھی نہیں آتا تھا۔ یہی انجمنیں ہیں جنہوں نے تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری کا کامل نسخہ بہم پہنچایا۔ اور اس کی بہت سی کتابیں چھاپ کر شائع کیں حالانکہ معدوم

کے علما اس نایاب تاریخی خزانے سے بالکل ناامید ہو چکے تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو یقین دلادیا تھا کہ وہ دنیا سے ناپید ہو چکی بے شبہ یورپ کا یہ بہت بڑا احسان ہے اور ہم کو اس کا علانیہ اقرار کرنا چاہیئے۔ بزرگان قوم سے میری درخواست ہے کہ وہ اس قسم کی عظیم الشان انجمن بنائیں۔ عام چندے سے کافی سرمایہ جمع کیا جائے۔ قابل اور لائق مصنفین کتابوں کے انتخاب کیلئے ممبر مقرر ہوں۔ قسطنطنیہ اور مصر سے کتابیں نقل کراکر منگائی جائیں اور چھاپکر شائع کی جائیں۔ یہ کام بظاہر عظیم الشان اور قوم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے غیر ممکن معلوم ہوتا ہی لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہی۔ اگر چار کروڑ مسلمانوں میں سے ..اسلمان بھی آمادہ ہوجائیں اور ایک قلیل مقدار چندے کی دینا گوارا کریں تو اس کام کا انجام پانا کچھ مشکل نہیں۔ حیدرآباد میں دائرۃ المعارف الدکنیہ کے نام سے جو انجمن قائم ہے اور جس کے ایک معزز ممبر نواب اقبال یار جنگ بہادر ہیں ہم کو امید ہے کہ وہ ہماری گذارش پر توجہ کرے گی۔ ہم شکر گزاری کے ساتھ اس کی علمی فیاضیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ہم کو اس سے زیادہ فیاضیوں کی ضرورت ہے اور ہم کو امید ہے کہ دائرۃ المعارف اور زیادہ توجہ اور اہتمام سے اس مقصد پر متوجہ ہوگی۔

زوایا یا خانقاہیں

خانقاہیں جنکو یہاں تکیہ اور زکایا کہتے ہیں نہایت کثرت سے ہیں۔ اخیر رپورٹ جو مرتب ہوئی ہے اس میں ۳۰۵ خانقاہوں کے نام مع تفصیل مقام و دیگر حالات کے درج ہیں۔ لیکن خانقاہ کے لفظ سے وہ معنی مقصود نہیں جو ہمارے ملک میں مستعمل ہیں ان ممالک میں یہ ایک عجیب فیاضانہ طریقہ ہے۔ جو درحقیقت حیرت انگیز ہے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں ہر ملک اور ہر فرقہ کیلئے جداجدا خانقاہیں ہیں اس ملک اور فرقہ کا مسافر وہاں آنکلتا ہے تو بغیر کسی قسم کی روک ٹوک کے خانقاہ میں جاسکتا ہے۔ اور جب تک چاہے قیام کرسکتا ہے۔ کھانا اور ایک وقت کی چائے مفت ملتی ہے۔ یہ فیاضی یہانتک عام ہے کہ باوجود بعد مسافت اور بے تعلقی کے قسطنطنیہ۔ دمشق۔ بیت المقدس۔ حلب۔ موصل۔ دیاربکر۔ ان تمام مقامات میں ہندوستانیوں کیلئے جداجدا خانقاہیں ہیں اور ان کے لئے گوشت اور جنس کی ایک مناسب مقدار مقرر ہے۔

یہ خانقاہیں امرا اور رئیسوں نے قائم کی ہیں اور اس قدر جائداد وقف کردی ہے جس سے مقررہ مصارف ہمیشہ ادا ہوتے رہتے ہیں۔ ہر خانقاہ میں ایک شیخ ہوتا ہی۔ جس کو معقول تنخواہ و خوراک ملتی ہی اور خانقاہ کا تمام انتظام اس سے متعلق رہتا ہے۔ میں نے متعدد خانقاہوں کی سیر کی بعض بعض کی عمارت

خوش فضا اور موزوں ہے کھانے کی نوعیت اور مقدار بھی کافی ہے۔ خاص قسطنطنیہ کی خانقاہوں کے سالانہ مصارف کا تخمینہ چار پانچ لاکھ سے کم نہیں کیا جاسکتا ہے درحقیقت ترکوں کی فیاضی کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے اور اسمیں شبہ نہیں کہ جس زمانہ میں یہ طریقہ قائم ہوا تھا اس عہد کے لحاظ سے نامناسب بھی نہ تھا تم نے عربی تاریخوں میں پڑھا ہوگا کہ تمام ممالک اسلامی میں سیاحوں اور طالبعلموں کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا وہ انہیں خانقاہوں اور زاویوں کی بدولت تھا۔ ابن بطوطہ کو اپنے عالمگیر سفر میں اسی طرح کی وجہ سے مدد ملی تھی چنانچہ اس نے سفرنامے میں ان زاویوں کو نام بنام لکھا ہے لیکن یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں تو مفید تدبیریں مضر بن جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو سیر و سیاحت اور جغرافیانہ تحقیقات۔ تحصیل علم کا مذاق تو جاتا رہا۔ اس لئے اب یہ طریقہ کاہلی۔ مفت خوری۔ دریوزہ گری کا ایک ذریعہ رہ گیا ہے اور قومی زندگی کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ میں نے اکثر خانقاہوں میں خود جا کر دیکھا کئی کئی برس کے مسافر آئے ہوئے پڑے ہیں نہ کسی قسم کا شغل ہے نہ کچھ کام ہے۔ لکھنؤ کے عہدیوں کا جو حال سنا کرتے تھے یہاں آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ شیوخ جن کو خانقاہوں کا انتظام سپرد ہوتا ہے۔ اور تمام نقد و جنس اُن کے اہتمام میں رہتی ہے عموماً خائن اور بددیانت ہیں۔ خود نہایت آرام و عیش بسر کرتے ہیں اور مسافروں کیلئے جو مقدار مقرر ہے۔ اس کا آدھا۔ تہائی۔ چوتھائی بھی ان کو نہیں دیتے ہندی خانقاہ کے شیخ ایک کشمیری صاحب ہیں انہوں نے کئی بیویاں کرلی ہیں۔ خانقاہ سے الگ ایک مکان بنوالیا ہے اکثر وہیں رہتے ہیں۔ ڈھائی سیر روز گوشت جو روزانہ خانقاہ کیلئے مقرر ہے۔ وہ قریباً کل حضرت کے تصرف میں آتا ہے۔ اور مسافروں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ خانقاہ کی عمارت جابجا سے ڈھے چلی ہے۔ صحن میں کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگا رہتا ہے مختصر یہ کہ وحشت اور ویرانی کی پوری تصویر ہے میں نے اور جن خانقاہوں کو دیکھا وہ اگرچہ ہندی خانقاہ سے ہر بات میں بہتر تھیں۔ لیکن دیانت اور راستبازی کا کہیں پتہ نہیں ملتا اس طرح کئی لاکھ سالانہ کی رقم نہایت بُری طرح برباد ہوتی ہے

خانقاہ سے قومی زندگی کو نقصان پہنچنا

مساجد جامع۔ اور مشہور مقامات

جامع مسجدوں کی کثرت اور اُن کی خوبی عمارت اور عظمت وشان کے لحاظ سے قسطنطنیہ دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ محمد فاتح کے عہد سے جو اس دارالخلافہ کا پہلا تخت نشین تھا۔ آج تک جس قدر فرمانروا گذرے ہر ایک کی یادگار میں ایک جامع مسجد موجود ہے۔ اور بڑی شوکت وشان کی ہے۔ ان میں سے جامع فاتح۔ جامع سلیمان جامع بایزید۔ جامع والدہ سلطان۔ جامع سلطان احمد جامع ایا صوفیہ

زیادہ ممتاز ہیں اور ان سب میں جامع ایا صوفیہ اور بھی زیادہ عالیشان اور پرشوکت ہی۔ ان مسجدوں کی وضع ہمارے یہاں کی مساجد سے بالکل الگ ہی۔ نہ دالان نہ محرابیں نہ صحن صرف ایک گنبد ہوتا ہی لیکن اس قدر وسیع کہ کئی ہزار آدمی اس میں آسکتے ہیں اگرچہ ہندوستان کے مذاق کے لحاظ سے ان مسجدوں کو خوبصورت اور موزوں نہیں کہہ سکتے تاہم گنبد کی بے انتہا وسعت اور عمارت کا ارتفاع انسان کو دفعۃً متحیر بلکہ مرعوب اور حیرت زدہ کردیتا ہے ہر مسجد میں کئی کئی سو بتیوں کے آہنی جھاڑ ہیں۔ معلوم ہوتا ہی کہ جھاڑ کا رواج بہت قدیم زمانہ سے ہے اسپین کی عربی تاریخوں میں ثریا کے لفظ سے غالباً اسی قسم کے جھاڑ مراد ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہی کہ وہاں شیشے اور بلور کے ہوتے تھے یہاں لوہے کے ہیں۔ عموماً تمام مساجد میں ایک خاص التزام ہے اور اس سے قیاس ہوتا ہے کہ سلاطین کو مذہب تسنن میں نہایت غلو تھا۔ اور بات بات میں اس کا اظہار کرتے تھے۔ عموماً ہر مسجد میں چار بڑی بڑی ڈھالیں چاروں کونوں پر ہوتی ہیں اور ان پر آب زر سے نہایت خوشخط اور جلی حرفوں میں ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ لکھا ہوتا ہے بالکل اس طرح جس طرح زیب و آرائش کیلئے دیواروں پر استادوں کے لکھے ہوئے قطعے لٹکاتے ہیں۔

مسجدوں کی آراستگی

تمام مسجدیں پرتکلف اور آراستہ ہیں معمولی چٹائی اور جمعہ و عیدین کو عمدہ و بیش قیمت قالین کا فرش بچھتا ہے۔ مسجد کے ایک طرف کچھ زمین چھوٹی ہوتی ہے جس میں وضو کرنیکے لئے سقادہ بنا ہوتا ہے۔ میں نے اس بات کو نہایت پسند کیا کہ یہاں حوض کا مطلق رواج نہیں۔

جامع ایا صوفیہ

جامع ایا صوفیہ جو سب سے زیادہ عالی شان ہے اور تمام مسجدیں اسی کے نمونہ پر بنی ہیں دراصل ایک بہت بڑا گرجا تھا جس کو قسطنطین نے ۳۲۶ء میں تعمیر کیا تھا۔ سات برس تک اسکی تعمیر جاری رہی اور سو معمار اور دس ہزار مزدور کام کرتے تھے۔ محمد فاتح نے کسی قدر تغیر کرکے اس کو مسجد بنالیا۔ ابن بطوطہ نے اس کو گرجا ہونیکی حالت میں دیکھا تھا۔ وہ لکھتا ہی کہ یہ رومیوں کا سب سے بڑا گرجا ہے۔ اور چونکہ کوئی غیر شخص اس کے اندر نہیں جاسکتا اس لئے میں اندر کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ باہر سے اسکی یہ صورت ہے کہ ایک میل کا احاطہ ہے اور تمام زمین میں رخام کا فرش ہی بیچ میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کناروں پر ایک ہاتھ بلند رخام کی دیوار ہے اس دیوار پر عمدہ پچی کاری کا کام ہے اور نہایت عمدہ بیل بوٹے بنے ہیں۔ گرجے کا دروازہ چاندی اور سونے کے پتروں سے منڈھا ہوا ہے۔ لوگوں کے بیان سے ظاہر ہوا کہ کئی ہزار پادری اور رہبان اس گرجے میں دن رات رہتے ہیں۔

ابن بطوطہ نے جو صورت بیان کی افسوس اب وہ باقی نہیں رہی۔ احاطہ جس میں نہر تھی مسجد سے بالکل باہر ہے اور قہوہ خانہ بن گیا ہے۔

واقعی یہ عمارت عجیب وغریب اور حیرت افزا ہے بیچ کے گنبد کا قطر ۱۱۵ فٹ اور چھت کا ارتفاع ۱۸۰ فٹ ہی، استون ہیں اور کل سنگ سماق اور رخام کے ہیں۔ ان ستونوں کا قطر تین تین چار چار فٹ سے کم نہیں دروازہ جو قسطنطین کے زمانہ کا ہی اور تانبے کا ہی اُسپر قدیم زمانہ کی تصویریں بنی ہیں اور ابتک قائم ہیں چھت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کی جو تصویریں تھیں اُنکے آثار اب بھی موجود ہیں۔

قابل دید مقامات بہت ہیں مثلاً یونانیوں کے معابد قدیم۔ سلح خانہ خزانہ یعنی جہاں تمام سلاطین عثمانیہ کی پورے قد کی تصویریں مع اصلی لباس واسلحہ وجواہرات کے ہیں۔ توپوں کے ڈھالنے کا کارخانہ موزہ خانہ۔ یعنی عجائب خانہ قدیم۔ جہاں نہایت قدیم زمانے کے پتھر اور کتبے ہیں اسمیں اسکندر یونانی کا سنگین تابوت بھی ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن میں اکثر مقامات کو نہ دیکھ سکا۔ اس لئے انہیں مقامات پر اکتفا کرتا ہوں جس کی خود میں نے سیر کی۔

ترس خانہ۔ یعنی جہازوں کے بنانے کا کارخانہ بہت بڑا عظیم الشان کارخانہ ہے اور چونکہ حربی صیغہ سے تعلق ہے محکمہ بحریہ کی تحریری اجازت کے بغیر کوئی شخص وہاں جا نہیں سکتا۔ خوش قسمتی سے ایک محکمہ بحریہ کے معزز عہدہ دار ہمارے دوست شیخ علی ظبیان کے شناسا تھے۔ انہوں نے مہربانی سے ایک عہدہ دار کو ساتھ کر دیا۔ جس نے ہمکو تمام کارخانہ کی بخوبی سیر کرائی۔ یہ صاحب عربی خوب سمجھتے تھے اور بولتے تھے اور اس وجہ سے ہم ہر ایک بات کو تفصیلاً دریافت کر سکتے تھے۔ یہ کارخانہ مختلف حصوں میں منقسم ہے۔ جس کا صدر مقام ایک بہت بڑی مستطیل دو منزلہ عمارت ہی۔ جہاں بڑے بڑے انجن ہیں اور اُن کے ذریعہ سے سینکڑوں کلیں چلتی ہیں ہمارے رہنما نے اوّل ہمکو اوپر کے درجہ کی سیر کرائی پہلے ایک بڑے کمرے میں لیگئے۔ وہاں چند معزز افسر ایک لمبی میز کے گرد بیٹھے ہوئے ایک جہاز کا نقشہ تیار کر رہے تھے نقشہ جب تیار ہو جاتا ہے تو دوسرے آفس میں بھیجدیا جاتا ہی جہاں اس نقشہ کے موافق جہاز کا مختصر سا نمونہ تیار کیا جاتا ہے۔ یہ نمونہ لکڑی کا ہوتا ہے اور باوجود مختصر ہونے کے جہاز کا پوری تصویر ہوتا ہے۔ یہ نمونہ اوّل سلطان کے ملاحظہ میں پیش ہوتا ہے اور منظوری کے بعد اسی کے نمونہ کے موافق جہاز تیار کیا جاتا ہی۔ ان نقلی جہازوں کے دقائق اور نکتے تو میں کیا سمجھ سکتا تھا۔ لیکن بظاہر نہایت دقت نظر اور استادی کا کام معلوم ہوتا تھا

ان چیزوں کو دیکھ کر ہم نیچے اُترے۔ یہاں سینکڑوں کلیں چل رہی تھیں اور جدا جدا کام ہو رہے تھے ایک طرف پرزے ڈھل رہے تھے ایک طرف لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں پر سینکڑوں من کا گھن پڑتا تھا اور چادریں بنتی جاتی تھیں۔ اس عمارت کے آگے ایک بہت بڑا لمبا احاطہ ہے وہاں ایک جہاز تھا جو بالکل تیاری کے قریب تھا۔ صرف چادر چڑھانی باقی تھی ہم نے یہاں تارپیڈو کی بہت سی کشتیاں دیکھیں جو اسی کارخانہ کا

تارپیڈو کی کشتیاں

سے تیار ہوئی تھیں اور سمندر میں ڈالی گئی تھیں۔ ان جہازوں میں اوپر کے درجے میں کوئی چیز نہیں ہوتی سارا جہاز لکڑی کا ایک وسیع تختہ نظر آتا ہے۔ آلات حرب اور ہر قسم کی ضروری چیزیں یعنی باورچیخانہ، خوابگاہ، کھانے کا کمرہ۔ غرض جو کچھ ہوتا ہے وہ اندر رہتا ہے۔ ہمارے رہنما نے ہمکو ایک کشتی کی سیر بھی کرائی۔ لیکن چونکہ اندر جگہ بہت کم ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر میں ہمارا دم گھٹنے لگا۔ اور ہم جلد باہر نکل آئے۔ نہایت قابل تعریف بات یہ ہے کہ اتنا بڑا عظیم الشان کارخانہ صرف ترک چلاتے ہیں تمام افسر اور کاریگر اور ملازم ترک ہیں۔ صرف ایک یورپین معمولی درجہ کا ملازم ہے اور وہ بھی قدامت کے لحاظ سے بحال رکھا گیا ہے انجن بھی یہاں تیار ہوتے ہیں اور ترکوں کا بیان ہے کہ یورپ کے بنے ہوئے انجنوں سے کسی بات میں کم نہیں ہوتے ایک افسر نے مجھ سے کہا کہ اس قسم کے تمام کاموں میں ہمیں یورپ کی احتیاج نہیں۔

مقتولان ینگ چری

مقتولان ینگ چری ترکوں کی تاریخ میں ینگ چری کا لفظ نہایت امپارٹنٹ لفظ ہے سلطان آرخان نے جو سلاطین ترک میں دوسرا تخت نشین تھا ۷۶۳ھ میں حکم دیا کہ اسیران جنگ سے ہر سال کثرت سے گرفتار ہو کر آتے تھے ایک خاص تعداد منتخب ہو کر ایک فوج تیار ہو۔ حاجی بکتاش نے جو سلطان کا مرشد تھا اس فوج کا نام ینگ چری رکھا جس کے معنی ترکی زبان میں فوج جدید کے ہیں۔ فتوحات کی کثرت سے اس فوج میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ دو تین نسل کے بعد یہی فوج حکومت کی دست بازو بن گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ یہ گرفتاران جنگ عموماً عیسائی نسل سے ہوتے ہیں اور فوج میں داخل ہو کر بھی مدتوں اپنے قدیم مذہب پر قائم رہتے تھے تاہم ترکی حکومت کے ساتھ ان کو یہ اخلاص تھا کہ خود ترکوں کو اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا تھا ترکوں نے جو ایک مدت تک یورپ کو اپنا صیدگاہ بنا رکھا تھا وہ انہیں جانبازوں کی بدولت تھا ۱۸۲۶ء میں جب سلطان محمود نے یورپ کے اصول پر فوج کو مرتب کرنا چاہا۔ تو ان لوگوں نے بغاوت کی۔ سلطان نے ایک جدید فوج پہلے سے مرتب کر رکھی تھی۔ اہل شہر نے بھی شاہی جدید فوج کا ساتھ دیا۔ غرض خاص قسطنطنیہ میں ایک سخت معرکہ ہوا۔ ینگ چری فوج بالکل برباد ہو گئی۔ اس کے ساتھ شاہی فوج کو بھی نقصان پہنچا اور وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جان سے مارے گئے۔

یہ مکان اسی معرکہ کی عبرت انگیز یادگار ہے۔ وزیر اعظم۔ شیخ الاسلام اور ینگ چری فوج کے تمام بڑے بڑے نامور افسروں کی پورے قد کی مورتیں ہیں۔ سپاہیوں اور سپہ سالاروں کی پُر رعب شکلیں اور قدیم زمانہ کا لباس اور اسلحہ حرب۔ سکوت اور خاموشی کا عالم یہ تمام باتیں جمع ہو کر کچھ ایسا ہیبت انگیز سماں پیدا ہو گیا ہے کہ دن کو وہاں جاتے ڈر لگتا ہے دو پہلوانوں کو میں نے دیکھا سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق۔ سر پر خود۔ چہرے پر جھلم ہاتھوں پر آہنی دستانے۔ بدن میں زرہ اور چار آئینہ ٹخنوں تک کے آہنی

موزے غرض آنکھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کُردی جوان ہیں جو خاص پائیگاہ کی خدمت پر مامور تھے۔ میرے تخمینہ میں ایک من لوہے سے کم بوجھ انکے بدن پر نہ تھا تعجب ہے کہ اس قدر وزن کے ساتھ وہ لڑتے کیونکر تھے۔ افسروں کے لباس عجیب وغریب قسم کے ہیں بعض بعض کی پگڑیاں ہاتھ ہاتھ بھر اونچی ہیں۔ یہاں ہر وقت سرکاری پہرہ رہتا ہے اور ٹکٹ حاصل کرنیکے بغیر کوئی شخص وہاں جا نہیں سکتا۔

عجائب خانہ

موزہ خانہ یعنی عجائب خانہ۔ عجائب خانے دو ہیں ایک سرکاری جہاں نہایت قدیم زمانہ کے پتھر اور کتبے اور اس قسم کی یادگار چیزیں ہیں۔ سکندر یونانی کا سنگی بت بھی ہے۔ افسوس ہے کہ مجکو اسکی سیر کا اتفاق نہیں ہوا دوسرا کسی عیسائی سوداگر نے قائم کیا ہے۔ عمارت اور تمام چیزیں معمولی ہیں جو کچھ سیر کے قابل ہے وہ دنیا کے مختلف حصوں کے آدمیوں کی مورتیں ہیں۔ یہ مورتیں اس خوبی سے بنائی ہیں کہ بالکل اصلی معلوم ہوتی ہیں ایک عورت دیکھی جس کے ہونٹ نہایت موٹے تھے اور نیچے کے ہونٹ میں آرپار چھید کر کے لکڑی کی گلی ڈالی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ وہاں کا زیور ہے۔ پہلے تو مجھکو نہایت تعجب ہوا۔ پھر خیال آیا کہ ہمارے ملک میں ناک کان چھید کر نتھ اور بالیاں وغیرہ پہناتے ہیں تو ہونٹوں نے کیا قصور کیا ہے کہ اس زینت سے محروم رکھے جائیں۔

ایک درد انگیز تماشا

یہاں میں نے ایک عجیب درد انگیز تماشا دیکھا جس کا اثر دیر تک میرے دل پر رہا ایک جداگانہ کمرے میں چند عورتیں ہیں جو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہیں ایک شکنجہ میں دابی جارہی ہے ایک کی پیٹھ پر جلتے ہوئے لوہے کی پٹری رکھدی ہے کہ گردن سے لیکر کمر تک چار چار انگل کھال اُتر گئی ہے اس طرح اوروں کو عجیب عجیب طریقہ سے اذیت دیجارہی ہے۔ یہ عورتیں صورت اور وضع ولباس سے دولتمند اور شریف معلوم ہوتی ہیں اکثر کمسن اور خوبصورت ونازک اندام ہیں سخت تعجب ہوتا تھا۔ کہ کن ظالم ہاتھوں نے ان حسن کی دیبیوں پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت کی ہوگی دریافت سے معلوم ہوا کہ اسپین میں جب اسلامی حکومت برباد ہوگئی اور عیسائیوں کی سلطنت قائم ہوئی تو عموماً مسلمان تبدیل مذہب پر مجبور کئے گئے اور چونکہ اسلام کا اثر آسانی سے دلوں سے مٹ نہ سکتا تھا۔ انکو انواع واقسام کی اذیتیں دی جاتی تھیں اور بیکسی اور کمزوری کے لحاظ سے عورتوں پر زیادہ ظلم کیا جاتا تھا۔ یہ مظلوم عورتیں اسی عبرت انگیز واقعہ کی یادگار ہیں۔ اس وقت مجھکو خیال ہوا کہ آہا! یہی عیسائی ہیں جو ہمکو طعنہ دیتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا!

میں یہ معمانہ سمجھا کہ عجائب خانہ کے بانی نے جو عیسائی ہے ان تصویروں کو کس غرض سے یہاں رکھا ہے۔ کیا وہ عیسائیوں کا پر فخر کارنامہ دکھانا چاہتا ہے اور حکومت ترک جو اس سے تعرض نہیں کرتی

تو گویا اپنی بے تعصبی کا ثبوت دینا چاہتی ہی ہیں تو اس بات کو نہایت ناپسند کرتا ہوں کہ دنیا کی مختلف قوموں میں جو ناگوار واقعات کسی قدیم زمانہ میں پیش آئے۔ دوبارہ منظر عام پر لائے جائیں۔

سیر گاہیں

قسطنطنیہ اور اُس کے اطراف وجوار میں کثرت سے عجیب پرلطف قدرتی سیر گاہیں ہیں اور غنیمت یہ ہے کہ شہر والے اس نعمت کے قدرشناس بھی ہیں۔ ہر سیر گاہ کیلئے ایک خاص دن مقرر ہے۔ اُس دن وہاں عجیب پرلطف مجمع ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک والے قدرتی مناظر کے مذاق سے آشنا نہیں ورنہ خاص ان سیر گاہوں کے دیکھنے اور ان سے مزہ اٹھانے کیلئے لوگ قسطنطنیہ کا سفر کرتے اور یہ کوئی عجیب بات نہ خیال کی جاتی۔ ان میں سے میں نے دو تین کی سیر کی اور اُنکے مختصر حالات لکھتا ہوں۔

رصوی — خونکر صوی قسطنطنیہ کی تمام سیر گاہوں میں سب سے زیادہ پرلطف اور دلفریب ہی۔ اسی بنا پر اُس کو سلطان المعظم کے نام سے منسوب کیا ہے۔ خونکر۔ فارسی لفظ خونگر کی تحریف ہی ترکی میں خون کا مالک یعنی خونریز بادشاہ وقت کو کہتے ہیں اور رصوی کے معنی پانی اور چشمہ کے ہیں اس بنا پر خونکر صوی کا لفظی ترجمہ "شاہی چشمہ" ہے یہ مقام شہر سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑوں کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہی اور نہایت شاداب اور سرسبز ہے۔ اس میں ایک قطعہ نہایت موزوں نکل آیا ہے جو پہاڑ کی بلند سطح پر واقع ہی خاص جس جگہ تماشائیوں کا مجمع ہوتا ہے وہ نہایت پرلطف مقام ہے سایہ دار درختوں کی دورویہ قطاریں ہیں جہاں تک نظر کام کرتی ہے سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے ایک طرف آبشار ہے جس کا پانی ایک حوض میں جمع ہوتا جاتا ہے درختوں کے نیچے جابجا دو دو چار چار آدمیوں کی ٹکڑیاں ہوتی ہیں چاء اور قہوہ کا دور چلتا ہے۔ حوض پر باجا بجتا ہے اور فرنچ اور ترکی گانا ہوتا ہے بھانڈ نقلیں کرتے ہیں۔

پانچ چھ زینے چڑھ کر پہاڑ کی اصل چوٹی ہے اور وہ نہایت مسطح اور سایہ دار ہے یہ خاص عورتوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور کثرت سے ٹرکش لیڈیاں جمع رہتی ہیں نازک اندام عورتوں کے لئے بیس تیس میل کی مسافت پہاڑ کی چڑھائی۔ گھوڑے یا خچر کی سواری کچھ کم تکلیف کی بات نہیں۔ لیکن یہ جگہ کچھ ایسی دلاویز ہے کہ سب تکلیفیں اس کے لئے گوارا کی جا سکتی ہیں۔

مقری کوئی۔ یہ ایک قہوہ خانہ ہے جو عین سمندر کے کنارے پر ہے اور نہایت پرفضا مقام ہی موجیں بار بار کراٹرے سے آکر ٹکراتی ہیں اور عجیب مزہ آتا ہے۔ یہاں ایک خاص بات یہ ہی کہ چھ سات یہودی عورتیں ایک بلند چبوترے پر بیٹھ کر عربی گیت گاتی ہیں چونکہ اس سے پہلے میں نے عربی راگ نہیں

سنا تھا مجھپر ایک خاص اثر ہوا سب ملکر ساتھ گاتی تھیں اور دف کی قسم کا ایک باجا بجاتی جاتی تھیں

محرّم

قسطنطنیہ کا محرم

یہاں کا محرم بھی ایک قابل ذکر چیز ہے۔ اہل عجم جو مختلف تعلقات کی وجہ سے یہاں بود و باش رکھتے ہیں اُن کی تعداد پچاس ساٹھ ہزار سے کم نہیں ہے۔ بہت سے سرکاری محکموں میں ملازم ہیں بہت سے تاجر۔ پیشہ ور اور مزدور ہیں اگرچہ یہ لوگ شہر کے تمام حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن کثرت سے جہاں رہتے ہیں وہ والدہ خانہ نام ایک محلہ ہے۔ محرم کے زمانے میں دھوم دھام کی مجلسیں اور نوحہ و بکا کا ہنگامہ زیادہ تر یہیں ہوتا ہے مجلسوں میں یہاں سوز اور تحت اللفظ کا دستور نہیں صرف حدیث خوانی ہوتی ہے اور در حقیقت مجلس عزا کا مقصود بھی یہی ہے۔ عام طریقہ یہاں کا یہ ہے کہ اول ممبر کے قریب کھڑے ہوکر زبانی جناب امیر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل اور مناقب کے متعلق اشعار پڑھتا ہے پھر ایک مجتہد عالم ممبر پر بیٹھکر حالات کربلا کو وعظ کے طور پر نہایت خوبی اور صفائی سے بیان کرتا ہے مجکو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ ترک عموماً ان محفلوں میں ادب اور خلوص کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ ترکوں کے لحاظ سے بجز ایک دو موقعوں کے اور تمام مجلسوں میں وعظ جو ہوتا ہے ترکی ہی زبان میں ہوتا ہے۔

ماتم کے عجیب و غریب طریقے

ماتم کے چند طریقے ہیں اور بعض نہایت عجیب اور موثر ہیں ادنٰے درجہ کا ماتم یہ ہے کہ نہایت زور سے چھاتی پیٹتے ہیں یہانتک کہ اُس جگہ کا گوشت اُبھر آتا ہے۔ دوسرا طریقہ زنجیروں سے ماتم کرنا ہے تیس تیس چالیس چالیس آدمیوں کا حلقہ ہوتا ہے اور سینہ یا پشت پر اس زور سے زنجیریں مارتے ہیں کہ دور تک آواز جاتی ہے۔ تیسرا طریقہ تلواروں سے ماتم کرنیکا ہے اور وہ شب شہادت کے ساتھ مخصوص ہے ماتم کرنے والے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے صف باندھکر کھڑے ہوتے ہیں اور عجیب جوش و خود رفتگی کے عالم میں یا حسین کہے جاتے ہیں اور سر و پیشانی اور شانوں پر تلواریں مارتے جاتے ہیں زخموں سے خون کی چھینٹیں اُڑ اُڑکر تمام بدن پر پڑتی ہیں اور حلقۂ ماتم گویا لڑائی کا میدان بنجاتا ہے۔ اس عبرت انگیز ہنگامہ کے دیکھنے کے لئے خلقت کا نہایت اژدحام ہوتا ہے اور مشکل سے وہاں تک رسائی ہوتی ہے۔

سلاملق یا موکب سلطانی اور عید الضحےٰ

قسطنطنیہ میں سلاملق سے زیادہ کوئی چیز پُر اثر اور دلچسپ نہیں ہے۔ سلاملق ترکی لفظ ہے جسکا

لفظی ترجمہ سلام کرنا ہے۔ چونکہ اس موقع پر فوج اور سرداران فوج سلطان کے سلام کو آتے ہیں اسلئے اس رسم کو سلاملق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سلطان عام طور پر قصر شاہی سے کبھی باہر نہیں نکلتے صرف نماز جمعہ پڑھنے کیلئے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور وہیں نماز کے بعد یہ رسم ادا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُسوقت جو شان و شوکت اور عظمت و جلال ظاہر ہوتا ہے زبان یا قلم کے ذریعہ سے اُسکی تصویر کھینچنی مشکل اور سخت مشکل ہے باوجودیکہ مہینے میں چار بار اور سال میں اڑتالیس دفعہ یہ موقعہ پیش آتا ہے اور اس وجہ سے اُسکو ایک معمولی چیز خیال کیا جاتا ہے تاہم ہمیشہ تماشائیوں کا یہ ہجوم ہوتا ہے کہ لوگ درختوں اور آدمیوں کے کندھوں پر چڑھکر تماشا دیکھتے ہیں یورپ کے اکابر اور سیاح جو سیر کو آتے ہیں اس موقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ موکب ہمایوں کی گذرگاہ پر ایک بالاخانہ ہے۔ معزز لوگوں کو ٹکٹ لیکر وہاں بیٹھنے کی اجازت ملتی ہے۔ چنانچہ ہر جمعہ کو ان معزز تماشائیوں کا ایک معتدبہ مجمع موجود رہتا ہے۔ میرے زمانہ اقامت میں ہنگری کے بڑے بڑے ارکان سلطنت قسطنطنیہ کی سیر کو آئے تھے اور اس مجمع میں شریک ہوئے تھے۔

میں ہندوستان میں یہ حالت سُن چکا تھا۔ اس لئے قسطنطنیہ پہونچکر اول اسی کی سیر کا ارادہ کیا ایک شامی عرب کو جنسے حال میں ملاقات ہوگئی تھی ساتھ لیا اور جامع حمیدیہ پہنچا۔ وہاں پہنچکر دیکھا تو دُور دُور تک سپاہیوں کے پرے جمے ہیں اور موکب ہمایوں تک نظر کی رسائی ہی مشکل ہے۔ مجبوراً واپس آیا حسین حسیب آفندی جو کسی زمانے میں بمبئی ٹرکش کانسل تھے اور اب قسطنطنیہ میں پولیس کمشنر ہیں وہ مجکو اس ذریعہ سے جانتے تھے کہ محاربہ روس میں میں نے بحیثیت سکرٹری انجمن تین ہزار کی رقم اُنھیں کے ذریعہ سے قسطنطنیہ کو روانہ کی تھی۔ اسی تعارف کی بنا پر میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور کہا کہ جمعہ کے دن جامع حمیدیہ میں آنا تمہارے لئے میں ٹکٹ لے رکھونگا لیکن میں بدقسمتی سے (اور سچ پوچھئے تو خوش قسمتی سے) جب میں وہاں پہنچا تو وہ موجود نہ تھے دیر تک مسجد کے دروازے پر اُن کا انتظار کرتا رہا۔ قریباً ایک بجے جب سلطان کی آمد آمد کا غل ہوا تو فوجیں دُور دُور تک پھیلکر ہلال کی شکل میں صف آرا ہوگئیں اور تمام راستے رُک گئے میں مایوس ہوکر مسجد میں داخل ہوا اور افسوس کرتا تھا کہ یہ جمعہ بھی خالی گیا تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک گرج کی سی آواز آئی اور تمام میدان گونج اُٹھا۔ معلوم ہوا کہ سلطان کی سواری قریب آپہونچی اور "پادشاہم چوق یشا" [۱] کا نعرہ تھا جو ترکوں کا قومی نعرہ ہے یہ نعرے پے درپے تین بار بلند ہوئے۔ کوکبہ سلطانی مسجد تک آپہنچا اور نعروں کی گونج ابھی تھم نہیں چکی تھی کہ موذن نے جو سلطان کے مشاہدہ جمال کا انتظار کر رہا تھا اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا دونوں آوازیں ملکر عجیب اثر کرتی

[۱] اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے ۱۲

تھیں۔ سلطان کھلی ہوئی گاڑی پر سوار تھے۔ چونکہ مسجد کا صحن داخل مسجد نہیں ہے یعنی وہاں نماز نہیں پڑھتے اور جوتے پہنکر جا سکتے ہیں۔ گاڑی صحن تک آئی اور دیوار کے قریب آکر ٹھہری۔ مسجد دو منزلہ ہے اور اوپر کی مسجد میں گیلری بنی ہے جو خاص سلطان کی نماز پڑھنے کی جگہ ہے سلطان گاڑی سے اُترکر اُوپر کی منزل میں گئے اور اُن کے جانے کے ساتھ گیلری کے دریچوں پر اطلسی پردے چھوڑ دئے گئے کہ اُن پر کسی کی نگاہ نہ پڑ سکے۔

لوگ اطمینان کے ساتھ بیٹھ چکے تو خطیب نے خطبہ شروع کیا۔ افسوس ہے کہ خطیب ترک تھا عرب نہ تھا اس لئے اُس کے لہجہ میں وہ اثر اور کیفیت نہ تھی جو عرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ تاہم جب دوسرا خطبہ شروع ہوا اور اُس نے سلطان المعظم کی طرف اشارہ کرکے پُرجوش الفاظ میں یہ الفاظ پڑھے اَللّٰھُمَّ اُنْصُرْ ھٰذَا السلطان السلطان ابن السلطان الخاقان ابن الخاقان السلطان عبد الحمید خان تو عجیب کیفیت پیدا ہوئی میرا یہ حال تھا کہ آنکھ سے متصل آنسو جاری تھے اور دیر تک بے اختیار زبان سے دُعائیہ الفاظ نکلتے رہے عین اس موقع پر ایک بارگی پندرہ بیس شخص جنکے ہاتھوں میں عرض حال اور درخواستیں تھیں اُٹھ کھڑے ہوئے یہ لوگ سلطان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعائیں دیتے جاتے تھے اور عرضیاں پیش کرتے جاتے تھے۔ عرض بیگی ان کاغذوں کو لیکر جمع کرتا جاتا تھا بعضوں کو میں نے دیکھا کہ سلطان کی طرف اشارہ کرکے زمین تک جھکے اور زمین کو ہاتھ سے چھُوکر ہاتھ کو چوما اگرچہ یہ تمام باتیں خطبہ کے داب اور سکون کے خلاف تھیں تاہم کیفیت سے خالی نہ تھیں دریافت سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو کسی طرح سلطان المعظم تک رسائی کا امکان نہیں ہوتا وہ اس ذریعے سے اظہار مطلب کرتے ہیں اور چونکہ سلطان کا مزاج قدرتی طور پر رحیمانہ اور فیاض ہے کہ اس طریقے کو بند نہیں کیا جاتا۔

نماز کے بعد اتفاق سے حسین حسیب آفندی ملے اور شکایت کی کہ میں تمکو ڈھونڈتا پھرتا تھا کہاں غائب ہوگئے تھے؟ بالاخانہ کا ٹکٹ تو اب نہیں مل سکتا لیکن میں تمہارے لئے اُس سے زیادہ عمدہ موقع نکالتا ہوں۔ نماز پڑھکر تمام لوگ باہر چلے گئے تو سلطان گیلری سے اُترے اور ایک زینہ پر جہاں سے سلاملق کی بخوبی سیر ہو سکتی تھی اور سلطان کو کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا تھا آکر ٹھیرے۔ افسران فوج اور پاشا صحن کے داہنی طرف صف باندھکر کھڑے ہوئے حسین حسیب نے مجکو اسی صف میں لاکر کھڑا کر دیا اور لوگو نسے کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ایک معزز افسر (حسن اخلاق کی وجہ سے) پیچھے ہٹ گیا اور میرے لئے جگہ خالی کردی۔

تھوڑی دیر کے بعد فوجوں کی آمد شروع ہوئی۔ ایوان شاہی سے مسجد تک وسیع اور ڈھلوان سڑک ہے۔ فوجیں جو دُور دُور تک ہلال کی صورت میں صف آرا کھڑی تھیں۔ ایوان شاہی کے سامنے سے گذرتی

ہوئی مسجد کے صدر دروازے سے داخل ہوتی تھیں اور دوسرے دروازے سے نکلجاتی تھیں۔ صفوں کی ترتیب۔ سوار۔ پیادہ۔ بحری بیری۔ توپچی۔ برق انداز۔ ترک۔ کرد۔ عرب کے جداجدا دستے۔ موزوں اور باقاعدہ رفتار زرق برق اسلحے مختلف اور خوشنما وضع کی وردیاں فوجوں کا پے درپے آنا اور وفادارانہ جوش کے ساتھ اپنے شاہنشاہ کے سامنے سے گذرنا ایسا عجیب وغریب سماں تھا جو کسی طرح بیان نہیں ہوسکتا۔ عربوں کا رسالہ جو امپیریل گارڈ ہے اُنکے سروں پر عمامے تھے اور سبز شملے ہوا میں اڑکر عجب لطف دکھاتے تھے۔ متصل تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہریں لیتا رہا اور کم وبیش دس ہزار فوجیں گذریں اخیر میں سلطان کے دونوں شہزادے آئے اور عجب شان سے آئے۔ فوجی لباس تھا اور کمر سے تلواریں بندھی تھیں اگرچہ دس دس بارہ بارہ برس کا سن تھا۔ لیکن جس انداز سے وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور اُن کے چہروں سے جرأت اور شان کا اظہار ہوتا تھا بیان میں نہیں آسکتا۔ شہزادے بھی جاچکے تو سلطان زینے سے اُترے اور افسران فوج اور پاشاؤں کی صفیں جن میں میں بھی شامل تھا دفعۃً سلام کو جھکیں۔ میں ابتدا سے محو حیرت تھا اور آنکھوں کو ٹکٹکی لگ گئی تھی پہلے سے ارادہ تھا کہ سلطان کی زیارت ہوگی تو نہایت نیازمندی کے ساتھ آداب بجالاؤنگا لیکن ازخود رفتگی کا یہ عالم ہوا کہ تمام صف کی صف دیر تک رکوع میں رہی اور میں اُسی طرح ٹکٹکی باندھے کھڑا رہا۔ البتہ زبان پر دعائیہ الفاظ جاری تھے اور وہ بھی قصداً نہیں بلکہ ایک بے اختیاری کی حالت تھی۔

پانچ چار قدم پیادہ چلکر سلطان گاڑی پر سوار ہوئے افسروں نے دوبارہ سلامی دی اور وہ عجیب و غریب سماں دفعۃً آنکھوں سے چھپ گیا ع دیدہ مَن باز بخواہم ہنوز۔ سلطان جس وقت زینے سے اُترکر گاڑی کی طرف بڑھے ہماری صف سے اُن تک صرف تین چار ہاتھ کا فاصلہ تھا اور اس وجہ سے میں اُن کو اچھی طرح دیکھ سکا۔ سلطان کا حلیہ یہ ہے قد میانہ بلکہ کچھ نکلتا ہوا بدن چھریرہ۔ چہرہ کتابی۔ صورت سے وقار اور متانت ٹپکتی ہے بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ کسی فکر میں ہیں لباس بالکل سادہ یعنی سیاہ بانات کا کوٹ اور معمولی ٹرکش ٹوپی تھی۔

سلاملق کی رسم

ترکوں میں سلاملق کا طریقہ ایک مدت سے چلا آتا ہے اور رسوم سلطنت کا ایک جزو بن گیا ہے اس سے فقط شاہانہ جاہ وجلال کا اظہار مقصود نہیں ہے بلکہ بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں فوج کے بڑے حصہ کا جائزہ ہوجاتا ہے اور اس طرح کل فوجیں جو پائے تخت اور اُس کے اطراف میں رہتی ہیں سال میں چند بار سلطانی ملاحظہ سے گذرجاتی ہیں۔ سلطان وقت فوج کی حالت کا کافی اندازہ کرسکتا ہے۔ اور فوج کے دل میں بادشاہ کی طرف سے جوش اور وفاداری کے خیالات تازہ ہوجاتے ہیں۔

میں یہ تماشا دیکھ کے قیامگاہ پر واپس آیا تو دل جوش اور اثر سے معمور تھا۔ شاعرانہ جذبات کی تحریک سے خود بخود جستہ جستہ مصرعے زبان پر آتے جاتے تھے قلم اور کاغذ لیکر بیٹھا اور کچھ اشعار قلمبند کئے پھر خیال آیا کہ عید کے دن اس سے بھی بڑھکر سامان ہوگا اُسکو بھی دیکھ لوں تو لکھوں چنانچہ تمہید کے جس قدر اشعار اُس وقت تک موزوں ہو گئے تھے لکھکر چھوڑ دیئے تمہید کے آخر کے ان اشعار سے

دیں کہ بپرسید کہ زاں جلوہ گاہ — تا چہ بود حاصل چشم و نگاہ

اس شعر تک

بزم چو از جلوۂ زیبا پُر است — دامن چشم نز تماشا پُر است

یہی پُر اثر اور پُر جوش نظارہ مراد ہے۔

عیدکا جلوس

عید کے دن سلاملق نہ تھی اور اس وجہ سے فوج کی تعداد کم تھی لیکن شان و شوکت جاہ و جلال۔ جوش و اثر سلاملق سے بھی کچھ بڑھکر تھا۔ قریباً آٹھ بجے فوجوں کی آمد شروع ہوئی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک تانتا بندھا رہا۔ اس کے بعد بہت سی خالی گاڑیاں آئیں لوگوں کو تعجب تھا کہ اس سے کیا مقصود ہے یکایک دور سے پیادہ صفیں نمودار ہوئیں معلوم ہوا کہ تمام وزرا پاشا افسران فوج اور بڑے بڑے عہدہ دار ملکی سلطان کے جلوس میں پیادہ پا آرہے ہیں یہ صفیں سڑک کے دونوں جانب متصل آدہ میل تک تھیں اور اُن کی وضع اور لباس سے عجیب شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ شانوں پر زرین پھول۔ دامن اور آستینوں پر کلابتون کی تحریر۔ سینے مرصع اور طلائی تمغوں سے ڈھکے ہوئے ان سب پر آفتاب کا عکس۔ تمام میدان جگمگا اُٹھا یہ صف جا چکی تو سلطان کا جمال جہاں آرا نظر آیا جناب ممدوح گھوڑے پر سوار تھے لباس بالکل سادہ تھا چند بڑے بڑے نامور فوجی افسر رکاب میں تھے۔ گھوڑا آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا تھا اور ہر قدم پر اس زور سے بادشاہم چوق یشا کا نعرہ بلند ہوتا تھا کہ میدان گونج اُٹھتا تھا۔ میں یہ سماں دیکھکر واپس آیا تو قلم دوات لیکر بیٹھا کہ جو کچھ خود دیکھا ہے دوسروں کو بھی دکھا سکوں لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ قلم نے بالکل کوتاہی کی جو تصویر میں نے کھینچی ہے وہ بالکل ناممکل تصویر ہے۔

مثنوی عیدیہ

جون سنہ ۱۸۹۲ء

مقام قسطنطنیہ

متعک اللہ بحسن المال		قاصد فرخندہ من بان تعال	

پیش رسیدت سفری ناگریز   گرم ز جا خیز و رہ ہند گیر

زود زود فکر دو عالم مکن   در نفسی راست کنی هم مکن

دیده براه اند عزیزان ہند   جمله گرامی گہر کان ہند

چوں تو درآں بزم کشی زمزمه   دائره گردند بگردت ہمه

تا ز حدیث تو شود بہره مند   ہر یکی از جائی جهد چوں سپند

جمله بدیں حرف که ای نیک خوئی   حرفی ازاں یار سفر کرده گوئی

تا بچه حال است و چساں است و خود   رفت چہا بر سرش از نیک و بد

بر روش دیده دراں میزید   یا که چو بہماں و فلاں میزید

از پس ایں محنت و رنج شگرف   از سفر روم چه برد شست طرف

بزم خوشی بود تماشا چه کرد   کار بسی بود ازانہا چه کرد

در صف دانش طلباں چوں نشست   زاں چمن تازه بدامن چه بست

طی چو شود مرحلهٔ پرس و جوئی   از من آواره بیاراں بگوئی

کائی ہمه گنجینه کشایان فن   صدر نشینان سر خوان فن

از کرم داور بالا و پست   حال من آں گو نه که بایست ہست

ہم بہماں طرز و روش میزیم   زنده ام و فارغ و خوش میزیم

گرچه خودم با سر و ساماں نیم   نازکش حاجب و درباں نیم

نیست سر انجمن آرائیم   ایں منم و گوشهٔ تنہائیم

ونکه بپرسید که زاں جلوه گاه   تا چه بود حاصل چشم و نگاه

ہی چه تواں گفت که ذوق سخن   ہر نفسم می برد از خویشتن

گرچه نخواہم که نشینم خموش   فرصت آں کو که بیایم بہوش

گرچه بعرض سخن آماده ام   مست ز کیفیت ایں باده ام

بگذر ازیں حرف و مکرر مپرس   خواب خوشی دیدم و دیگر مپرس

خوان سخن گر نه خود آراستم   عذر بنه محو تماشاستم

تند میی بود خمارم ہنوز   دیدهٔ من باز و بخوابم ہنوز

با تو چه گویم که چہا دیده ام   شعبده ہا پیش نظر چیده ام

بزم چو از جلوهٔ زیبا پُر است   دامن چشم ز تماشا پُر است

مهر چو از جیب افق سر کشید   خاست ز هر ناحیه غلبانگ عید
دیده پُر از خواب چو برخاستند   پیر و جوان جمله تن آراستند
طفل که این شیوه نداند درست   مادرش از مهر تن و روی شست
شیوه و آئین طرب تازه گشت   کوچه و بازار پُر آوازه گشت
مژده رسید این که شه چاره ساز   زود برآید با دای نماز
تا برد از خوانِ کرم توشهٔ   خلق برون ریخت ز هر گوشهٔ
بسکه عنانِ طلب انگیختند   طفل و جوان برسرِ هم ریختند
بیک نظر راه تماشا نیافت   نقش قدم هم بزمین جا نیافت
جمله بصد شوق و بصد آرزوی   سوی بشکطاش نهادند روی
سرمهٔ خاک رهِ شه خواستند   جا بگذرگاه سپه خواستند
از دو سوی راه بکسب شرف   خلق مابین ادب بست صف
مهر چو در هر جهت افشاند نور   کوکبهٔ شاه عیان شد ز دور
گشت روان از پی هم خیل و فوج   موج تو گوئی که شکستی به موج
بود شعار همه از هم جدا   هر همه را رایت و پرچم جدا
پرتو آن اسلحهٔ تابناک   نور همی ریخت بدامان خاک
با همه تمکین چو گذشت این گروه   گشت به یکبار زمین پرشکوه
غلغله برخاست که بادا نوید   مهر جهان تاب خلافت دمید
داغ نه جبههٔ خورشید و ماه   حضرت خاقان خلافت پناه
قاعده دولت و دین را مدار   آئینهٔ رحمت پروردگار
پیکر و لطف و کرم کبریای   سایهٔ یزدان شه کشورگشای
خسرو لشکرشکن و قلعه گیر   شاه فلک عتبه و گردون سریر
فاتحه دولت و طغرای دین   زیب ده افسر و تاج و نگین
شاه فلک کوکبه عبدالحمید   ایده الله بنصر مزید

فرۂ شاہی نہ جبیں آشکار — حاشیہ بوساں بہ یمین و یسار
مرکب شہ پیش چو بگذاشت پائے — خلق بہ یک بار درآمد زجائے
طلعت شہ بازچو پرتو فگند — بانگ دعا گشت زہر سو بلند
شور برآمد کہ بود تا جہاں — باد بکام تو زمین و زماں
چرخ بداں مایہ کہ گردندہ است — زندہ بماں کز تو جہاں زندہ ست
زیب وطراز ہمہ عالم توئی — سایۂ یزداں بجہاں ہم توئی
جملہ بدانند کہ در غرب و شرق — ہست ترا تاج خلافت بفرق
آں توئی امروز کہ در روزگار — ہست برو دولت و دیں را قرار
تازگی بدر و حنین از تو ہست — زیب وطراز حرمین از تو ہست
جز تو کہ ہست اے شہ انجم سپاہ — آنکہ بود شرع نبی را پناہ
فرۂ دینِ نبوی از تو ہست — بازوئے اسلام قوی از تو ہست
شرع بجاہ تو شد ارجمند — باد بفرمان تو چرخ بلند

سکۂ اقبال بنام تو باد
ہر چہ بگیتی ست بکامِ تو باد

ترکوں کے اخلاق وعادات وطرزِ معاشرت

قسطنطنیہ میں میں اگرچہ متصل تین مہینے تک رہا لیکن زبان کی اجنبیت کی وجہ سے ترکوں سے میرا میل جول بہت کم تھا۔ میرے ہم صحبت اور میرے احباب جس قدر تھے شام کے عرب تھے اس لئے ترکوں کے اخلاق اور عادات کے متعلق میری واقفیت سرسری اور اجمالی ہے میں نے اکثر کالج اور اسکول اور بعض صنعت وغیرہ کے کارخانے دیکھے۔ چند معزز عہدہ داران ملکی سے ملا اور اُن کے یہاں دعوتیں کھائیں۔ قہوہ خانوں میں کبھی کسی سے ملاقات ہوگئی ٹراموے اور ریل پر کسی سے تعارف ہوگیا غرض اس قسم کے موقعے تھے جن میں مجکو ترکوں کے اخلاق وعادات کا تجربہ ہوا اور اس باب میں جو کچھ لکھونگا ان ہی واقعات کی بنا پر ہوگا۔

ہرچند میری واقفیت کے ذریعے اس قدر محدود ہیں تاہم بعض امور کی نسبت مجکو بالکل یقین ہے کہ اُن کے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعاً صحیح ہے اور اُس میں ذرا بھی غلطی کا احتمال نہیں

ترکوں کی ... اور خوش اخلاقی

کہ ترکوں کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ ہیں غرور و نخوت ۔ ترفع اور کم ہمتی ان میں نام کو نہیں ہے امیر و غریب مزدور و عہدہ دار و شریف جاہل و عالم ۔ ہر درجے کے لوگوں سے مجکو سابقہ پڑا لیکن خوش اخلاقی اور فیاض طبعی میں گویا سب ایک ہی مکتب کے شاگرد اور ایک ہی سانچے کے ڈھلے تھے ۔ غازی عثمان پاشا جنکو بلیونا کے واقعہ نے تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہے اور درویش پاشا جن کا پوتا سلطان کی دامادی کا شرف رکھتا ہے اس مرتبے کے لوگ ہیں جیسے ہندوستان میں گورنر جنرل یا کمانڈر انچیف ۔ میں دونوں سے ملا ہوں اور وہ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اسکا اثر اب تک میرے دل میں ہے ۔

ایک عام بات یہ ہے کہ بازار میں چلتے چلتے تم جس شخص سے گو وہ کسی رتبہ کا آدمی ہو راستہ پوچھو وہ نہایت مہربانی سے تمہاری طرف متوجہ ہوگا اور تمکو رستہ بتائیگا ۔ بعض موقعوں پر مجکو نہایت تنگ اور پیچدار گلیوں سے گذرنے کا اتفاق ہوا اور رستہ کے بھول جانیکی وجہ سے دیر تک حیران رہا ۔ اتفاقاً کوئی ترک آنکلا تو اُسنے راستہ بتانے پر اکتفا نہیں کی بلکہ ساتھ ہو لیا اور جہاں مجکو جانا تھا وہاں تک پہونچاکر واپس آیا ۔

فیاضی اور مہمان نوازی

فیاضی اور مہمان نوازی ترکوں کی عام صفت ہے اور نہایت ادنے درجے کے لوگ بھی نہایت سیر چشم اور فیاض ہیں یہ عام طریقہ ہے کہ دو چار چشم آشنا کسی ہوٹل یا قہوہ خانے میں اتفاق سے مل گئے تو قہوہ وغیرہ میں جو کچھ خرچ ہوگا ایک شخص سب کی طرف سے دیدیگا گویا تمام لوگ اس شخص کے مہمان ہوتے ہیں اور وہ میزبان ہوتا ہے خونگر صوی جسکا ذکر او پر گزر چکا ہے میں اسکی سیر کو گیا تو خوجے آفندی ساتھ تھے چونکہ یہ مقام قسطنطنیہ سے بیس پچیس میل ہے اور میرے ساتھ اور بھی چند احباب تھے جہاز اور گاڑی کا کرایہ اور تفکہ وغیرہ میں پچاس روپیہ خرچ ہوئے یہ کل رقم خوجے آفندی نے ادا کی ۔ میرے شامی احباب کو جو خود مقتدر اور فیاض طبع تھے آفندی صاحب کا زیر بار احسان ہونا گوارا نہ تھا لیکن ملک کے رواج کی وجہ سے زیادہ اصرار نہ کر سکے ۔

ایک دفعہ میں درویش پاشا کے مکان پر گیا وہاں چند اور بزرگ تشریف رکھتے تھے سب سے تعارف ہوا اور دیر تک صحبت رہی چونکہ اسوقت تک میں نے ترکی بوٹ کا استعمال نہیں شروع کیا تھا اور انگریزی بوٹ پہنکر مکان کے اندر جانا یہاں معیوب ہے میں نے دروازے ہی پر بوٹ اُتار دیا تھا ۔ ترکوں کے نزدیک بوٹ کا پاؤں میں نہ ہونا بد سلیقگی میں داخل ہے اسلئے کسی کسی کو خیال ہوا حاضرین میں سے ایک بزرگ جو اسکول کے ماسٹر اور معزز آدمی تھے چپکے سے اُٹھے اور ایک سلیپر لاکر میرے پاس رکھدیا ان بزرگ کا نام کاظم آفندی تھا نوجوان آدمی ہیں ریاضی میں انکی تصنیف حضور سلطانی میں پیش ہو چکی ہے رخصت ہونے کے وقت مجھسے فرمایا کہ ہندوستان میں پہونچکر یاد رکھئے گا کہ قسطنطنیہ میں کاظم بھی آپکا ایک نیاز مند تھا ۔

حسین حسیب آفندی جو پولیس کمشنر اور معزز رتبے کے آدمی ہیں ملاقات کے ساتھ اس لطف و مہربانی سے پیش آئے کہ میں بیان نہیں کر سکتا ۔ اصرار کرکے کھانا کھلایا کوٹھی اور پائیں باغ کی سیر کرائی پردہ کرا کے زنانہ مکان کے تمام کمرے دکھلائے رخصت ہونے لگا تو فرمایا کہ مجکو بھی کچہری جانا ہے ساتھ ہی چلیں گے چنانچہ اپنی گاڑی میں بٹھاکر دور تک ساتھ لائے

لطف یہ کہ اسوقت تک میرا ذریعہ تعارف بجز اسکے اور کچھ نہ تھا کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں اور مسلمان ہوں اس قسم کے واقعات سے قطعاً ثابت ہوتا ہی کہ ترکوں کے اخلاق نہایت عام ہیں اور اسکے لئے وسیلۂ تعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہیں

ترکوں کی معاشرت

ترکوں کی معاشرت کا طریقہ نہایت پسندیدہ ہے اور قابل تقلید۔ امرا اور معزز عہدہ دار ایک طرف معمولی حیثیت کا آدمی بھی جس صفائی اور خوش سلیقگی سے بسر کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں بڑے بڑے امیروں کو وہ بات نصیب نہیں میں نے دس ہزار کے تنخواہ داروں سے لیکر بیس روپیہ کی آمدنی والوں تک کے مکانات دیکھے ہیں اگرچہ دونوں میں نہایت تفاوت تھا اور ہونا چاہیے تھا تاہم خوش سلیقگی اور ترتیب و صفائی میں برابر تھے۔

مکانات کی وضع اور ترتیب

ڈرائنگ روم کا قدیم طریقہ یہ تھا اور متوسط حیثیت والوں میں اب بھی جاری ہی کہ دیوار سے متصل قریباً دو ہاتھ چوڑے اور دیوار کے طول کے برابر لمبے چبوترے بنے ہوتے ہیں اور انپر گدا بچھا ہوتا ہے اب اگرچہ میز کرسی کا زیادہ رواج ہی تاہم چونکہ معزز ترکوں کے یہاں علما اور درویشوں کی اکثر آمد و رفت رہتی ہی ایک آدھ کمرہ اس طریقہ کا بھی ضرور مرتب رہتا ہی میں نے عثمان پاشا اور درویش پاشا کے عالیشان مکانوں میں بھی اس وضع کے متعدد کمرے دیکھے زمانہ حال میں یورپین طریقہ زیادہ مروج ہی ترکوں نے اسمیں اپنی طرف سے کچھ اصلاحیں کی ہیں اور وہ درحقیقت قابل تعریف اصلاحیں ہیں۔

ڈرائنگ روم میں (جو اکثر عمدہ ٹرکش قالین سے آراستہ ہوتا ہے) اس سرے سے اُس سرے تک سڑک کے طور پر کارپٹ ڈیڑھ ڈیڑھ ہاتھ بھر چوڑی پٹیاں بچھی ہوتی ہیں کمرے میں جو لوگ آتے جاتے ہیں اسی پر سے گذرتے ہیں ادھر اُدھر پاؤں نہیں رکھ سکتے۔ ترکوں کا بوٹ اگرچہ خاک آلودہ نہیں ہوتا لیکن اس طریقے سے فرش اور بھی صاف و پاک رہتا ہے

کھانے کا طریقہ

کھانا یورپین طریقے پر یعنی میز و کرسی پر کھاتے ہیں البتہ بعض باتوں میں فرق ہی اور میری دانست میں وہ اصلاح طلب ہیں۔ عام دستور یہ ہے کہ جب تمام لوگ میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو نوکر آکر ہر شخص کے آگے سادہ رکابیاں چن دیتا ہے۔ اسکے بعد باری باری مختلف کھانوں کی رکابیاں آتی ہیں اور میز کے بیچ میں رکھی جاتی ہیں تمام لوگ ایک ہی رکابی سے کھاتے ہیں۔ چھری کانٹا بھی ہوتا ہے لیکن اکثر کھاتے ہاتھ سے ہیں۔ میں نے حسین حسب آفندی پولیس کمشنر اور درویش پاشا کے یہاں کھانا کھایا درویش پاشا کے بیٹے احمد پاشا جو سلطان المعظم کے سمدھی ہیں میز پر ہمارے ساتھ تھے اور اسی طریقے سے کھاتے تھے لوگوں نے بیان کیا کہ اب یہ طریقہ متروک ہوتا جاتا ہی اور حال کے تعلیم یافتہ بالکل یورپین طریقے پر کھاتے ہیں۔

مکانات کے دروازوں کا ہمیشہ بند رہنا

ہندوستان کے برخلاف عام دستور ہے کہ مکانات کے دروازے ہمیشہ بند رہتے ہیں اندر ایک کھٹکا ہوتا ہی جو دروازہ بند کرنیکے وقت خود بخود لگ جاتا ہے باہر کی طرف ایک کڑا ہوتا ہی۔ کوئی شخص کسی سے ملنے کو جاتا ہے تو کڑے سے دروازے کو کھٹ کھٹاتا ہی آواز سنکر نوکر یا صاحب خانہ کواڑ کھول دیتا ہی امرا کے یہاں دروازے کے بیرونی رخ پر پیتل کا پھول لگا ہوتا ہی اسکے دبانے سے اندر گھنٹی بجتی ہے اور نوکر کو خبر ہو جاتی ہی یہ طریقہ نہایت عام ہے یہانتک کہ غریب سے غریب آدمی کے

دروازے بھی کھلے نہیں رہتے اگرچہ دراصل سردی سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن اس سے طرز معاشرت میں خود بخود نہایت تہذیب و اصلاح پیدا ہوگئی ہے ہر شخص لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا کی تعمیل پر مجبور ہے۔

لباس

ترکوں کا لباس جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں بالکل یورپین ہے۔ البتہ بوٹ میں ایک اختراع کی گئی ہے اور وہ واقع میں قابل تعریف ہے یہ بوٹ چرمی جراب اور سلیپر کا مجموعہ ہے جراب بالکل بوٹ کی شکل کی ہوتی ہے لیکن ایڑی نہیں ہوتی سلیپر میں اندر ایڑی کے پاس ایک کھٹکا لگا ہوتا ہے جراب پہنکر جب اسکو پہنتے ہیں تو جراب اس میں اٹک جاتی ہے اور دونوں ملکر خاصہ بوٹ بنجاتا ہے بازار میں دونوں پہنے پھرتے ہیں لیکن فرش پر سلیپر اُتار دیتے ہیں صرف جراب رہجاتی ہے اور چونکہ وہ گرد سے پاک ہوتی ہے فرش پر دھبہ نہیں پڑتا۔

طریقہ ملاقات

ملاقات کا طریقہ نہایت مہذب اور پسندیدہ ہے تم کسی سے ملنے جاؤ اور دروازہ کھٹکھٹاؤ تو اسی وقت نوکر آکر دروازہ کھولدیگا مکان میں اسی غرض سے ایک خاص کمرہ فرش فروش سے آراستہ رہتا ہے۔ نوکر تمکو وہاں بٹھادیگا اور قہوہ یا چائے پیش کریگا اسکے بعد صاحب خانہ کو اطلاع ہوگی وہ ملاقات کے کمرے میں بیٹھے گا اور تمکو وہیں بلالیگا بڑے بڑے معزز افسروں کی ملاقات کا یہی طریقہ ہے انگریزوں کی طرح احاطے کے باہر برانڈے میں ٹہلنا اور دیر تک انتظار کرنا نہیں پڑتا۔

سلام کرنیکا طریقہ

سلام کرنیکا عجیب طریقہ ہے پہلے سینہ پر ہونٹوں پر۔ پھر پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں ان اعضا کا ہاتھ سے چھو لینا ضرور نہیں صرف محاذات کافی ہے۔ اگرچہ اس طریقہ پر سلام کرنے میں ہاتھ کو تین منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں لیکن مشاقی کی وجہ سے تینوں مرحلے اس جلدی سے طے ہوتے ہیں کہ معمولی سلام میں زیادہ عرصہ نہیں لگتا۔ اس ایجاد میں یہ فائدہ ہے کہ قد کو جھکانا نہیں پڑتا اور ایشیائی تعظیم و ادب بھی ہاتھ سے نہیں جاتا مجالس میں سلام کرنیکا جو طریقہ ہے وہ زیادہ تکلف آمیز ہے یعنے بیٹھ جانے کے بعد حاضرین میں سے ہر شخص کی طرف مخاطب ہوکر سلام کرنا پڑتا ہے بالکل اس طرح جیسا کہ لکھنؤ میں دستور ہے معلوم نہیں کہ ترک جیسے سپاہیونکو یہ لکھنوانہ تکلف کس نے سکھایا۔ ترکوں کی معاشرت میں مجکو جو چیز سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ باوجود نفاست پسندی اور عالی دماغی کے فضول شان و شوکت کا نام نہیں بڑے بڑے وزراء امراء بازار میں نکلتے ہیں تو معمولی حیثیت سے نکلتے ہیں میں نے بارہا وزیر اعظم کی سواری دیکھی ہے صرف دو تین سوار ساتھ ہوتے ہیں سپہ سالار کل علی رضا پاشا کے ساتھ پانچ سوار سے زیادہ نہیں ہوتے مکانات اور تمام معاشرت کی چیزوں میں بھی سادگی پائی جاتی ہے۔ عثمان پاشا۔ درویش پاشا۔ زکی پاشا جس حیثیت کے لوگ ہیں اسی لحاظ سے انکے مکانات کو کم از کم حیدرآباد کا فلک نما اور بشیر باغ ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ ہمارے مولوی مہدی علی صاحب کی کوٹھی کے برابر بھی نہیں۔ نوکر چاکر بھی کثرت سے نہیں ہوتے جیسا ہمارے یہاں کے نواب اور فرضی شہزادوں کے یہاں دستور ہے حق یہ ہے کہ ترک اس بات پر جہانتک فخر کریں بجا ہے کہ انھوں نے چھ سو برس تک سلطنت کے سایہ میں پل کر سپاہیانہ پن نہیں چھوڑا ورنہ عباسی۔ فاطمی۔ اموی اندلس والے۔ تیموری تو سو ہی دو سو برس میں اچھے خاصے بیگم بنگئے

عورتوں کی تعلیم و تربیت

ترکوں کی تہذیب و ترقی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل تقلید ہے وہ عورتوں کی تعلیم و تربیت و طریقہ معاشرت ہے۔ دنیا کی دو بڑی قومیں یعنی یوروپین اور ایشیاٹک اس مسئلہ میں افراط اور تفریط کے انتہائی کناروں پر واقع ہیں اور اس وجہ سے دونوں کی حالت قابل اعتراض ہے ترکوں نے ایسا معتدل طریقہ اختیار کیا ہے جو دونوں کی خوبیوں کا جامع اور دونوں کے عیوب سے خالی ہے ٹرکش عورتیں تعلیم یافتہ ہیں لیکن بے شرمی۔ شوخی۔ بیجا آزادی رقاصی کی اور وہ بھی غیر مردوں کیساتھ انکو تعلیم نہیں ہوئی ہے۔ وہ پردے کی پابند ہیں لیکن جاہل۔ دنیا سے بیخبر۔ مکان کے قفس میں بند۔ حیوان انسان نما نہیں ہیں۔

زنانہ مدرسے

لڑکیوں کی تعلیم کے لئے سرکاری اور خانگی مدرسے کثرت سے ہیں اور پردہ و حفاظت کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ شرفا کو اپنی لڑکیوں کے بھیجنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا علمی مضامین کے ساتھ فرنچ زبان بھی درس میں داخل ہے اور بعض بعض مدرسوں میں موسیقی کی تعلیم بھی ہوتی ہے معلمات کی تعلیم کیلئے ایک خاص مدرسہ ہے جسکی مہتمم رفیقہ خانم ہے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ خاتون ہے اور سلطان کے حضور سے اسکو درجہ دوم کا تمغہ عنایت ہوا ہے صنعتی مدارس میں ایک مدرسے کے ساتھ ایک بورڈنگ بھی ہے جسکی مہتمم ایک فرنچ لیڈی مادام بانلی ہے بورڈنگ کا سکرٹری ایک تعلیم یافتہ ترک ہے جس کا نام حسن آفندی ہے صنعت کا ایک اور بڑا مدرسہ اسکیدار میں ہے جسکی معلمہ اول خیریہ خانم ہے۔

موسیقی کی تعلیم

مصنفہ عورتیں

ان مدارس کی وجہ سے تعلیم اسقدر عام ہو گئی ہے کہ زمانہ حال میں بمشکل ایسی عورت ملسکتی ہے جسنے مناسب درجے تک تعلیم نہ پائی ہو۔ بہت سی عورتیں مضمون نگار ہیں اور مشہور اخبارات میں انکے آرٹکل نکلتے رہتے ہیں۔ جودت پاشا کی لڑکی فاطمہ خانم مشہور مصنفہ ہے حال میں اسکا ایک نہایت عمدہ ناول شائع ہوا ہے جس کا نام زنان[1] اسلام ہے عربی زبان میں اسکا ترجمہ بھی ہو گیا ہے اور بیروت میں چھاپا گیا ہے۔ اور بھی چند عورتیں ہیں۔

عورتوں کے باہر نکلنے میں آزادی حاصل ہے

عورتوں کو چلنے پھرنے میں عام آزادی حاصل ہے۔ ہر درجے اور ہر رتبے کی عورتیں بازار میں نکلتی ہیں سیر گاہوں کو جاتی ہیں۔ عورتوں کے جلسوں اور علمی مجلسوں میں شریک ہوتی ہیں لیکن باوجود اس آزادی کے حفظ و احتیاط کے دائرے سے سر مو تجاوز نہیں ہوتا ہر مجمع میں عورتوں کی سوسائٹی مردوں سے الگ رہتی ہے اور کوئی عورت کسی غیر مرد سے بجز خاص حالتوں کے بات تک نہیں کر سکتی۔

عورتوں کا لباس

لباس بالکل یوروپین ہے لیکن جب باہر نکلتی ہیں تو نہایت ڈھیلا ڈھالا ریشمی گون پہن لیتی ہیں جو گردن سے لیکر پاؤں تک ہوتا ہے اور اوپر سے نیچے تک بٹن لگے ہوتے ہیں اس سے بجز چہرے کے اور تمام جسم اس طرح ڈھک جاتا ہے کہ بدن کی ہیئت تک نہیں معلوم ہوتی سر پر قصابہ ہوتا ہے اور چہرہ ایک رومال سے چھپاتی ہیں جو ناک کی جڑ سے ٹھوڑی تک ہوتا ہے۔ دونوں آنکھیں اور ناک کی جڑ اور کسی قدر آنکھوں کے نیچے کی سطح کھلی رہتی ہے یہ رومال باریک ململ کے ہوتے ہیں کوئی شخص پاس سے آنکھ جماکر دیکھے تو چہرہ کا رنگ معلوم ہو سکتا ہے لیکن ایسی جرأت کون کر سکتا ہے۔

[1] اب یہ کتاب اردو میں ترجمہ ہو کر محمڈن پریس علی گڑھ میں طبع ہو چکی ہے۔

ایک دفعہ میں عاشر آفندی کے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ترک صاحب بھی تشریف رکھتے تھے جنسے میری جان پہچان ہو گئی تھی۔ اتفاق سے وہیں اُنکی دونوں جوان لڑکیاں جنمیں سے ایک کی شادی ہو چکی تھی اُنسے ملنے کیلئے آئیں اُنھوں نے مجکو دونوں سے انٹروڈیوس کرایا جس احترام اور متانت و شرم سے وہ معصوم خاتونیں میرے سامنے کھڑی تھیں مجکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں نہیں بلکہ عفت و عصمت کی دیبیاں ہیں۔

قسطنطنیہ میں ہندوستانی

ہندوستان میں کسی کو یہ خیال بھی نہ ہوگا کہ قسطنطنیہ میں ہندوستانی حضرات بھی تشریف رکھتے ہیں۔ خود مجکو یہ گمان نہ تھا ہندوستانیوں کا اصلی مرکز تو ہندی زاویہ ہے جسکا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں وہاں اکثر ہندوستانی آنکلتے ہیں لیکن عموماً وہ گداپیشہ ہوتے ہیں انکے سوا تین چار شخص ہیں جو مستقل طور پر سکونت رکھتے ہیں اور اُنکی حالت اور حیثیت بھی بُری نہیں۔ انکے نام اور مختصر حالات لکھتا ہوں۔

نصرت علی خاں

نصرت علی خاں یہ بزرگ اپنے تئیں دلی کا کہتے ہیں اُنھوں نے قسطنطنیہ میں ایک اخبار بھی نکالا تھا۔ لیکن چونکہ اسکے مضامین انگریزی حکومت کے خلاف ہوتے تھے۔ انگلش سفیر نے باز پرس کی اور اخبار بند ہو گیا اب محکمہ تعلیم میں نوکر ہیں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہے ایک ترکی عورت سے شادی کر لی ہے اس سے دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں ہیں خود سیاہ فام ہیں لیکن لڑکیاں گوری چٹی ہیں۔

مرزا محمد بیگ

مرزا محمد بیگ۔ یہ بزرگ ملک اودھ کے رہنے والے ہیں۔ شاہی فوج میں معزز عہدہ پر مامور تھے غدر سے پہلے مکہ معظمہ چلے گئے تھے اب دس پندرہ برس سے قسطنطنیہ میں رہتے ہیں۔ سلطان نے ڈیڑھ سو ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا ہے خوش اخلاق اور شریف الطبع ہیں۔

حسن آفندی

حسن آفندی۔ بدرالدین طیب جی بیرسٹرایٹ لا ساکن بمبئی کے عموزاد بھائی ہیں ہندوستانی اشیاء کی تجارت کرتے ہیں پہلے انکا کارخانہ بڑے فروغ پر تھا۔ چنانچہ اور مصارف کے علاوہ آٹھ سو ماہوار صرف دوکان کا کرایہ تھا۔ لیکن اب فیشن کے بدلجانے سے ان چیزوں کی قدر نہیں رہی اور کاروبار دست ہو گیا۔ تاہم خوشحالی سے بسر کرتے ہیں۔ مکان اور فرنیچر قسطنطنیہ کے لحاظ سے امیرانہ ہے ایک باغ بھی تیار کرایا ہے۔ تمام لوگ اُن کی عزت کرتے ہیں۔ سلطان کے یہاں سے تمغہ بھی ملا ہے انگریزی بخوبی جانتے ہیں نہایت خوش اخلاق۔ فیاض۔ روشنضمیر نیک آدمی ہیں ہندوستانیوں سے انکو عجیب اُنس اور محبت ہے۔ اور یہ حب الوطنی ہی میرے اور اُنکے تعارف کا ذریعہ ہوئی ایکدفعہ میں بازار میں پھر رہا تھا آفندی موصوف سامنے سے گذرے مجکو دیکھکر بے اختیار ٹھہکر پوچھا آپ ہندوستانی تو نہیں" اسوقت میرا لباس عربی تھا۔ طرہ یہ کہ جواب میں اتفاقاً زبان سے بجائے ہاں کے نعم کا لفظ نکلا۔ تاہم میرا ہندی ہونا کیونکر چھپ سکتا تھا وہ گلے سے لپٹ گئے اور بولے کہ آپ تو ہماری چیز ہیں ہم سے بچکر کہاں چلے تھے میں جب تک رہا اکثر میرے مکان پر تشریف لاتے تھے کئی دفعہ دعوت کی اور اپنے گھر لے گئے معلوم نہیں یہ مہمان نوازی ان کی طینت کا خمیر ہے یا قسطنطنیہ کی آب و

ہوا کا خاصہ ہے انکا پتہ یہ ہے۔ قسطنطنیہ۔ مجوہر بدرستاندہ۔ حاجی حسن علی آفندی ہندی۔
میں نے پتہ اس غرض سے لکھا ہے کہ کوئی صاحب قسطنطنیہ کا قصد کریں تو اُن سے ضرور ملیں انسے بڑھکر کوئی غمخوار نہیں ملسکتا

قسطنطنیہ کے احباب

نہایت ناشکری ہوگی کہ اگر میں قسطنطنیہ کی پُر لطف داستان ختم کروں اور اُن محبت کیش دوستوں کا نام نہ لوں جو اس چند روزہ اقامت میں میرے یار غم گسار بن گئے تھے اور جلوت وخلوت میں ہمدم وہمراز رہتے تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالفتاح اور شیخ علی ظبیان کے سوا جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہے باقی دوستوں کے نام اور مختصر حالات لکھتا ہوں۔

فواد بک (حاشیہ: فواد بک) مکتب ملکیہ کے ایک ممتاز طالب علم ہیں دمشق کے قریب صابہ ایک موضع ہے یہاں حضرت خالد بن الولید کی نسل سے ایک خاندان آباد ہے۔ یہ لوگ دولتمند ہیں اور اسکے ساتھ ملکی اثر رکھتے ہیں۔ چنانچہ ٹرکی حکومت کی طرف سے ابتک اُن اضلاع کا جو حاکم مقرر ہوتا تھا اسی خاندان سے انتخاب کیا جاتا تھا۔ فواد سے میری ملاقات عزیزانہ تعلق کی حد تک پہونچ گئی تھی اُنکے بھائی سامی بک اُنھیں دنوں قسطنطنیہ آئے اور میں نے جو مکان کرایہ پر لیا تھا اسی کے ایک کمرہ میں فروکش ہوئے وہ مکتب الحقوق میں داخل ہونیکی تیاری کرتے تھے اور چونکہ امتحان داخلہ میں منطق کا بھی امتحان ہوتا ہے مجھ سے درخواست کی کہ میں مختصر طور پر اُنکو منطق کے تمام مسائل عبور کرادوں اگرچہ میرا ہرج اوقات تھا تاہم اُنکی خاطر سے میں نے اُنکو اور اُنکے ساتھ دو تین اور طالبعلموں کو ایسا غوجی پڑھائی حسن اتفاق یہ کہ امتحان داخلے میں وہ لوگ پاس بھی ہو گئے اسی طرح دوستی اور محبت کا رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا۔ شام کو ہمیشہ ہم تین چار آدمی ایک قہوہ خانے میں جو عین لب دریا ہے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اور عجیب لطف ومزے کی صحبت رہتی تھی کبھی کبھی مغرب کے بعد کشتی کرایہ کرتے اور سمندر کی سیر کرتے پھرتے فواد بک کو گانا آتا ہے مزے میں آکر عربی گیت گایا کرتے ایک دن مجھسے فرمائش کی کہ کوئی ہندی چیز سناؤ میں نے ہر چند کہا کہ بھائی میں مولوی آدمی ہوں مجکو گانے سے کیا واسطہ“ لیکن وہ کب مانتے تھے۔ آخر مجبور ہو کر میں نے اُردو کے دو تین شعر آواز کو گھٹا بڑھا کر پڑھے اور کہا کہ ہندی میں یونہی گاتے ہیں۔

عبدالسلام آفندی (حاشیہ: عبدالسلام آفندی)۔ بیت المقدس میں سادات کا ایک مشہور خاندان ہے یہ اُسکے ایک معزز ممبر ہیں بیت المقدس کے مفتی جنکا ذکر آگے آئے گا اسی خاندان سے ہیں یہ پہلے جنٹ مجسٹریٹ تھے کسی وجہ سے معزول ہو گئے اور اسی فکر میں یہاں آئے ہیں۔ نہایت لائق فائق تعلیم یافتہ زندہ دل آدمی ہیں۔ ایک مدت تک میں اور یہ ایک ہی مکان میں رہے اور اس وجہ سے زیادہ میل جول ہو گیا۔ اکثر علمی بحثیں کیا کرتے تھے فلسفہ حال سے واقف اور اُسکے معترف تھے اُن کا خیال ہے کہ قرآن شریف کا کوئی مسئلہ فلسفہ حال سے مخالف نہیں اکثر اسی امر کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے۔ میں اُن کی مسافر نوازی اور اسلامی ہمدردی کا از بس ممنون ہوں ایک مشکل موقع پر اُنھوں نے میرے ساتھ تعجب انگیز ہمدردی کی

خواجہ آفندی

اسکا ذکر مناسب موقع پر آئیگا۔ خواجہ آفندی معزز آدمی ہیں۔ درویش پاشا کی بھتیجی ان سے بیاہی ہے اور پاشائے موصوف اِنکو نہایت عزیز رکھتے ہیں۔ انھیں کے مکان میں یہ رہتے ہیں میں چند بار اِنسے ملا فارسی بہ تکلف بول لیتے ہیں۔ نہایت خوش اخلاق اور منکسر المزاج آدمی ہیں۔ ہمیشہ چائے اپنے ہاتھ سے بناکر پلاتے تھے۔ ایک بار میری قیامگاہ پر بھی تشریف لائے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ خونکر صوی کی سیر مجکو انھیں نے کرائی تھی۔

ملا محمد آفندی

ملا محمد آفندی۔ موصل کے رہنے والے ہیں۔ عربی بقدر ضرورت پڑھی ہے۔ فارسی اچھی طرح بول سکتے ہیں انکی معاش کا کوئی ذریعہ نہیں مجبورانہ ایک تکیہ میں رہتے ہیں اور فقر و فاقہ سے بسر کرتے ہیں سبا ایں ہمہ نہایت باحمیت اور غیرت مند ہیں۔ میں نے جب ترکی سیکھنے کا ارادہ کیا تو ایک دوست نے انکا نام لیا اسوقت تک مجکو اُنسے بالکل تعارف نہ تھا اسلیئے میں نے ۱۵ روپیہ ماہوار پر انکو مقرر کرنا چاہا۔ یہ رقم انکے لئے عطیۂ غیبی تھی لیکن جب انکو معلوم ہوا کہ میں صرف تحقیقات علمی کے لئے یہاں آیا ہوں تو معاوضہ لینے سے انکار کیا اور مفت پڑھاتے رہے اکثر میری قیامگاہ پہ آکر پڑھا جایا کرتے تھے ٹوٹی پھوٹی ترکی جو میں نے سیکھی انہیں سے سیکھی افسوس ہے کہ اب وہ بھی محفوظ نہیں رہی اِن دوستوں کے سوا اور بہت سے چشم آشنا احباب پیدا ہو گئے تھے جنکا ذکر چنداں ضروری نہیں۔

غازی عثمان پاشا کی ملاقات اور تمغۂ مجیدی کا عطا ہونا

یہ وہی نامور جنرل ہے جسنے پلونا میں چوبیس ہزار روسیوں کو مجروح اور آٹھ ہزار تہ تیغ کیئے تھے جسکے مقابلے میں زار روس نے اپنی کل فوجی قوت صرف کر دی تھی اور خود سپہ سالار بنکر گیا تھا جسنے باوجود فوج کی کمی اور رسد کی قلت کے روس کی مجموعی طاقت کا مدت تک مقابلہ کیا اور میدان جنگ میں زخمی ہوکر گرفتار ہوا تو خود زار روس نے اسکی کمر میں تلوار باندھی اور مہینوں تک اپنا مہمان رکھا یہ واقعات اُسی زمانہ میں اخبارات کے ذریعہ سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو گئے تھے اور بچہ بچہ اس نامور بہادر کے نام سے واقف ہو گیا تھا قسطنطنیہ میں اگرچہ کسی فوجی افسر سے نہیں ملا اور نہ ملنا چاہا لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایسے نادرہ روزگار کے دیکھنے کا شوق دل میں نہ ہوتا۔

پاشائے موصوف اگرچہ اس رتبہ کے آدمی ہیں کہ ترکی میں کوئی شخص ان سے بڑھکر بلکہ انکے برابر بھی نہیں اور اس لحاظ سے مجکو ان تک رسائی کی کم امید ہو سکتی تھی تاہم شوق کی بیتابی نے نمانا اور میں ایک مترجم کو ساتھ لیکر اُنکے مکان پر گیا گھنٹی بجانے پر دروازہ کھلا دربان نے اندر جانے کی اجازت دی قاعدہ کے موافق ملاقاتیوں کے کمرے میں جا کر بیٹھا ایک معزز ترک وہاں تشریف رکھتے تھے نہایت مہربانی سے پیش آئے اور مزاج پرسی کے بعد قہوہ منگایا تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ہوئی پاشائے موصوف زنانے میں تھے۔ کہلا بھیجا کہ ذرا دیر میں آتا ہوں۔ قریباً دس منٹ کے بعد ایک ملازم آیا اور مجکو بالاخانے پر لے گیا ایک خوبصورت کمرہ آراستہ تھا۔ ہم وہاں بیٹھے تھوڑی دیر کے بعد پاشائے موصوف تشریف لائے جن صاحب کو میں نے مترجمی کے لئے ساتھ لیا تھا سررشتہ تعلیم کے ایک افسر تھے انھوں نے آگے بڑھکر حسب قاعدہ

پاشائے موصوف کے دامن کا کنارہ چوما اور مودبانہ طور سے پیچھے ہٹے میں نے طریقہ سنت کے موافق سلام کیا پاشائے موصوف نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مزاج پرسی کے بعد نام اور مقام پوچھا مترجم نے کہا کہ ہندوستان کے علما میں سے ہیں اور تحقیقات علمی کی غرض سے آئے ہیں۔ یہ سنکر نہایت مہربانی اور توجہ ظاہر فرمائی اور دیر تک مسلمانوں کے حالات پوچھتے رہے رخصت ہو کر میں اٹھا تو خود بھی اٹھے اور کہا کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں تو مجکو خوشی ہوگی۔

پاشائے موصوف پست قامت ہیں۔ دہرا بدن ہے رنگ گورا چمکتا ہوا ہے چہرہ سے ہیبت اور شجاعت ٹپکتی ہے عمر ۶۰۔۷۰ کے بیچ میں ہے لیکن بڑھاپے کا مطلق اثر نہیں ہے۔ فارسی بقدر ضرورت جانتے ہیں اور چونکہ ایک مدت تک یمن کے گورنر رہ چکے ہیں عربی بے تکلف بول سکتے ہیں پلونا کے واقعہ کے بعد سلطان نے انکو کمانڈر انچیف اور صیغہ جنگ کا وزیر کر دیا تھا لیکن چونکہ اس عہدہ کی وجہ سے وہ سلطان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر نہیں رہ سکتے تھے سلطان نے اس عہدہ پر فواد پاشا کو مقرر کر دیا اور ان کو مابین کی افسری دی جسکی وجہ سے وہ زیادہ تر سلطان کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں سلطان کو پاشائے موصوف سے زیادہ کسی عزیز و قریب یا نوکر اور عہدہ دار پر اعتماد نہیں ہے اور اسوجہ سے انکو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے۔ جمعہ و عید کو جب مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو انکے ساتھ گاڑی میں عثمان پاشا کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہوتا ہے۔

دوسری دفعہ میں ملاقات کو گیا تو پہلے سے کمرے میں آ بیٹھے تھے میں اندر داخل ہوا تو کرسی سے اٹھکر دو ایک قدم بڑھے اور پہلے دن کی طرح ہاتھ ملایا اسکے بعد میں جب انسے ملا تو اسی طریقہ سے ملے پاشائے موصوف مجھپر نہایت مہربان ہو گئے تھے۔ جب میری روانگی کا زمانہ قریب آیا اور میں نے ان سے کہا کہ اب میں یہاں دو چار دن کا مہمان ہوں تو فرمایا کہ ایک دو دن جانے سے پہلے مجھ سے مل لینا اسی اثناء میں انھوں نے سلطان سے میرے لئے تمغہ مجیدی عطا ہونے کی درخواست کی اور وہ منظور ہو گئی لیکن مجکو اسکی کچھ اطلاع نہ تھی ایک دن دوپہر کے وقت میں اپنے مکان میں سو رہا تھا کہ میرے ایک دوست دوڑے ہوئے آئے اور جگا کر کہا کہ یا شبلی واللہ لقد طلع لک النیشان مجکو ایک گونہ تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ یوں ہی کہتے ہو۔ آخر تمکو معلوم کیونکر ہوا؟ بولے تمام اخبارات میں چھپ گیا ہے میں اسی وقت اٹھا اور ایک قرأت خانے میں جاکر اخبار دیکھے تو واقعی وہ خبر صحیح تھی اسی وقت مجکو خیال پیدا ہوا کہ میں انگریزی رعیت ہوں اس لحاظ سے انگلش سفیر کو اسکی اطلاع دینی ضرور ہے دوسرے دن میں سفیر کے پاس گیا۔ اتفاق سے وہ مکان پر نہ تھے میں اپنا کارڈ چھوڑ آیا دوسرے دن تمام احباب مبارکباد کو آئے میں نے ایک مختصر جلسہ دعوت ترتیب دیا شیخ علی ظلبیان عبد السلام آفندی۔ فواد شامی۔ شریف اور دیگر احباب شریک جلسہ تھے۔ دعوت کی صبح کو عثمان پاشا کی وداعی ملاقات کو گیا۔ تمغہ کی خبر ایسی عام ہو گئی تھی کہ پاشائے موصوف کے مکان پر پہنچا تو سب سے پہلے دربان نے کہا کہ "تمغہ مجیدی مبارک" مجکو تعجب ہوا کہ اسکو کیونکر خبر ہو گئی معلوم ہوا کہ یہاں کے امراء اور پاشاؤں

کے نوکر چاکر عموماً پڑھے لکھے ہوتے ہیں اور فرصت کے اوقات میں اخبارات پڑھا کرتے ہیں پاشائے موصوف نے ملاقات کے ساتھ تمغہ کی مبارکباد دی تمغہ میز پر پاس ہی رکھا ہوا تھا بکس سے نکالکر پہلے اُنہوں نے آنکھوں سے لگایا سلطان کی ادنے سے ادنے چیز کی بھی ترک لوگ اس حد تک تعظیم کرتے ہیں پھر مجکو حوالے کیا میں سروقد کھڑا ہو گیا اور سلطان کو دعا دی کچھہ دیر کے بعد رخصت کے ارادے سے اُٹھا تو پاشائے موصوف نے فرمایا ذرا دیر اور تشریف رکھئے یہ کہکر دوبارہ قہوہ منگوایا اور ادہر اودہر کی باتیں کرتے رہا اخیر میں فرمایا کہ میں آپکی تشریف آوری کا ممنون ہوں چلتے چلتے کہا کہ ہندوستان پہونچکر تمام مسلمانوں اور بالخصوص علما اور فضلا کی خدمت میں میرا

سلام پہونچانا اور کہنا کہ عثمان آپ لوگوں سے دلی محبت رکھتا ہی میں نے نہایت خلوص اور جوش کے ساتھہ شکریہ ادا کیا، پاشائے موصوف نے مجکو اپنی عکسی تصویر عنایت کی اور اُسپر دست مبارک سے یہ الفاظ لکھے " اشبو فوطوغرافم شبلی النعمانی آفندی یہ ہدیہ المشدر محرم الحرام سنہ ۱۳۱۰ ہجری یعنی میں نے اپنا یہ فوٹوغراف شبلی نعمانی کو ہدیہ دیا" یہ تصویر اسوقت میرے پاس موجود ہے اور میں اسکو ایک بڑا تبرک اور نشان فخر سمجھتا ہوں جو میرے خاندان اور میری نسل میں ہمیشہ یادگار رہیگا تمغہ کیساتھہ جو فرمان عطا ہوا اُسکی نقل ذیل میں ہے۔

نقل فرمان بخط فارسی

ہندوستانن علی گڈہ نام محلندہ کائن دار المعلمین معلم اول شبلی النعمانی آفندی نن شایان تلطفات سینہ شاہانہ م اولد نعینہ بناء اشرف افزائے سنوح وصدور اولان امر و فرمان معالی عنوان پادشاہانہم موجب عالیسی اوزرہ کندوسنہ مجیدی نشان ذیشانک دردنجی رتبہ سندن بر قطعہ سی عنایت واحسان قلنمش اولدیغنی متضمن اشبو برات عالیشانم تصدیر اولندی حرر فی الیوم الرابع عشر من شہر محرم الحرام سنہ عشر وثلث مائۃ

ترجمہ شبلی النعمانی آفندی جو دار المعلمین علی گڈہ واقع ہندوستان کا معلم اول ہی چونکہ شاہانہ تلطف کا مستحق خیال کیا گیا اسلئے اسکو تمغہ مجیدی درجہ چہارم کے عطا ہونیکے لئے حکم والا صادر ہوا اور اسکی سند کے لئے یہ فرمان عالیشان صادر ہوا، تحریر ۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۱۰ھ عجیب اتفاق کہ میں نے تمغہ کو قسطنطنیہ، بیروت، مصر، کسی مقام میں کبھی استعمال نہیں کیا ہندوستان

میں پہونچکر خیال ہوا کہ گورنمنٹ سے اجازت حاصل کرکے استعمال کروں چنانچہ جناب ہرلین صاحب مجسٹریٹ علی گڈھ نے بامنظوری چھٹی کے ذریعہ سے گورنمنٹ میں سفارش کی وہاں سے جواب آیا کہ رزولیوشن مورخہ ۲ مئی ۱۸۶۲ء ملاحظہ طلب ہو اس رزولیوشن کا حاصل یہ ہو کہ گورنمنٹ انگریزی کی کوئی رعیت کسی دوسری سلطنت کا کوئی نشان یا تمغہ استعمال یا قبول نہیں کرسکتی تا اسکہ پہلے جناب ملکہ معظمہ سے اجازت نہ حاصل کیجائے اس حکم کی تعمیل کیموافق میں تمغہ کو استعمال نہیں کرتا

سلطنتہائے غیر کے تمغوں کے متعلق گورنمنٹ کا رزولیوشن

قسطنطنیہ سے روانگی ۲۶ محرم ۱۳۰۹ ہجری

قسطنطنیہ میں میں پورے تین مہینے رہا، اخیر اخیر طبیعت اچاٹ ہو چلی تھی یہاں تک کہ میں سلطان کی جشن تخت نشینی کا بھی انتظار نکرسکا قسطنطنیہ میں ہر سال صفر کی آٹھویں رات جو سلطان کی تخت نشینی کی رات ہے بڑی دھوم دھام سے جشن ہوتا ہی تمام شہر میں چراغان کیا جاتا ہی شہر کے تمام باشندے اپنے اپنے مکانوں میں بڑے تکلف اور اہتمام سے روشنی کرتے ہیں، اور چونکہ یہ طریقہ سلطان کے ساتھ خلوص اور محبت کی دلیل ہے امرا اور پاشاؤں کے یہاں حد سے زیادہ اہتمام ہوتا ہی شیخ علی ظبیان نے مجھسے کہا کہ پچھلے سال درویش پاشا کے مکان میں چودہ ہزار مومی گلاس روشن کئے گئے تھے سڑک پر جس قدر مکانات ہیں اُنکے دروازوں پر روشنی کے حرفوں میں یہ عبارت لکھی ہوتی ہو بادشاہم چوق یشا "یعنی ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے" یہ طریقہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ فرنچ، جرمن، انگریز، اور یورپ کی قومیں جو یہاں مقیم یا خوش باش ہیں اُنکے دروازوں پر بھی یہ فقرہ روشنی کے حرفوں میں لکھا ہوتا ہے۔

سلطان کی تخت نشینی کا جشن

مجکو نہایت افسوس ہو کہ میں یہ پر لطف اور پر جوش تماشا نہ دیکھہ سکا بر خاستگی طبیعت کیساتھ کچھ ایسے اسباب جمع ہوگئے تھے کہ زیادہ ٹھہرنا ممکن نہ تھا، لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ترکی حکومت میں ہر جگہ یہ جشن ہوتا ہی، تم جہاں کہیں ہوگے یہ سیر دیکھہ سکوگے لیکن یہ ظاہر ہو کہ دار السلطنت میں جو شان و شوکت اور اہتمام ہوتا ہو وہ دوسرے مقامات میں کیونکر ہوسکتا بطرہ یہ کہ مجکو بدقسمتی سے اس جشن کی معمولی سیر بھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی، کیونکہ اس تاریخ کو عالم آب میں تھا یعنی جہاز پر سوار رہتا اور آبادی سے دور آچکا تھا۔

یاد ہوگا کہ میں جب قسطنطنیہ میں داخل ہوا تھا تو بکہ و تنہا تھا، لیکن واپسی کے وقت دوستوں کا ایک گروہ ساتھہ ہو تمام احباب بندرگاہ تک ساتھہ آئے ہیں رخصت کے وقت بڑی گرمجوشی سے بغلگیر ہوتے ہیں اور دعائیہ الفاظ کے ساتھہ خط و کتابت اور دوستانہ مراسم جاری رکھنے کے وعدے لیتے ہیں۔

روانگی کے وقت احباب کی مشایعت

جہاز پر پہونچا تو حسن مہندی پہلے سے میرے انتظار میں وہاں موجود تھے انسے ملکر نہایت خوشی ہوئی دیر تک لطف و محبت کی باتیں رہیں، شام کے قریب جہاز نے لنگر اٹھایا، شیخ علی ظبیان جو اسی جہاز پر اپنے وطن دمشق کو جارہے تھے میرے ہمسفر اور مونس و غمگسار تھے، جہاز روڈس، سمرنا، سائپرس ہوتا ہوا بیروت پہونچا، ایک دن جہاز پر عجب

برہمی اور بے لطفی ہوئی، سائپرس میں دو شہر ہیں لرنکہ اور لموسہ دونوں جگہ جہاز لنگر کرتا ہے، لرنکہ میں جو لوگ جہاز پر سوار ہوئے اُن میں سائپرس کا ایک رئیس تھا اور چونکہ اُسکو صرف لموسہ تک جانا تھا، تیسرے درجے کی چھت پر ہمارے دوست شیخ علی ظبیان کے بستر کے قریب آ بیٹھا شیخ موصوف باوجود فضل و کمال کے تنک مزاج آدمی ہیں رئیس مذکور نے اُنکے بستر پر کوئی چیز رکھدی، اتنی بات پر یہ برہم ہو گئے وہ غریب تو چپ رہا لیکن اُس کا نوکر جو صورت سے قوی اور تنومند معلوم ہوتا تھا ضبط نہ کر سکا، بات زیادہ بڑھی یہانتک کہ جہاز کے اور مسافر جو اکثر شامی عرب تھے اِدھر اُدھر سے آکر جمع ہو گئے، عربوں کا سہارا پاکر ہمارے دوست زیادہ تیز ہوئے نوکر نے کہا آپ غصہ کیوں کرتے ہیں؟ ہم آپ کی رعیت نہیں ہیں، ہمارا شہر انگریزی حکومت سے تعلق رکھتا ہے +

ان الفاظ کا اُسکے منہ سے نکلنا تھا کہ تمام عرب برہم ہو گئے یہانتک کہ ایک عرب نے کمر پکڑ کر اُسکو اُٹھا لیا اور کہا کہ مردود تجکو دریا میں پھینکدیتا ہوں، اگرچہ ہجوم کی وجہ سے نہایت کشمکش تھی اور بعض آدمی اُسکو روکتے بھی رہے تاہم وہ لوگوں کو ہٹاتا ہوا جہاز کے کنارے تک پہونچ گیا اور اس زور سے روتیں جھٹکے دیئے کہ قریب تھا کہ وہ غریب سمندر میں جا پڑے، اُسوقت چند آدمیوں نے نوکر کو بزور اُسکے قبضہ سے چھڑا کر اشارہ کیا کہ کمبخت جہاز کے کسی گوشہ میں چھپ جا، پھر بھی تمام عرب دیر تک غل کرتے اور انگریزی حکومت کی شان میں نامناسب الفاظ کہتے رہے مجکو تعجب ہوتا تھا کہ جہاز کے افسر یہ ہنگامہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور مطلق دخل نہیں دیتے تھے +

ساتویں دن ہمارا جہاز بیروت پہونچا، شیخ علی ظبیان جہاز سے اُترے میں بھی اُنکے ساتھ اس غرض سے اُترا کہ طاہر مغربی اتفاقات سے آجکل یہیں ہیں شیخ موصوف دمشق میں مدرس ہیں اور اُنکے فضل و کمال کی ان اطراف میں بڑی شہرت ہے، میں نے قسطنطنیہ میں اُنکے اوصاف سُنے تھے، شیخ علی ظبیان نے کہا، تمکو ان ممالک میں دوبارہ آنا نہیں ہے شیخ طاہر کی ملاقات کا موقع ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے، غرض اُنکی صلاح سے میں نے جہاز سے اپنا اسباب اُتروا لیا اور ایک ہفتہ تک بیروت میں مقیم رہا، چونکہ یہ شہر صوبہ دمشق کا اسٹیشن اور اضلاع شام میں تہذیب و تمدن کا مرکز خیال کیا جاتا ہے اسلئے میں اسکے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھتا ہوں:

بیروت

یہ نہایت قدیم شہر ہے مورخین اسکے زمانہ تعمیر کی ٹھیک تعین نہیں کر سکتے لیکن اس قدر یقینی ہے کہ حضرت عیسٰی کے ولادت کے پیشتر موجود تھا سنہ ۲۲ء میں جب اسکندر سفیر دس رومتہ الکبریٰ کی مسند حکومت پر بیٹھا تو یہاں قانونی تعلیم کی بہت بڑی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی اور پورے سو برس تک بڑے اوج پر قایم رہی سنہ ۱۳ ہجری میں اسلام کے قبضے میں آیا یہانتک کہ سنہ ۱۵۱۶ء میں سلطان سلیم اول نے اسکو فتح کیا اُسوقت سے آجتک ترکوں کے زیر حکومت ہے، اس موجودہ ترقی کی ابتدا سنہ ۱۸۴۲ء سے ہے اور اُسوقت سے آجتک تجارت اور آبادی کو روز افزوں ترقی ہے

پہلے اسکی مردم شماری چالیس ہزار تھی ۱۸۸۵ء میں ستر ہزار ہو گئی اور اب ایک لاکھ سات ہزار چار سو ہے جسمیں ۳۰۰۰۰ مسلمان ہیں باقی عیسائی اور کچھ یہودی اور دروزی ہیں شہر کا قدیم حصہ نہایت خراب ہے سڑکیں اور گلی کوچے تنگ اور ناہموار اور مکانات پست اور کم فضا ہیں لیکن جدید حصہ نہایت پر رونق اور خوشنما ہے ہوٹل سرائیں، قہوہ خانے کثرت سے ہیں، ایک قہوہ خانہ عین دریا میں ہے اور عجب فضا کی جگہ ہے ؛

لباس اور وضع

زبان یہاں کی عموماً عربی ہے، عیسائی اور یہود وغیرہ سب عربی بولتے ہیں لباس اور وضع عرب کے قریب قریب ہے لیکن پائجامہ کابلیوں کے انداز کا ہوتا ہے میانی سونڈ کی طرح زمین پر لٹکتی ہے اور یہ بڑا حسن سمجھا جاتا ہے ایک پائجامہ دس بارہ گز سے کم میں نہیں تیار ہوتا مسلمان عیسائی، دروزی سب یہی لباس پہنتے ہیں البتہ نئے تعلیم یافتہ کوٹ پتلون پہننے لگے ہیں، آب ہوا کسی قدر مرطوب ہے تاہم مشہور یہ ہے کہ تندرستی کیلئے بہت مفید ہے یہانتک کہ اور مقامات سے لوگ تبدیل ہوا کیلئے یہاں آتے ہیں شاید ایسا ہی ہو لیکن تجربہ اسکے خلاف ہے میں جبتک وہاں رہا طبیعت بدمزہ رہی دو تین دن بخار بھی آیا اور علاج کی ضرورت پڑی، البتہ لبنان جو ایک مشہور پہاڑ ہے اور یہاں سے تین چار میل ہے آب و ہوا کے لحاظ سے مشہور جگہ ہے، **متنبی** نے اسکی نسبت کہا ہے ؛

عقاب لبنان وکیف بقطعها　　　وهي الشتاء وصيفهن شتاء

بیروت کی علمی ترقی اور مدارس وغیرہ

بیروت کی علمی ترقی

بیروت میں علمی ترقی اگرچہ تھوڑے زمانہ سے شروع ہوئی ہے لیکن جس تیزی سے یہ شہر ترقی کر رہا ہے اور ترقی کی جس حد تک آج پہونچ چکا ہے اسکے لحاظ سے تمام ممالک اسلامیہ میں قسطنطنیہ کے سوا کوئی شہر اسکا ہمسر نہیں ہے اور بعض خصوصیتوں میں تو اسکو قسطنطنیہ پر ترجیح ہے ؛

عربی زبان کے ساتھ اعتنا

عیسائیوں کی ایک جماعت نے عربی زبان پر نہایت توجہ کی ہے اور وہ ہر طرح ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں ان لوگوں نے نہایت کوشش سے دور دور سے عرب کے قدیم دواوین بہم پہونچائے ہیں اور انکو چھاپ کر شائع کیا ہے مثلاً عنتر ان شداد العبسی، اسمعیل ابو العتاہیہ ابن ہانی، ابو فراس وغیرہ کے دیوان انہیں لوگوں کی بدولت ہم تک پہونچے ورنہ انکا نام و نشان بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا عرب کے عیسائی شاعروں کے کلام کے ساتھ (اتحاد مذہب کی وجہ سے) اور بھی زیادہ اعتنا کیا ہے ان تمام شعرا کے اشعار یکجا جمع کئے ہیں اور انکا ایک سلسلہ چھاپنا شروع کیا ہے تین چار جلدیں چھپ چکی ہیں اور باقی تیار ہو رہی ہیں اس میں جاہلیتہ اور اسلام دونوں زمانے کے شعرا داخل ہیں اخطل نصرانی جو فرزوق اور جریر کا معاصر اور دولت بنی امیہ کا مشہور شاعر تھا اسکا دیوان نہایت کوشش اور اہتمام سے مستقل طور پر چھاپا ہے یہ دیوان نہایت نایاب اور عزیز الوجود تھا یہانتک کہ قسطنطنیہ اور مصر کے کتبخانے بھی اس سے خالی تھے صرف شہنشاہ روس کے کتب خانہ میں ایک نسخہ تھا چنانچہ اسکی نقل و کتابت کا انتظام کیا گیا اور سینٹ پیٹرسبرگ

یونیورسٹی کے عربی پروفیسر اسکی تصحیح کی یہ قلمی نسخہ جسکو پروفیسر مذکور نے اپنے ہاتھ سے صحیح کیا تھا مجکو دکھایا گیا، اور میں نے ان عیسائیوں کی بلند ہمتی اور ذوق علمی کا دل سے اعتراف کیا مسلمانوں انکو بھی کچھ غیرت آتی ہے۔
ان لوگوں نے خود بھی فن ادب کے متعلق مفید تالیفات کی ہیں، چنانچہ روضنۃ الادب طبقات شعراء العرب، مجانی الادب، شرح مجانی الادب مشہور اور شائع ہو چکی ہے تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ یہاں مسلمان عالموں نے ادب میں جو مفید کتابیں لکھی ہیں وہ بھی انہیں عیسائیوں کی بدولت یعنی عیسائیوں نے انکو اجرت اور صلہ دیکر یہ کتابیں تصنیف کرائی ہیں اور انکو اپنے اہتمام سے چھاپا اور شائع کیا، مقامات بدیع اور رسائل بدیعی کی شرحیں جو حال میں نہایت خوبی اور اہتمام سے چھپکر شائع ہوئی ہیں اس طریقے سے تیار ہوئی ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا کہ ان لوگوں کو عربی زبان کے ساتھ اس قدر اعتنا کیوں ہے۔؟ لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ اپنے تئیں عربی النسل کہتے ہیں اور اس انتساب پر انکو فخر ہے
لٹریچر کا مذاق اس قدر عام ہے کہ بچہ بچہ کو شعر و شاعری کا چسکا ہے بہت سے لوگ صاحب دیوان ہیں اور دس پانچ قصیدے لکھنے والے تو سیکڑوں بلکہ ہزاروں ایک مشہور شاعر سے قہوہ خانہ میں ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ ۱۴ برس سے مشق سخن میں مصروف ہیں، البتہ یہ افسوس ہے کہ مذاق صحیح نہیں غزل اور بیہودہ مدح صرائی کے سوا کسی کا کلام پسند نہیں کرتے ہیں اکثر صحبتوں میں جاہلیت اور ابتدار اسلام کے شعراء کے اشعار پڑھتا تھا تو مجکو بدمذاق خیال کرتے تھے
علوم جدیدہ اور نئے مذاق کو بہت کچھ ترقی ہے فلسفہ و صنائع و فنون جدیدہ کی اکثر کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں بڑے بڑے کالجوں اور اسکولوں میں جو نصاب تعلیم ہے اور جو یہاں کے انٹرنس اور ایف اے و بی اے کے برابر ہے عموماً عربی زبان میں ہے صرف ڈاکٹری کی تعلیم فرنچ زبان میں ہوتی ہے، جسکی وجہ ان لوگوں کے مجھ سے یہ بیان کی کہ اس فن کے متعلق روز بروز تجربہ کو ایسی ترقی ہوتی جاتی ہے اور اس کثرت سے نئی نئی کتابیں تصنیف ہوتی جاتی ہیں کہ ترجمہ انکا ساتھ نہیں دیسکتا فلسفہ و علوم جدیدہ کا بڑا ماہر اور مصنف پروفیسر فانڈیک ہے جو امریکہ کا رہنے والا ہے اور ایک مدت سے بیروت میں رہتا ہے، اس نے عربی زبان میں علوم جدیدہ کا ایک مرتب سلسلہ تیار کر دیا ہے جس کا نام نقش فی الحجر ہے اسکے سوا اور بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں عربی زبان میں انسایکلوپیڈیا جسکا بالکل وجود نہ تھا اس ضرورت کو پروفیسر بطرس نے پورا کیا اسنے ۱۸۷۵ عیسوی میں اسکی ابتدا کی اور اول کی چند جلدیں لکھیں چونکہ اسکا انتقال ہوگیا اسکے بعد سلیم آفندی نے تکمیل کا ارادہ کیا اتفاق یہ کہ وہ بھی مرگیا، اب پروفیسر مذکور کا دوسرا بیٹا نجیب آفندی باقی جلدیں تیار کر رہا ہے دس ضخیم جلدیں اس وقت تک شائع ہو چکی ہیں +

علوم و فنون جدیدہ

تاریخی تصنیفات

تاریخ اور متعلقات تاریخ پر نہایت مفید کتابیں لکھی گئی ہیں اور چونکہ یہ لوگ عربی زبان کے ساتھ یورپ کی زبانوں سے بھی بخوبی واقف ہیں انکی تصنیفات میں وہ جامعیت ہوتی ہے جو یورپ والوں کی تصنیفات میں نہیں ہوتی چنانچہ آثار الادہا جس جامعیت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے اس دعوی کی شاہد عادل ہے البتہ یہ افسوس ہے کہ ان

عیسائیوں کی تصنیفات میں مذہبی تعصب کا رنگ پایا جاتا ہے چنانچہ صناجۃ الطرب و راصول المعارف وغیرہ میں اس قسم کی بے اعتدالیاں صاف محسوس ہوتی ہیں، یہ مصنفین اکثر لبنان کے رہنے والے ہیں جنمیں سے بہت سے لوگ بیروت میں آرہے ہیں ان لوگوں نے اس کوہستان (لبنان) میں عجیب علمی مذاق پھیلا دیا ہے اگرچہ یہ لوگ عموماً زمیندار یا کاشتکار ہیں اور ضرورت کے وقت اپنے کاروبار میں مصروف رہتے ہیں لیکن جو وقت انکو ان ضرورتوں سے ذرا بھی فرصت ملجاتی ہے علمی اشغال میں مصروف رہتے ہیں اسکا یہ نتیجہ ہے کہ باوجودیکہ علم یہاں ذریعہ دولت نہیں تاہم اس علاقہ میں کثرت سے اہل علم اور مصنفین پیدا ہوئے اور اب بھی موجود ہیں خاص لبنان کے علما اور شعراء کے حالمیں ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ یہ تمام علمی ترقی اور تصنیف و تالیف جو کچھ ہے عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہے مسلمان ان چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے مدارس یہاں کثرت سے ہیں جنمیں سے مشہور مدارس کا نقشہ ذیل میں درج ہے۔

نام مدرسہ	مذہب	بورڈنگ اور فیس کا خرچ سالانہ	تعداد طلبہ	تاریخ افتتاح مدرسہ
اسرائیلیہ	اسرائیلیہ	۲۰ پونڈ	۹۷	سنہ ۱۸۷۵ء
اعدادیہ	اسلام	۲۰ پونڈ	۱۵۰	سنہ ۱۸۸۲ء
اکلیریکیہ	روم آرتھوڈکس	مفت	۰	۰
بطریرکیہ	رومن کیتھولک	۲۵ پونڈ	۱۳۷	سنہ ۱۸۶۶ء
الحکمۃ	مارونیہ	۰	۲۲۵	سنہ ۱۸۶۷ء
اہبات	لاتین	مفت	۱۱۵	۰
الکلیۃ السوریۃ الانجیلیۃ یعنی شام کی علمی یونیورسٹی	انجیلیہ	۱۷ پونڈ	اسکا مفصل حال آگے آئیگا	سنہ ۱۸۷۵ء
الکلیۃ السوریۃ الطبیۃ یعنی شام کی میڈیکل یونیورسٹی	انجیلیہ	۲۲ پونڈ	۰	۰
فدائن یوسف	لاتن	۳۰ پونڈ	۰	۰

عورتوں کی تعلیم کے مدارس بھی کثرت سے ہیں جنمیں سے مشہور مدارس یہ ہیں۔

نام مدرسہ	مذہب	بورڈنگ اور فیس کا خرچ سالانہ	تعداد طلبہ	تاریخ افتتاح مدرسہ
نورۃ الاحسان	روم آرتھوڈکس	۱۵ پونڈ	۰	۰
رہبات پراٹسٹنٹ	انجیلیہ	۳۰ پونڈ	۲۵۰	۰
ایضاً	ایضاً	مفت	۵۰۰	۰
عازریات بناجی	لاتین	؍؍	۰	۰
عازریات محبہ	؍؍	۲۵ پونڈ	۰	۰
عازریات ناصریہ	؍؍	۳۰ پونڈ	۰	۰
سوریہ امیرکانیہ	انجیلیہ	۱۲ پونڈ	۰	۰

مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو اور قوموں کی تعلیمی حالت سے جو نسبت ہے وہ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگی۔

تعداد مدارس ذکور	تعداد مدارس اناث	تعداد معلمین مدارس ذکور مع معلمات کی تعداد	زنانہ معلمات کی تعداد	تعداد طلبا ذکور	تعداد طلبا اناث	نام
۲۱	۳	۵۰	۲۰	۲۰۰۰	۵۰۰	مسلمان
۴۶	۳۳	۳۳۷	۱۵۰	۶۷۳۰	۵۶۶۵	عیسائی یہود وغیرہ

مسلمانوں کی تعلیمی حال

مسلمان طالب علموں کی یہ تعداد گو کافی نفسہ کم ہی لیکن یہ امر اور بھی زیادہ افسوس کے قابل ہی کہ اس تعداد میں بھی زیادہ تر ادنے درجے کی تعلیم والے شامل ہیں ورنہ اعلیٰ تعلیم کے لحاظ سے انکی تعداد اسقدر کم ہی کہ گویا کچھہ بھی نہیں کس قدر افسوس کی بات ہے کہ یہ شہر اسلامی حکومت کا مرکز اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں یہاں حاکم و محکوم کی نسبت ہی تاہم تہذیب و تمدن میں مسلمانوں کو عیسائیوں سے کچھہ نسبت نہیں تعلیم کی جو حالت ہی وہ نقشہ بالا سے معلوم ہوگی تصنیف و تالیف کا حال اوپر گذر چکا اخبارات مطابع، تجارت وغیرہ میں اس سے بھی زیادہ بدتر حالت ہی فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الکلیتہ السوریتہ العلمیتہ

یونیورسٹی

بیروت میں اگرچہ (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا) بہت سے اسکول و کالج ہیں لیکن یہ کالج یونیورسٹی ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام کلیہ سوریہ ہی کلیہ کا لفظ یہاں یونیورسٹی کے معنے میں اطلاق کیا جاتا ہی اور یہ سوریہ ملک شام کو کہتے ہیں یعنی شام کی یونیورسٹی میں نے اس کالج کو تفصیل کے ساتھہ دیکھا اور اسوجہ سے اسکے حالات کسی قدر تفصیل کیساتھہ لکھتا ہوں یہ کالج ۱۸۶۵ء میں رومن کیتھولک مشنریوں نے قائم کیا پروفیسر اور ٹیچر قریباً ساٹھہ ہیں جنمیں سے اکثر کالج ہی کے احاطے میں سکونت رکھتے ہیں۔

میں جب اس کالج میں گیا تو شیخ علی ظبیان اور عبدالباسط آفندی ساتھہ تھے کالج کے دروازے پر پہنچے تو عبدالباسط آفندی نے ہمکو وہیں ٹھیرایا اور خود اندر گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے اُنکے ساتھہ ایک مشنری شخص تھا اس نے ہمارا استقبال کیا اور ہمکو ساتھہ لیکر چلا کالج کی عمارت دو منزلہ ہے نیچے کے درجے میں چھاپہ خانہ ہی اور یہ وہی چھاپے خانہ ہے جسنے عمدگی طبع کی وجہ سے بیروت کو تمام دنیا میں روشناس کردیا ہی جس شخص نے ہمارا استقبال کیا اسکا نام الیاس ہے اور چھاپہ خانہ کا تمام اہتمام اسی سے متعلق ہی الیاس نے پہلے ہمکو مطبع کی سیر کرائی تمام کام کل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں رولر کاغذ کو خود کھینچ لیتا ہے حرف پر سیاہی لگ جاتی ہی کاغذ دو رخہ چھپتا ہے اور زمین پر گراتا جاتا ہی حرف بھی یہیں ڈھلے جاتے ہیں چنانچہ الیاس نے ہمارے سامنے چند حرف ڈھالے، یہاں کے کارخانہ کے حرفوں کی ایسی شہرت ہوگئی ہی کہ دور دور سے مانگ آتی ہی لیکن یہ تعجب ہی کہ جو صفائی اور خوشخطی یہاں کی مطبوعہ کتابوں میں ہوتی ہی اور کہیں نہیں ہوتی میں نے

الیاس سے اسکی وجہ پوچھی اسنے کہا کہ یہاں حروف کی خوبی کے علاوہ اور بہی بہت اہتمام کیا جاتا ہی فرمہ تاکئے کے بعد بہی دیکہا یکلا لہ سے اس ترکیب سے دبایا جاتا ہی کہ حرفوں کا ابہار بالکل جاتا رہتا ہی اور کاغذ چکنا اور صاف ہوجاتا ہی چنانچہ اسنے ہمکو دونوں طرح کے فرمے دکہائے اصلاح کیا ہوا فرمہ بعینہ پتھر کا چھپا ہوا معلوم ہوتا تہا ہمنے صفائی طبع اور حرفوں کی موزونی کی بہت تعریف کی الیاس نے کہا کہ اصل میں اس تعریف کا مستحق ابو الضیا ایک ترک ہی جسنے یہ حرف ایجاد کئے ہیں البتہ ہمنے اسکو جلا دی ہی مطبع ہی میں جلد سازی کا بہی کارخانہ ہی نہایت عمدہ مطلا و مذہب جلدیں تیار

(جلد سازی) ہوتی ہیں یہانتک کہ شام و مصر سے فرمائشیں آتی ہیں ہمنے یہاں ہاتی دانت کے پٹھے دیکہے جو اس سے پہلے کبہی نہیں دیکہے تہے چھاپہ خانہ سے فارغ ہو کر ہم نے کالج کو دیکہنا چاہا چونکہ اس کام کے لئے کالج کے کسی پروفیسر کا رہنما ہونا ضرور تہا الیاس نے پہلے پروفیسر انطون سے ہماری ملاقات کرائی۔

(کالج) یہاں ایک نہایت معقول طریقہ ہی اور اس قابل قدر ہی کہ ہمارے ملک میں اسکی تقلید کیجائے کالج کے ملازم اور پروفیسر وغیرہ جو کالج میں سکونت رکہتے ہیں اُنکے کمروں کے صدر دروازے پر ایک چھوٹی سی تختی لٹکتی رہتی ہی اس تختی پر جدا جدا سطروں میں صبح سے شام تک کے کاموں کی تفصیل لکہی ہوتی ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ صاحب خانہ کس وقت کہاں ہوتا ہی اور کیا کام کرتا ہے ! مثلاً پہلی سطر میں لکہا ہی لکچر روم دوسری میں کہانیکا کمرہ ، تیسری میں سیر و تفریح و علیٰ ہذا تختی کی پیشانی پر ایک سوئی لٹکتی رہتی ہی صاحب خانہ جسوقت جس کام میں مصروف ہوتا ہی سوئی کو اُس سطر کے سامنے تختے پر اٹکا دیتا ہی جسمیں کام اور کام کا موقع کا ذکر ہے جو شخص ملاقات کو آتا ہی اول اُسکی نگاہ تختی پر پڑتی ہی اور اس سے معلوم ہو جاتا ہی کہ صاحب خانہ اسوقت کہاں ہی اور کس کام میں ہی ہمکو معلوم نہیں کہ یہ طریقہ کالجوں کے ساتھ مخصوص ہی یا ہر طبقہ میں رائج ہے بہر حال یہ عمدہ طریقہ اس قابل ہی کہ ہر جگہ اسکی تقلید کی جائے ٭

(پروفیسر انطون) غرض الیاس نے ہمکو پروفیسر انطون سے ملایا پروفیسر مذکور نہایت قابل اور لائق شخص ہی فرنچ زبان خوب جانتا ہی عربی علم ادب کا اُستاد ہی، دیوان اخطل جو حال میں چھپا ہی اسکی تصحیح اور اہتمام سے چھپا ہی دیوان مذکور پر اُسنے جو حاشیے چڑھائے ہیں وہ مستقل شرح کے برابر ہے اور اس سے اُسکی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہی کالج کا ہفتہ وار اخبار جو عربی زبان میں نکلتا ہے اور جس کا نام البشیر ہے اسی کی اڈیٹری میں نکلتا ہے ہمنے اسکی وجہ سے کالج کی ایک ایک عمارت اور آلات وغیرہ کی حقیقت یہ ہی کہ یہ کالج یہاں کے عیسائیوں کیلئے باعث فخر اور تمام مسلمانوں کے لئے موجب رشک ہی مصر و شام کا تو کیا ذکر ہے قسطنطنیہ کا بہی کوئی کالج اسکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا عمارت اسقدر شاندار موزوں اور خوبصورت ہی کہ بیان نہیں ہو سکتا اوپر کی منزل کا فرش بالکل سنگ مرمر کا ہی اور سنگ سیاہ کی پچہی کاری ہی کمرے نہایت کثرت سے ہیں پروفیسر اور ٹیچر جو ۶۰ سے زیادہ ہیں اور شب و روز کالج ہی میں رہتے ہیں سب کے لئے الگ الگ کمرے ہیں اور ایک عالیشان کمرہ جو نہایت عمدہ فرنیچر اور ساز و سامان سے

آراستہ ہے اور جسکے بیچ میں مستطیل میز اور گرد بہت سی خوبصورت کرسیاں بچھی ہیں پروفیسروں اور استادوں کیلئے مخصوص ہے۔ فرصت کے اوقات میں وہ لوگ یہاں آ بیٹھتے ہیں اور دوستانہ صحبت رہتی ہے اسمیں ایک چھوٹا سا کتب خانہ بھی ہے جسکا جی چاہتا ہے کوئی کتاب اٹھا لیتا ہے اور اس سے دل بہلاتا ہے مجکو اُسوقت خیال آیا کہ ہمارے کالج میں یہ بڑی کمی ہے کہ اس قسم کی کوئی عمارت نہیں جہاں تمام اساتذ گھڑی دو گھڑی مل بیٹھا کریں حالانکہ اس قسم کی صحبت دل بہلانے کے سوا قومی مذاق کیلئے نہایت مفید ہے۔

کالج میں سائنس اور علوم جدیدہ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے پر ہوتی ہے اور اس غرض سے نہایت بیش قیمت آلات و نایاب چیزیں مہیا کی گئی ہیں۔ بہت سی الماریاں ہیں جنمیں عجیب عجیب مختلف رنگ اور صورت کے پتھر اور حجرے مٹی کے ٹکڑے ہیں یہ نادر چیزیں طبقات الارض کی تعلیم کیلئے دور دور مقامات سے مہیا کی گئی ہیں نباتات کا الگ کمرہ ہے اور بہت وسیع ہے۔ پروفیسر انطون نے مجھ سے کہا کہ ان نباتات کی حفظ و پرداخت میں نہایت اہتمام کرنا پڑتا ہے پروفیسر مذکور نے ایک قسم کی گھاس دکھائی اور کہا کہ یہ ہندوستان کے سوا اور کہیں نہیں پیدا ہوتی اور وہیں سے منگوائی گئی ہے۔

کالج کے ساتھ بورڈنگ بھی ہے اور اسی وضع کا ہے جیسے قسطنطنیہ کے بڑے بڑے کالجوں کے بورڈنگ ہیں کالج کی لائبریری اگرچہ بہت بڑی نہیں ہے لیکن کتابیں نادر اور کمیاب جمع کی گئی ہیں۔

جو کتابیں چھپی نہیں اور اُنکے قدیم نسخے نہیں مل سکتے یورپ اور ایشیا کے مشہور کتب خانوں سے اُنکی نقل و استنساخ کا انتظام کیا ہے۔ ابن رشیق قیروانی کی کتاب العمدہ جو اپنے باب میں بے مثل اور نادر کتاب ہے میں نے اسی کتب خانے میں دیکھی۔ اس کالج میں عربی زبان اور فرنچ کی تعلیم لازمی ہے۔ باقی زبانیں اختیاری ہیں۔ چنانچہ ترکی کی ایک جرمن کی ایک انگریزی کی پانچ لاٹین و یونانی کی سات کلاسیں ہیں یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ بانیان مدرسہ عموماً عیسائی ہیں اور عیسائی بھی رومن کیتھولک جنمیں بہ نسبت اور فرقوں کے تعصب زیادہ ہوتا ہے تاہم ادب کے نصاب میں قرآن مجید کا انتخاب بھی شامل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہونا اُنکو بھی مسلم ہے علوم جو پڑھائے جاتے ہیں ان میں فلسفۂ حال و علوم طبعیہ کے علاوہ موسیقی و تصویر کشی کا فن بھی داخل ہے طلبا کی تعداد ۵۰۰ اور ۶۰۰ کے درمیان میں ہے جن میں مسلمان صرف ۸ یا ۱۰ ہیں۔

کالج کی عمارت باوجود اسکے کہ بیروت میں تمام چیزیں نہایت ارزاں ہیں دس لاکھ فرنک میں تیار ہوئی ہے اور یہ کل رقم پادریوں کی ایک جماعت نے ادا اور مہیا کی ہے۔

اس کالج کے ساتھ میڈیکل (طبی) کالج بھی ہے لیکن اسکی عمارت کسی قدر فاصلہ پر ہے پروفیسر انطون نے ہمکو اسکی بھی سیر کرائی عمارت نہایت وسیع اور بلند اور آلات نہایت بیش قیمت اور کثرت سے ہیں تشریح کے کمرے میں جو بہت لمبا ہے اور وسیع۔ انسان کے ایک ایک عضو کی تصویر موم کی بنی ہوئی ہے اور اس خوبی اور صفائی سے بنائی ہے کہ نقلی ہونیکا گمان

بھی نہیں ہوتا۔ ایک ایک عضو کے متعلق جسقدر امراض ہیں اسی تعداد کے موافق ہر عضو کے نمونے ہیں۔ چنانچہ ایک خانہ میں کم وبیش ۲۰۰ آنکھیں ہیں کسی میں پھلی ہے کسی میں ناخنہ ہے کسی کی پلکیں جھڑ گئی ہیں۔ میں نے ہندوستان کا کوئی مڈیکل کالج نہیں دیکھا ہے لیکن مجھکو کافی یقین ہو کہ ہندوستان میں ایک کالج بھی اس سے بڑھکر کیا اسکی برابر بھی نہ ہوگا۔

پروفیسر انطون نے ہمارے لئے جو تکلیف اٹھائی اور جس توجہ واخلاق سے وہ تمام کمروں اور چیزوں کی ہمکو سیر کراتا تھا یہ نہایت ناشکری ہو کہ میں اس موقع پر اُسکا دلی شکریہ نہ ادا کروں معلوم ہوتا ہو کہ پروفیسر مذکور مجھ سے ملکر خوش ہوئے چنانچہ اُس ہفتہ میں البشیر کا جو پرچہ نکلا اُس میں ایک اڈیٹوریل نوٹس میرے متعلق تھا جسکی عبارت یہ ہو

جتمعنا فی ھذہ الایام علی حضرۃ العالم الشیخ شبلی النعمانی المعلم اول للعلوم العربیۃ فی بلدۃ علی گڈھ من بلاد الھند فرانیا فیہ رجلا کثیر المعارف وھو حائز النشان المجیدی من الرتبۃ الرابعۃ اقام فی الاستانۃ العلیۃ مدۃ ۳ اشھر وحضر الی بلیروت وتوجہ ھذہ النھار الی زیارۃ بیت المقدس ثم منہا الی مصر ثم الی بلاد الھند۔

جمعیات اور اخبارات

ہماری زبان میں انجمن کا لفظ جس معنی میں بولا جاتا ہے اُسکے مقابل میں یہاں جمعیۃ کا لفظ ہو مصر وغیرہ میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے۔ انجمنیں یہاں کثرت سے ہیں اور اُنکے مقاصد نہایت مفید ہیں لیکن تعجب اور سخت تعجب یہ ہو کہ مسلمانوں کی ایک بھی نہیں بعض مشہور انجمنوں کا نقشہ ذیل میں درج ہے جس سے اُنکے مقاصد بھی معلوم ہونگے۔

نام انجمن	مذہب	مقصد	بانی انجمن
مجلس ملی	روم آرتھوڈکس	رفاہ عام	مطران عفرئیل
تعلیم مسیحی	ایضاً	مذہبی	ایضاً
قدیس پولس پیغمبر رسول	روم آرتھوڈکس	مذہبی	ایضاً
خیریہ	ایضاً	اعانت فقراء	خواجہ سلیم
مرضی	ایضاً	غریبوں کا معالجہ	خواجہ نجیب
دفن الموتی	ایضاً	لاوارث اور غریب اشخاص کی تجہیز وتکفین	خوری یعقوب
زہرۃ الاحسان	ایضاً	فن ادب	سیدہ طریفہ
خیرہ	مارونیہ	نفع فقراء	خواجہ نہایۃ
دائرہ علمیہ	مارونیہ	ترقی علوم	مطران یوسف
اخویہ مار مارون	ایضاً	فن ادب	سلیم آفندی
یوحنا مارون	ایضاً	رفاہ عام	خواجہ خلیل

نام انجمن	مذہب	مقصد	بانی انجمن
خیریہ	رومن کیتھولک	اعانت فقرار	لیشارہ خوری
دیر القمر	"	"	خواجہ نخلہ
شمس البر	مسیحی	ادب	سلیم آفندی کساب
باکورۃ السوریۃ یعنی شام کی صبح	"	ادب	سیدہ حنہ عتیق
انجیلیۃ	انجیلیۃ	رفاہ عام	خلیل آفندی سرکس

اس فہرست سے ظاہر ہوگا کہ عیسائی مذہب کی جس قدر شاخیں ہیں سب الگ الگ انجمنیں ہیں لیکن مسلمانو نے اس فضول کام کو سرے سے ہاتھ نہیں لگایا ہی۔ اخبارات و رسالے جو یہاں سے نکلتے ہیں اُن میں البشیر۔ بیروت تقدم۔ ثمرات الفنون۔ المسیح المنیر۔ الصفا۔ لسان الحال۔ المصباح۔ الہدیۃ النشرۃ الاسبوعیہ۔ حدیقۃ الاخبار۔ زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں بیروت اور ثمرات الفنون کے سوائے اور تمام اخباروں کے مالک اور اڈیٹر عیسائی ہیں چونکہ مطبع کو یہاں آزادی نہیں اس لئے ان اخبارات میں معمولی خبروں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ علمی رسالے بڑی آب و تاب سے نکلتے ہیں اور خصوصًا الصفا اور المقتطف تو اس شان کے پرچے تھے کہ یورپ کے میگزینوں کی برابری کرتے تھے افسوس ہی کہ الصفا بند ہوگیا اور المقتطف نے اپنا مقام بدل دیا یعنی اب قاہرہ سے نکلتا ہے۔

رصد خانہ

یہاں ایک مختصر سا رصد خانہ بھی ہی جسکو پروفیسر فان ڈیک امریکانی نے ۱۸۷۴ء میں قائم کیا تھا اسمیں رصد کے متعلق اکثر ضروری آلات موجود ہیں ہر روز جو امور رصد سے معلوم ہوتے ہیں اُسکی اطلاع بذریعہ تار کے قسطنطنیہ بھیجی جاتی ہی اور وہاں سے یورپ وغیرہ میں شائع ہوتی ہی اسکا اہتمام اب مسٹر رابرٹ کے ہاتھ میں ہی جو مدرسہ امیرکانیہ میں ریاضیات کا پروفیسر ہے۔

عام حالات اور بیروت کے احباب

بیروت کے علماء

شیخ طاہر مغربی

میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ بیروت میں قیام کرنیکا اصلی سبب شیخ طاہر مغربی سے ملنا تھا چنانچہ عبد الباسط الانسی کے ذریعہ سے اُن سے ملاقات ہوئی اور دیر تک علمی صحبت رہی دو تین دفعہ اور ملاقاتیں ہوئیں ایک بار فرودگاہ پر بھی تشریف لائے شیخ موصوف ابھی جوان ہیں لیکن علم و فضل کی وجہ سے لوگ اُن کی بہت عزت کرتے ہیں۔ میں نے اُنکے کمال کا جس چیز کو جوہر سمجھا اور جسکا مجکو خود تجربہ ہوا وہ یہ تھا کہ شیخ موصوف اور علما کی طرح محدود خیال کے آدمی نہیں ہیں نئے خیالات سے آشنا ہیں کسی قدر فرنچ بھی جانتے ہیں فرانس کی سیر کی ہے۔ قومی ہمدردی کا مادہ ہی مسلمانوں کے تنزل سے بیخبر نہیں ہیں اگر یہ مذاق ان ممالک کے عام علما میں پیدا ہو جائے تو ترقی کی واقعی امید ہو سکتی ہی شیخ موصوف دمشق کے مدرسے میں مدرس ہیں وہ صاحب تصانیف بھی ہیں اور ریاضی کے فن میں انکی بعض تصنیفات چھپکر شائع بھی ہو چکی ہیں۔

بیروت کے اور علما اور اہل کمال سے بھی نیاز حاصل ہوا میں معمولاً عبدالباسط الانسی کی دوکان پر بیٹھا کرتا تھا وہاں اکثر اہل علم اور ارباب مناصب آنکلتے تھے اور اُنسے ملاقات و تعارف ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ شہر میں زیادہ چرچا ہوا تو بعض بعض حضرات میری قیام گاہ پر بھی تشریف لائے۔ ان میں شیخ عمر جیلی اور ایک صاحب جنکا نام اب یاد نہیں رہا

شیخ عمر جیلی

میرے حال پر نہایت عنایت فرماتے تھے شیخ عمر جیلی مشہور رسالہ الصفا کے مالک اور مہتمم ہیں اور نہایت فیاض اور خوش اخلاق ہیں۔ دوسرے صاحب جو طالب علم ہیں منطق کی تحصیل کی غرض سے تشریف لائے ہیں میں نے تنگی وقت کا عذر کیا تاہم وہ اکثر تشریف لاتے تھے اور فن ادب کے تذکرے رہتے تھے ایک دن مجھ سے پوچھا کہ متنبی کی نسبت آپکی کیا رائے ہے میں نے کہا کہ لہ حسناتٌ و سیاتٌ بولے کہ "والحسنات یذ ھبن السیات" مجکو اُنکا پر لطف جواب نہایت پسند آیا۔

دعوت میں مدعو ہونا

ایک دن عبدالباسط الانسی نے میری دعوت کی اور بیروت کے اکثر مشہور علما کو مدعو کیا۔ شیخ عبدالقادر جزائری جو الجزائر کا بادشاہ تھا اور ایک مدت تک فرانس کے ساتھ معرکہ آرا رہا اُسکے بھتیجے شیخ عبدالرحمن الجزائری مدت سے یہاں رہتے ہیں اور سلطان کے یہاں سے وظیفہ پاتے ہیں وہ بھی تشریف رکھتے تھے نہایت معمر اور صاحب علم ہیں عبدالباسط الانسی کے مکان میں چھوٹا سا پائین باغ ہے سب لوگ وہاں بیٹھے بنچ اور کرسیوں کی نشست تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ کھانے کے کمرے میں گئے کھانا انگریزی طریقے پر تھا یعنی میز اور کرسیاں تھیں اور ایک کھانا ہوچکتا تھا تو دوسرا لایا جاتا تھا ایک ڈش کے بعد دوسری ڈش آتی تھی میں نے شیخ طاہر مغربی سے کہا کہ ہندوستان میں ایسا اتفاق ہوتا تو من تشبہ بقوم کا فتوی لگایا جاتا۔ بولے کہ اُن ممالک میں یہی مناسب ہے کیونکہ وہاں اسلامی حکومت نہیں رہی۔ اسلئے رسم و رواج اور مذہبی تعصبات کا (گو وہ صحیح نہوں) قائم رکھنا ضرور ہے تاکہ مذہب کا عام اثر کم نہونے پائے لیکن اسلامی ممالک میں ان فضول باتونکی کچھہ ضرورت نہیں صحبت دیر تک رہی اور بڑے لطف سے گذری کھانے بھی نہایت لذیذ اور خوشگوار تھے

طبیعت کی ناسازی

چونکہ یہاں کی آب و ہوا مرطوب ہے میری طبیعت برابر بدمزہ رہی ایک دن بخار بھی ہوگیا عبدالباسط آفندی کے چچیرے بھائی عبدالرحمن الانسی یہاں کے مشہور ڈاکٹروں میں ہیں اور مصر کے میڈیکل کالج میں اعلی درجہ کی تعلیم پائی ہے علاج کی غرض سے میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُنھوں نے نہایت مہربانی کی اور کہا کہ آپ جب قیامگاہ پر تشریف لیجائیں گے تو دوا وہیں پہونچ جائیگی، چنانچہ دو گھنٹے کے بعد ایک آدمی دوا کی شیشی لیکر آیا اور کہا کہ اگر اس سے آرام نہو تو ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دیجیے گا۔ دوا سریع الاثر ہونیکے ساتھ خوش مزہ بھی تھی۔ بخار اُسی دن جاتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے اگرچہ یورپ کے طریقہ پر تعلیم پائی ہے لیکن ایشیائی اسلامی مہمان پرستی کا اثر اس قدر باقی ہے کہ فیس درکنار دوا کی بھی قیمت لینی گوارا نکی۔

اس بخار نے بڑا ہرج یہ کیا کہ طرابلس کی سیر مفت میں جاتی رہی۔ ان دنوں طرابلس کے بعض علما اتفاق سے وہاں آگئے تھے ایک صحبت میں اُن سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان لوگوں نے نہایت اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ طرابلس چلو طرابلس مشہور اسلامی شہر ہے۔ اور بعض اسلامی خصوصیتوں کے لحاظ سے بڑا یادگار مقام خیال کیا جاتا ہے۔ بیروت سے صرف دو دن کی راہ ہے کافی وقت

تھا کہ میں وہاں جا کر جہاز کی روانگی تک واپس آجاتا میں نے ہر طرح تیاری بھی کر لی تھی لیکن عین وقت پر بخار آ گیا اور یہ حسرت دل کی دل میں رہ گئی۔ اس سے زیادہ بدقسمتی یہ کہ احباب نے بھی ساتھ چھوڑا شیخ علی ظبیان جو کئی مہینے تک انیس و ہمدم رہے تھے صرف میری وجہ سے بیروت میں مقیم تھے دمشق سے اُنکے والد ماجد کا خط آیا اور اُنکو مجبوراً جانا پڑا۔ رات کے آٹھ بجے روانگی کا وقت تھا۔ رخصت کے وقت گلے ملکر میرے شانوں کو بوسہ دیتے تھے (یہاں یہ عام دستور ہے) اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

تمتع من شمیم عرار نجد　　　　فما بعد العشیۃ من عرار

یعنی اب نجد کے عرار (ایک پھول کا نام ہے) کی خوشبو سے لطف اُٹھانا ہو تو اُٹھا لو ورنہ آج کی رات کے بعد پھر عرار نصیب نہیں ہونیکا۔

مغنی کا بیہودہ طریقہ

بیروت میں میں نے جس چیز کو نہایت ناپسند کیا وہ ایک مکان ہے جسکو مغنی کہتے ہیں۔ یہ نہایت نامہذب اور مخرب اخلاق چیز ہے اور معلوم نہیں ایک اسلامی حکومت نے اُسکو کیونکر جائز رکھا ہے۔ عین سڑک پر ایک عالیشان دو منزلہ مکان ہے اوپر کی منزل میں ایک وسیع کمرہ ہے جس میں ترتیب کے ساتھ بہت سی کرسیاں بچھی ہیں صدر کی جانب ایک بلند مستطیل چبوترہ ہے بہت سی یورپین لیڈیاں اُسپر بیٹھکر گاتی بجاتی ہیں ایک دور ختم ہو جاتا ہے تو لیڈیاں چبوترے سے اُتر کر کمرے میں ٹہلتی ہیں اور معشوقانہ انداز کے ساتھ تماشائیوں کے پاس سے گزرتی ہیں جسکو منظور ہوتا ہے اشارے سے اُن کو بلاتا ہے اور وہ بڑے ناز و انداز سے اُسکے پہلو میں آکر بیٹھ جاتی ہیں نہایت بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ اختلاط شروع ہوتا ہے۔ شراب کا دور چلتا ہے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالکر ٹہلتے ہیں معانقہ۔ بوس و کنار غرض بیحیائی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا

بیروت سے روانگی

بیروت میں میری طبیعت یوں ہی بدمزہ تھی شیخ علی ظبیان اور شیخ طاہر مغربی کے چلے جانیکے بعد اور بھی وحشت ہوئی لیکن جہاز کے انتظار میں چار و ناچار دو تین روز ٹھہرنا پڑا ۱ صفر ۱۳۱۰ھ شام کیوقت بیروت سے روانہ ہوا شیخ عبد الباسط اور شیخ عمر جیلی بندرگاہ تک ساتھ آئے اور انہیں کے ذریعہ سے اسباب وغیرہ کے انتظام میں نہایت آسانی ہوئی دوسرے دن جہاز یافہ پہنچا۔ جہاز کے لنگر کرنیکے ساتھ ملاحوں اور قلیوں کا حملہ ہوا اور اس قدر شور و غل اور ابتری پیدا ہو گئی کہ میرے حواس جاتے رہے میرا اسباب ہر چند مختصر تھا تاہم اُسکے بھی حصے بخرے کر لئے گئے اور جس ملاح کو جس قدر ہاتھ لگا لیکر چلتا ہوا۔ اور اپنی کشتی میں رکھ آیا میں حیران تھا کہ خود کہاں جاؤں آخر تن بتقدیر ایک کشتی میں بیٹھ گیا کنارے پر پہونچکر دیر تک اُس کشتی کا انتظار کرنا پڑا جس میں بقیہ اسباب تھا۔ یہ مرحلہ طے ہوا تو پروانہ راہداری اور معائنہ اسباب کی مصیبت کا سامنا تھا یارے بہزار خرابی دوپہر تک ان جھگڑوں سے نجات ملی اور نماز ظہر کے قریب شہر میں پہونچا

یافہ جسکو انگریزی میں جافا کہتے ہیں۔ نہایت قدیم شہر ہے۔ توریت میں اسکا ذکر ہے اور مورخ پلینی کا بیان ہے کہ طوفان نوح سے پہلے موجود تھا سنہ ۱۳ھ میں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد تھا اسلام کے قبضہ میں آیا چونکہ یہ شہر بیت المقدس کا اسٹیشن ہے یعنی یہیں سے بیت المقدس جاتے ہیں اس لئے ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے شہر کا حصہ جسکو یورپین آبادی کہا جا سکتا ہے خوبصورت اور پر فضا ہے۔ میوہ جات یہاں کثرت سے ہوتے ہیں۔ انار نہایت عمدہ ہوتا ہے اور بہت سستا آتا ہے ایک بڑی خصوصیت اس شہر کی یہ ہے کہ شہر کے باہر باغوں کا ایک سلسلہ ہے اور متصل دو تین میل تک چلا گیا ہے۔ بیت المقدس یہاں سے ۴۰ میل ہے اب تو ریل جاری ہو گئی ہے لیکن اُسوقت شکرم چلتی تھی۔ میں مغرب کے قریب سوار ہوا راہ میں بعض مشہور مقامات (رملہ وغیرہ) آئے لیکن رات کی وجہ سے میں کچھ دیکھ نہ سکا۔

صبح ہوتے ہوتے پہاڑوں کا سلسلہ نظر آیا جو برابر بلند ہوتا چلا گیا ہے۔ سڑک اگرچہ بڑے کج و پیچ سے چکر کھاتی ہوئی گئی ہے لیکن نہایت صاف اور ہموار ہے پہاڑ کا دامن بالکل سرسبز اور شاداب ہے اور عجیب لطف و فضا کا مقام ہے جا بجا عرب بدؤں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں۔ مکانات اگرچہ تنگ و مختصر ہیں لیکن بالکل سفید پتھر کے ہیں سبزہ زار میں یہ سپیدی نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ دس بارہ میل چلکر ختم ہوا۔ اور بیت المقدس کی آبادی نظر پڑی۔

بیت المقدس اور زاویۃ الہندی

بیت المقدس پہاڑ پر آباد ہے میں ایک ہفتہ یہاں رہا اور مسجد اقصی اور قمامہ وغیرہ کی سیر کی گاڑی سے اتر کر میں سیدھا عبد الرزاق آفندی کے مکان پر گیا اُنھوں نے بے اعتنائی کی (یہ واقعہ کتاب کے خاتمہ میں تفصیل کے ساتھ آئیگا) تو ہوٹل میں جانیکا قصد کیا راہ میں ہندیوں کا زاویہ تھا میں نے خیال کیا کہ یہاں کے لوگوں سے ملنا مفید ہوگا چنانچہ زاویہ میں داخل ہوا تو پہلے شیخ زاویہ کا سامنا ہوا۔ یہ شیخ رامپور کے رہنے والے ہیں اور ایک مدت سے یہاں رہتے ہیں بیچارے لکھے پڑھے نہیں۔ نہایت معقول اور منتظم آدمی ہیں۔ زاویہ کو نہایت خوش سلیقگی سے درست کیا ہے ایک کمرہ جو ملاقاتیوں کیلئے مخصوص ہے معقول طور پر آراستہ ہے۔ صحن میں پھولوں کی کیاریاں ہیں۔ سلام علیک اور مزاج پرسی کے بعد باتوں باتوں میں جب اُنکو معلوم ہوا کہ میں ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتا ہوں تو اُنھوں نے کہا کہ تمکو یہاں مفتی صاحب اور دیگر اہل علم سے ملنا ہے وہ ہوٹل میں ٹھہرنا معیوب خیال کرتے ہیں چنانچہ میں زاویہ ہی میں ٹھہرا لیکن زاویہ کا کھانا اس خیال سے نہیں کھاتا تھا کہ فقرا اور محتاجوں کے لئے مخصوص ہے۔

بیت المقدس مسجد اقصی - قمامہ

بیت المقدس کی ابتدائی تاریخ

بیت المقدس کسی خاص عمارت کا نام نہیں بلکہ شہر کا نام ہے لیکن یہاں زیادہ تر قدس کہتے ہیں یہ متبرک شہر اگرچہ داؤد و سلیمان کی انتساب سے شہرت رکھتا ہے اور گویا اسکے وجود کی تاریخ انہیں انبیا کے عہد سے شروع ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ اس عہد سے بہت پہلے موجود تھا حضرت عیسےٰ سے ۱۰۴۸ برس پہلے حضرت داؤدؑ نے اس کو مدسیوں سے چھینا اور اپنا پایہ تخت قرار دیا اس عہد سے آجتک وہ بڑے بڑے تاریخی واقعات کا مرکز رہا ہے شروع

اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ تھا اور عیسائیوں کا آج بھی ہے۔

موجودہ حالت

موجودہ شہر کی آبادی پچاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نہیں۔ مکانات اور عمارتیں معمولی درجے کی ہیں سڑکیں بھی چنداں وسیع نہیں ہیں اور چونکہ اکثر جگہ مسقف بازار ہیں اسلئے زیادہ تنگی اور تاریکی ہے۔ شہر کے گرد پتھر کی شہر پناہ ہے جو سلطان سلیمان اعظم نے ۱۵۴۲ء میں تیار کرائی تھی۔ یہ حالت قدیم شہر کی ہے لیکن جدید آبادی نہایت پُر فضا اور پُر رونق ہے سڑک نہایت وسیع اور دونوں طرف عالیشان عمارتیں ہیں۔ بنگلے اور کوٹھیاں کثرت سے ہیں اور احاطے عموماً وسیع اور سبزہ وچمن بندی سے آراستہ ہیں تمام شہر کی زبان اور وضع ولباس عربی ہے قسطنطنیہ کی طرح یہاں بھی بہت سے زاویے اور تکیئے ہیں ہر قوم اور ہر ملک کے لئے الگ الگ زاویہ ہے اور مسافرونکو کھانا اور قہوہ ملتا ہے۔ آب وہوا نہایت عمدہ ہے میں اگست کے آغاز میں پہونچا تھا تاہم دن کو گلابی جاڑا ہوتا تھا اور رات کو اچھی خاصی سردی پڑتی تھی میوے کثرت سے اور نہایت شیریں ولذیذ ہوتے ہیں اُسوقت انگور کا آغاز تھا جسطرح ہمارے یہاں صبح کے وقت بھٹے گاجریں وغیرہ ٹوکروں میں بھر بھر کر بازار میں لاتے ہیں اور دور تک ڈھیر لگجاتا ہے بعینہ یہی حالت یہاں انگوروں کی ہے۔ میرا تمام دن یہ شغلہ رہتا تھا کہ انگور کے دانے ٹونگا کرتا تھا۔

میوہ جات

مسجد اقصیٰ

یہ وہ مبارک مسجد ہے جس کی بنا حضرت داؤدؑ نے ڈالی اور حضرت سلیمانؑ نے انجام کو پہونچایا مسجد کا احاطہ جسکو حرم کہتے ہیں نہایت وسیع ہے لیکن زیادہ تر ناہموار اور غیر مسطح ہے اور اکثر جگہ خودرو گھاس اور جھاڑیاں ہیں میں نے لوگوں سے اسکا سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ سلطان نے کئی دفعہ اسکی مرمت اور درستی کیلئے رقم کثیر بھیجی لیکن کارپردازوں اور مجاوروں نے اس کا بہت کم حصہ صرف کیا۔ طرہ یہ کہ میں نے خود مجاوروں سے پوچھا تو ایک صاحب نے فرمایا وہ کہاں کچھ رقم مجاوروں کے تصرف میں بھی آتی ہے اور کیوں نہ آئے باورچی کھانا پکاتا ہے تو نمک خواہ مخواہ چکھ لیتا ہے۔

مسجد کی عمارت جسکا طول ۴۰۰ گز اور عرض ۷۰۰ گز ہے نہایت خوبصورت پُرتکلف اور شاندار ہے۔ چھت ستونوں پر ہے اور (۱۵۰) صرف سنگ رخام کے ستون ہیں۔ جابجا پچی کاری اور طلائی کام ہے یہ عمارت جس قدر ہے عبدالملک بن مروان کی بنوائی ہوئی ہے البتہ بنیادوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد کے عہد کی ہیں بائیں جانب عمارت اور کسی قدر فاصلہ پر ایک وسیع تہ خانہ ہے دس بارہ سیڑھیاں اُتر کر سطح زمین ملتی ہے۔ یہاں نہایت عالیشان محرابوں کی سات قطاریں ہیں محرابوں کے ستون نہایت چوڑے اور بلند ہیں۔ مجاورین ان محرابوں کو حضرت سلیمان کے عہد کی تعمیر بتاتے ہیں اور اس قدر تو یقینی ہے کہ اسلام کے قبل کی ہیں۔

حرم مسجد میں اور بہت سے متبرک مقامات ہیں۔ مثلاً قبۃ السلسلہ۔ قبۃ المعراج۔ قبۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکن سب میں زیادہ پرشان **قبۃ الصخرہ** ہے یہاں وہ پتھر رکھا ہوا ہے جسکی نسبت عوام میں مشہور ہے کہ آسمان و زمین کے

بیچ میں معلق ہی اور قیامت کے دن عرش مجید اُسی پر رکھا جاویگا اہل عرب اُسکو صخرہ اور ہمارے ملک کے عوام تخت رب العالمین کہتے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ یہ پتھر نہایت قدیم زمانہ کا ہی اور ہر زمانہ میں اسکی نہایت عظمت کی گئی ہے عیسائیوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسپر قدم رکھا تھا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے عہد سے جب اسپر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا تھا تو اُنھوں نے اپنے خیال کے موافق اس نشان پر سونیکا قبہ بنایا تھا مسلمان بھی اسکی نہایت عزت کرتے ہیں لیکن مجھکو معلوم نہیں کہ کسی حدیث میں بھی اسکی کوئی فضیلت مذکور ہے۔

بہر نوع قبہ کی صورت یہ ہے کہ ایک بلند چبوترے پر مثمن برج ہے جسکی بلندی کم وبیش (۱۰۰) فٹ ہی چھت اور دیواروں پر نہایت عمدہ لاجوردی اور طلائی کام ہے اور باوجودیکہ مدتوں کا بنا ہے تاہم اسقدر روشنی اور چمک ہی کہ نگاہ نہیں ٹہرتی۔ مختصر یہ کہ زیب وزینت کے لحاظ سے علامہ بشاری کا یہ دعویٰ چنداں بیجا نہیں کہ "تمام ممالک اسلامیہ میں میں نے ایسی خوبصورت اور پرتکلف کوئی عمارت نہیں دیکھی" چند سیڑھیوں سے اُتر کر غار میں داخل ہوتے ہیں یہاں وہ مقدس پتھر رکھا ہوا ہے غار اسقدر وسیع ہی کہ ساٹھ ستر آدمیوں کی بخوبی گنجائش ہی۔ صخرہ زمین سے دو قدآدم بلند ہی بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے وہ بالکل ہوا میں معلق تھا ممکن ہی کہ اُس زمانہ میں ایسا ہی ہو۔ لیکن موجودہ حالت یہ ہے کہ ایک مدور دیوار ہے اور صخرہ اُسپر اسطرح رکھا ہوا ہی کہ دیوار کی چھت بنگیا ہے۔ مجاورین کا بیان ہے کہ صخرہ کو ہوا میں معلق دیکھکر لوگ اُسکے نیچے جاتے ہوئے ڈرتے تھے یہانتک کہ ایکدفعہ ایک عورت کا اسقاط حمل ہوگیا یہ واقعہ شیخ محی الدین اکبر کے عہد میں ہوا تھا۔ شیخ موصوف نے اُسکے گرد دیوار کھنچوادی کہ بظاہر معلق نہ معلوم ہو مجاورین یہ بھی کہتے ہیں کہ دیوار اس قدر بودی اور اندر سے کھوکھلی ہے کہ کسی طرح صخرہ کا بار نہیں اُٹھا سکتی۔ چنانچہ ایک مجاور نے میرے سامنے دیوار کو اُنگلی سے کھٹ کھٹایا اور ٹھن ٹھن آواز نکلی۔

یہ واقعہ صحیح ہو یا نہ ہو مگر اس میں شبہہ نہیں کہ یہ مقام مدت تک انبیائے کرام کا مسکن اور وحی والہام کا مہبط رہا ہے اسلیئے آیات اور تجلیات الٰہی کے جسقدر آثار یہاں موجود ہوں محل تعجب نہیں۔ بیت المقدس اور اُسکے قرب وجوار میں اور بھی بہت سی زیارت گاہیں ہیں مثلاً بیت اللحم جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے مقام خلیل۔ جہاں حضرت ابراہیم وحضرت یعقوب وحضرت اسحق کی قبریں ہیں۔ وادی جہنم جہاں حضرت مریم مدفون ہیں۔ ایک افسوس ہے کہ بعض اتفاقات کی وجہ سے میں ان مقامات کی زیارت نہ کر سکا۔ مقام خلیل کیلئے جو بیت المقدس سے پندرہ میل ہے میں نے دو تین روز برابر کوشش کی لیکن ان دنوں یہودیوں کا کوئی تیوہار تھا اسلیئے سواریاں بالکل ناپید تھیں اور ملتی بھی تھیں تو چوگنے کرایہ پر ملتی تھیں۔

قمامہ

عیسائیوں کا بڑا گرجا

یہ وہی قیامت زا مقام ہے جسکے لئے ایک زمانہ میں تمام یورپ اُمنڈ آیا تھا اور مدتوں تک یہ طوفان برپا رہا تھا

یہ ایک نہایت وسیع گرجا ہے اور عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق حضرت عیسےٰ علیہ السلام اسی مقام میں مصلوب و مدفون ہوئے اور یہیں سے آسمان پر گئے اس مکان کا اہتمام و انتظام اگرچہ عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے لیکن چونکہ ٹرکی حکومت میں واقع ہے اور چھ لاکھ اہل یورپ کے مقابلہ میں صلاح الدین کی معرکہ آرائیوں کی یادگار ہے۔ اسکا بواب یعنی کلید بردار مسلمان ہے چنانچہ میں جب اس گرجا میں گیا تو اُسی کی رہبری سے تمام مقامات کی سیر کی۔

مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہر طرف بڑے بڑے رہبان اور قسیس نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت میں مصروف ہیں۔ بواب پہلے مجکو اُس مقام پر لیگیا جہاں سے حضرت عیسٰی علیہ السلام (عیسائیونکے اعتقاد کے موافق) آسمان پر گئے یہ ایک مختصر سا حجرہ ہے صدر کی جانب چبوترے پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مورت ہے تمام بدن بجز ستر عورت کے برہنہ ہے۔ صورت سے کسی قسم کے تقدس اور شان نبوت کا اظہار نہیں ہوتا میں جب اس حجرہ میں گیا تو شمع روشن تھی اور ایک بڑا شّین پادری تصویر کی طرف ٹکٹکی باندھے مراقبہ میں مصروف تھا۔ مراقبہ سے فارغ ہو چکا تو مجاور نے اُسکے سر پر تھوڑا سا پانی چھڑکا جسکو اُسنے بڑے ادب و خشوع سے اپنے چہرہ اور ڈاڑھی پر مل لیا۔ صلیب دیئے جانیکی جگہ بھی شان و شوکت کی ہے لیکن اُسکو دیکھکر عیسائیونکی سادگی پر سخت افسوس آتا ہے۔

ایک بلند مستطیل چبوترے پر جو سرتاپا سنگ مرمر کا ہے صلیب کھڑی ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ہتیلیوں میں آہنی کیلیں ٹھکی ہیں۔ پاؤں کو اوپر تلے لکڑی پر رکھکر اسطرح میخ ٹھونکدی ہے کہ پاؤں کو توڑ کر لکڑی میں نکل گئی ہے اسی کے قریب ایک طرف حضرت مریم نہایت غمگین کھڑی ہیں۔ حضرت مریم کا مجسمہ یعنی اسٹیچو نہایت شاندار ہے سونیکی مورت ہے اور لباس کے ساتھ بنائی گئی ہے لباس لیشواز کے مشابہ ہے اس مقام بڑے بڑے رہبان اور قسیسونکا مجمع تھا راہبہ عورتیں بڑے خضوع و خشوع سے صلیب کی طرف ٹکٹکی باندھے ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں۔ مذہبی خیالات بھی کیا ہی عجیب چیز ہیں

علما اور فضلا کی ملاقات اور بعض دیگر حالات

بیت المقدس کے مشہور اور نامور عالم سید طاہر ہیں جو مفتی شہر ہیں اور مفتی ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ چونکہ قسطنطنیہ میں میں نے انکی تعریف سنی تھی اسلئے بیت المقدس پہنچکر سب سے پہلے انہیں کی ملاقات کا قصد کیا جوں ہی کمرے میں داخل ہوا مفتی صاحب اور تمام حاضرین تعظیم کو اُٹھے یہ طریقہ یہاں عام ہے اور ہر شخص کیلئے برتاجاتا ہے مزاج پرسی اور مختصر حالات پوچھنے کے بعد ایک صاحب نے فرمایا لعل حضرتکم من العلماء یعنی غالباً آپ علما میں سے ہیں میں نے کہا کہ لا ولکن من طلاب العلم "یعنی عالم تو نہیں البتہ طالب علم ہوں" وہ پہلے سے ایک علمی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور میرے پہونچنے کی وجہ سے انکی صحبت برہم ہو گئی تھی جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں بھی کچھ پڑھا لکھا ہوں تو ایک صاحب نے نہایت تہذیب و معقولیت سے کہا کہ ہم لوگ بھی ایک مسئلے کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو وہ مسئلہ آپکے سامنے بھی

پیش کیا جائے۔ اُن کے خاص الفاظ یہ تھے یاحضرۃ الشیخ قد کنا قبل ذٰلک فی بحث غلوا جبتہم عرضنا علیکم غرض انہوں نے وہ مسئلہ بیان کیا اور وہ یہ تھا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں کہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ خدا نے آنحضرت کو مخاطب کرکے کہا کہ تو نے یہ واقعہ نہیں دیکھا حالانکہ یہ واقعہ آنحضرت کی ولادت سے سینکڑوں برس پہلے واقع ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ رویت کا اطلاق علم یقینی پر بھی ہوتا ہے خود قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ۔ عرب کے جاہلیت کے اشعار میں بھی یہ اطلاق جابجا موجود ہے ایک صاحب نے میری تقریر پر اعتراض کرنا چاہا لیکن مفتی صاحب نے کہا یہ جواب بالکل صحیح ہے اور اس میں جائے گفتگو نہیں میں جب تک بیت المقدس رہا قریبًا ہر روز اس پر لطف صحبت میں شریک ہوتا رہا۔

مفتی صاحب تقدس اور شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر ہیں۔ اور اسی کا اثر ہے کہ تمام شہر اُنکی نہایت عزت کرتا ہے اُن کی تنخواہ کل تین سو قرش ہے یعنی تیس پنتیس روپے لیکن شہر میں جو اُنکا اثر ہے وہ حاکم شہر کا بھی نہیں بڑی خوبی یہ ہے کہ اگرچہ پُرانے زمانے کے آدمی ہیں اور نہایت مقدس ہیں تاہم آزاد خیال ہیں اور مذاق حال سے آشنا ہیں۔

لطیفہ ان ممالک میں علماء کو عمامہ یا ٹوپی پر ایک سفید دھجی جسکو لفہ کہتے ہیں لپیٹنا ضروری امر ہے میں جس دن عمامہ کی سیر کو گیا میرے سر پر صرف ٹوپی تھی عمامہ نہ تھا راہ میں جا رہا تھا کہ ایک صاحب نے جو روشناس ہو گئے تھے دیکھ لیا۔ اور مفتی صاحب کے جلسہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ چونکہ وہاں کی رسم کے موافق یہ بالکل نئی بات تھی لوگوں میں اس کے چرچے ہوئے یہانتک کہ دوسرے دن جب میں مفتی صاحب کے دربار میں گیا تو ایک صاحب نے بڑے تعجب اور حیرت سے پوچھا کہ سمعنا ان حضرۃ الشیخ خرج من غیر لفہ یعنی ہم نے سنا کہ جناب والا عمامہ و لفہ کے بغیر بازار میں نکلے۔ میں نے کہا ہاں عیسائیوں کے گرجے میں گیا تھا اور ایسے مقامات کے لئے عالمانہ لباس موزوں نہیں ہے سب بول اُٹھے کہ واللہ قد اصبتم یعنے آپ نے بالکل بجا کیا۔

ایک دن میں بخارا والوں کے زاویہ میں گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی دن بخارا کے چند معزز رئیس اور معزز لوگ حج سے پھر کر بیت المقدس کی زیارت کو آئے تھے۔ شیخ زاویہ نے مجکو ان لوگوں سے ملایا صورت اور وضع سے دولتمند اور محترم اور موقر معلوم ہوتے تھے بعض صاحب علم اور فقیہہ تھے چونکہ یہ لوگ روس کی حکومت میں رہتے ہیں میں اُن سے روسی گورنمنٹ کے متعلق گفتگو کرتا رہا بہت شکایت کرتے تھے اور زیادہ تر اس بات کے شاکی تھے کہ مسلمان بجبر فوج میں داخل کئے جاتے ہیں اور کسی اسلامی حکومت سے جنگ پیش آتی ہے تو مسلمانوں کو اپنے ہی ہم مذہبوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

بیت المقدس سے روانگی

بیت المقدس سے روانہ ہو کر میں یافہ میں آیا اور وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر تیسرے دن اسکندریہ پہونچا۔

جہاز کا لنگر کرنا تھا کہ قلیوں اور ملاحوں کی مصیبت کا سامنا ہوا یہ آفت یوں تو ہر جگہ ہے لیکن اسکندریہ کو تو اس خصوصیت میں تمام مقامات پر ترجیح ہے بہزار خرابی کنارے پہونچا وہاں قلیوں کا ہجوم تھا اور ایک ایک مسافر پر چار چار گرے پڑتے تھے ایک قلی نے زبردستی میرا اسباب اُٹھا لیا مجبوراً میں اُس کے ساتھ ہولیا۔ اسکندریہ نہایت قدیم زمانہ کی یادگار ہے۔ اور اس لحاظ سے اس کی سیر ضروری تھی لیکن مجکو قاہرہ جانے کی جلدی تھی۔ اس لئے میں نے اُسی وقت گاڑی کرایہ کی اور اسٹیشن پہونچا لطف یہ ہے کہ قلی صاحب بھی گاڑی پر بیٹھ لئے اور میرے پہلو میں بیٹھے میری کیا مجال تھی کہ اُن کی اس جسارت پر معترض ہوتا۔

اسکندریہ

دریا کے کنارے سے اسٹیشن تک شہر کا جو حصہ نظر سے گذرا نہایت آباد اور پر رونق تھا۔ سڑکیں وسیع اور دونوں طرف نہایت بلند مکانات اور دوکانیں تھیں اسٹیشن پر پہنچکر معلوم ہوا کہ ابھی دو تین گھنٹے کی دیر ہے میں نے کہا لاؤ جبتک ادھر اُدھر پھر آؤں پاس ہی ایک جامع مسجد تھی وہاں گیا نہایت شاندار اور خوبصورت ہے وضو کرنے کا حوض وسیع اور خوشنما ہے۔ گرد استنجا خانے اور پاخانے ہیں لیکن صفائی کا اس قدر اہتمام ہے کہ بو اور رائحہ کا نام تک نہیں ہے۔

ریلوے گاڑیوں کی قطع

دس بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ یہاں کی گاڑیوں میں بجائے بنچوں کے آہنی کرسیاں ہوتی ہیں اور دو دو اس طرح ساتھ جڑی ہوتی ہیں کہ دونوں کی پشت ملی ہوتی ہے ہر درجے میں آٹھ آدمیوں کی نشست ہوتی ہے۔ چار ایک طرف چار ایک طرف سونے کی کوئی تدبیر نہیں رفع حاجت کا بھی کوئی بند وبست نہیں دریافت سے معلوم ہوا کہ یورپ میں بھی اسی قسم کی گاڑیاں ہیں۔ البتہ ایک بات نئی ہے اور آرام سے خالی نہیں وہ یہ کہ گاڑی ہی میں خوانچے والے جو بسکٹ ڈبل روٹی پنیر اور میوے بیچتے ہیں ہر وقت موجود رہتے ہیں اور چونکہ تمام گاڑیوں میں اس سرے سے اُس سرے تک آمد و رفت ہو سکتی ہے خوانچہ والا ہر وقت پھرتا رہتا ہے اور تمام گاڑیوں میں چکر لگاتا ہے۔

سید صاحب نے اپنے سفرنامے میں یہاں کی ریل کے کارخانے۔ سڑک۔ اسٹیشن۔ لالٹینوں غرض ہر ایک چیز کی نسبت بے سلیقگی اور میلے پن کی سخت ہجو کی ہے اُسوقت شاید یہی حالت ہوگی لیکن اب یہ شکایت نہیں ہوسکتی میں نے اسکندریہ سے قاہرہ اور قاہرہ سے اسمعیلیہ تک ریل میں سفر کیا میرے نزدیک کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی۔

اس سفر میں جسقدر حصہ مصر کا میری نظر سے گذرا عجب سرسبز و شاداب تھا جہانتک نگاہ جاتی تھی نہایت سرسبز کھیتیاں نظر آتی تھیں۔ اسکندریہ سے قاہرہ تک جس قسم کی عمدہ پیداوار نظر آئی میں نے ہندوستان میں پچاس ایکڑ زمین بھی ایسی نہیں دیکھی۔ ریل شام کے قریب قاہرہ پہونچی اور میں نے جامع ازہر کے قریب ایک لوکانڈہ (ہوٹل) میں قیام کیا۔ بیروت میں عبد الباسط آفندی نے مجکو ایک خط دیا تھا کہ قاہرہ پہنچکر شیخ عبد الحلیم کے پاس بھجوا دینا شیخ عبد الحلیم۔ عبد الباسط آفندی کے چچیرے بھائی ہیں اور جامع ازہر میں پڑھتے ہیں۔ میں نے وہ خط

اُنکے پاس بھجوا دیا دوسرے دن ہوٹل میں تشریف لائے اور کہا کہ اگر آپکو یہاں کے علمی حالات دریافت کرنے ہیں اور علماء اور شیوخ سے ملنا ہے تو ہوٹل میں ٹھہرنا مناسب نہیں یہاں علما اس کو بہت معیوب خیال کرتے ہیں چنانچہ انکی ہدایت کے موافق میں جامع ازہر میں گیا اور اُنہوں نے رواق الشامئین میں ایک پُر فضا حجرہ میرے لئے خالی کرا دیا ایک مہینے سے زیادہ میں یہاں مقیم رہا شیخ عبد الحلیم قریبًا ہر وقت میرے پاس رہتے تھے اور میری تمام ضرورتوں کو انجام دیتے تھے وہ میرے رہنما انیس معرّف اور اگر گستاخی نہ ہو تو نوکر اور خادم بھی تھے اور نوکر بھی بے تنخواہ اور بے غرض۔

قاہرہ کا اجمالی حال

یہ شہر مصر کا دار السلطنت ہے بلکہ حال کے محاورہ میں مصر کا لفظ جب استعمال کیا جاتا ہی تو یہی شہر مراد ہوتا ہے جوہر سپہ سالار فاطمین نے ۳۵۸ھ میں اسکو آباد کرایا تھا اور اُس عہد سے آجتک اُسکو روز افزوں ترقی ہی موجودہ مردم شماری ۳۷۴۸۳۸ ہے سڑکیں وسیع اور مکانات عمومًا بلند اور خوش فضا ہیں۔ میں جب اُس کے وسیع اور پُر رونق بازاروں میں سیر کرتا پھرتا تو بمبئی کا دھوکا ہوتا تھا۔ قہوہ خانے نہایت کثرت سے ہیں اور بڑی تفریح اور آرام کی چیز ہیں۔ لباس اور وضع یہاں کی نہایت بھونڈی اور ناموزوں ہے عوام نیلگوں لمبا کرتہ پہنتے ہیں جس کا چاک کھلا رہتا ہے۔ پائجامہ، تہمد وغیرہ بالکل نہیں پہنتے۔ خواص قفطان اور عبا پہنتے ہیں لیکن چونکہ عبا میں کالر نہیں ہوتا گردن کھلی رہتی ہے اور بدنما معلوم ہوتی ہے نئے تعلیم یافتہ کوٹ پتلون کا استعمال کرتے ہیں اور یہ طریقہ روز بروز زیادہ مقبول ہوتا جاتا ہے عورتوں کی وضع اور لباس اس قدر بیہودہ اور بدنما ہے کہ اس سے زیادہ قیاس میں نہیں آسکتا۔ عام عورتیں تو وہی نیلگوں لمبا کرتہ پہنتی ہیں لیکن دولتمند اور نئے فیشن کی بیگمات جنکا لباس بالکل یورپین ہوتا ہے وہ بھی ایک بدنما نیلگوں برقع اوڑھکر بیچا یا ہوا بنجاتی ہیں برقع میں ناک کی جڑ سے سینے تک ایک سیاہ دھجی سونڈ کی طرح لٹکتی رہتی ہے۔ اس دھجی کے اٹکانے کیلئے سونے یا پیتل کی ایک گلّی ہوتی ہے جو پیشانی پر لٹکتی ہے اور بجائے زیور کے استعمال کی جاتی ہے۔

عام آدمیوں کا اخلاق

عام آدمیوں کے اخلاق میں دنائت زیادہ پائی جاتی ہے معمولی سے معمولی چیز کی قیمت چکانے میں حضرت امام حسین علیہ السلام یا حضرت عبد القادر جیلانی کا واسطہ دلایا جاتا ہے مرد اور عورت بکثرت بھیک مانگتے ہیں اور بلا کیطرح لپٹ جاتے ہیں موسم کے لحاظ سے یہ ملک ہمارے ہندوستان کے مشابہ بلکہ اس سے بدتر ہے کچھ عجیب طرح کی گرمی پڑتی ہے۔ طبیعت ہر وقت مضمحل اور سست رہتی ہے اور کسی کام کے کرنیکو جی نہیں چاہتا مجکو خیال تھا کہ میں یہاں بہت کام کر سکونگا اور اسی وجہ سے بیروت و بیت المقدس میں کم قیام کیا تھا کہ یہاں زیادہ دنوں تک رہ سکوں لیکن گرمی نے وہ تمام منصوبے غلط کر دیئے صبح کے وقت گھنٹہ دو گھنٹہ کام کرتا تھا باقی تمام دن حجرے میں بیکار پڑا رہتا تھا۔

مصر میں تعلیم کی حالت

ممالک اسلامیہ میں جو مقامات آجکل تعلیم کے مرکز خیال کئے جاتے ہیں قسطنطنیہ اور قاہرہ ہیں اسی لحاظ سے میں نے ان دونوں مقاموں کی تعلیمی حالت دریافت کرنے میں بہت کچھ کوشش کی قسطنطنیہ کی طرح یہاں سررشتہ تعلیم کے عہدہ داروں سے ملا۔ سالانہ رپورٹیں پڑھیں متعدد کالجوں کے پروگرام دیکھے۔ بڑے کالجوں میں خود جاکر اساتذہ کا طریق درس دیکھا۔ ان تحقیقات سے جو باتیں معلوم ہوئیں اُنکو ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں اس موقع پر یہ کہنا بھی ضرور ہے کہ اگرچہ قسطنطنیہ میں تعلیم کو جو وسعت اور ترقی حاصل ہے مصر اور قاہرہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں تاہم مصر کو اس بات میں ترجیح حاصل ہے کہ یہاں سررشتہ تعلیم کے کاغذات جو عام طور پر شائع ہوتے ہیں زیادہ مرتب اور مفصل ہیں اور اسلئے میں قسطنطنیہ کی بہ نسبت یہاں کی تعلیمی حالت زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ لکھ سکونگا۔

قسطنطنیہ کی نسبت یہاں بھی تعلیم کے دو طریقے ہیں قدیم و جدید یہ دونوں طریقے بالکل مختلف ہیں اور اس اختلاف نے دونوں کو نہایت سخت نقصان پہنچایا ہے۔ قدیم تعلیم جو ہزار برس پیشتر کی تعلیم کا بگڑا ہوا خاکہ ہے ملک کی آب و ہوا میں سرایت کرگئی اور چونکہ وہ مذہب کے پیرایہ میں ہے سلطنت کا اثر بھی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اسی کا نتیجہ ہے کہ مصر میں اگرچہ ایک مدت سے جدید تعلیم کی بنیاد پڑ چکی ہے اور خود گورنمنٹ نے اُسکو خاص اپنے سایۂ عاطفت میں لیا ہے۔ بہت سے لڑکوں کو وظیفہ دیا جاتا ہے اور فی صدی ۸۱ سے کچھ فیس نہیں لیجاتی۔ تمام بڑے بڑے عہدے صرف نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو ملتے ہیں یہ سب کچھ ہے تاہم وسعت تعلیم کا یہ حال کہ شہر و اطراف کے تمام چھوٹے بڑے اسکولوں اور کالجوں کو ملاکر طالب علموں کی تعداد دس ہزار بھی نہیں ہے حالانکہ قدیم طریقے پر تعلیم پانے والے صرف جامع ازہر میں دس ہزار سے زائد ہیں اسقدر ضرور ہے کہ جدید تعلیم کا ہر قدم آگے ہے اور قدیم طریقے کا زور روز بروز گھٹتا جاتا ہے سرکاری مدرسوں میں ہر قسم کے طلبا کی تعداد جو ہر سال بڑھتی رہتی ہے اُس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ۱۸۸۷ء میں بورڈروں کی تعداد فیصدی ۴۷ تھی اور ۱۸۸۸ء میں ۵۶ ہوگئی۔ اسی طرح غیر بورڈر ۱۸۸۷ء میں ۷۱ فیصدی تھے اور ۱۸۸۸ء میں ۷۹ ہوگئے۔ ہم اس موقع پر ایک اجمالی نقشہ دیتے ہیں جو ۱۸۸۸ء کی رپورٹ سے مرتب کیا گیا ہے اور جس سے تمام اسکولوں اور کالجوں کی تفصیل اُنکے سالانہ مصارف۔ طالب علموں کی تعداد اور دیگر حالات معلوم ہونگے۔

نام مدرسہ	مصارف سالانہ ۱۸۸۸ء جون	تعداد طلبا جون ۱۸۸۸ء	تعداد طلبا جو فیس دیتے ہیں	مقدار فیس	بلا فیس	تعداد طلبا وظیفہ خوار	کیفیت
مدرسۃ الطب	۸۴۱۲ پونڈ	۱۸۲ پونڈ	۷۹ پونڈ	سالانہ ۶ پونڈ	۴۷	۲۲	پونڈ کم از کم پندرہ سہ

مدرسة الولادة	٨١٦	١١	٠	٠	١١	٠	روپیہ کا ہوتا ہے
مہندس خانہ	٤١٤٠	٢٣	٧	١٥ پونڈ	١٢	١٨	
مدرسۃ الحقوق یعنی قانون کا مدرسہ	٤١٤٢	٦٢	٢٧	١٥ ”	١٥	١١	
دار العلوم	١٥٢٦	٣١	٠	٠	١	٣٧	میں نے جب اس
مدرسۃ الترجمہ	١٤٣٥	٣٠	٤	٦ ”	٢٣	٢	کالج کو دیکھا تو ٥٤
مدرسۃ الصنائع	٧٨١٩	٢٧٠	١٢	٦٦	٢٦٠	٠	طالبعلم تھے۔
التوفیقیہ	٦٤١٨	٢٨٨	داخلیہ ٢٥ خارجیہ ٢١	٢٠ ١٢	٣	١٥	داخلیہ سے بورڈر
التجہیزیہ	٧٧٥٤	٣٣٠	داخلیہ ٥٢ خارجیہ ٩٠	١٦ ٨	١٨٥	٠	خارجیہ سے غیر بورڈر
مبتدیان	٤٢٨٤	٢٥٨	داخلیہ ٦٩ خارجیہ ٨١	١٤ ٢	١١٨	٠	مراد ہیں۔
اسکندریہ	١٣٦٨	٢١٤	١٠٩	١	٧٦	٠	
المنصورہ	١٢٩٤	١٤٣	٨٠	؛	٧١	٠	

ان سرکاری مدرسوں کے سوا ٢٠ پرایوٹ اسکول ہیں جنکا طریقہ تعلیم اور کورس بالکل سرکاری مدرسوں کے مطابق ہے اور امتحانات وغیرہ بھی سررشتہ تعلیم کی نگرانی میں ہوتے ہیں سنہ ١٨٨٩ء میں ان اسکولوں کا خرچ سالانہ ٣٢١٣ پونڈ تھا جو کم و بیش ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کی برابر ہے طالبعلموں کی تعداد سنہ ١٨٨٩ء میں ٢٣٦٢ تھی۔

مدارس اور طالبعلموں کی تعداد ہر سال ترقی کرتی تھی چنانچہ سنہ ١٨٩١ء میں پرایوٹ اسکولوں کی تعداد ٢٠ سے ١٢٠ ہو گئی جس میں دس ہزار تیرہ سو طالبعلم تعلیم پاتے ہیں اسیطرح اس سنہ میں سرکاری مدارس کے طالبعلموں کی تعداد ١٨٣٠٧ اور فیس کی آمدنی ڈھائی لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ مصر کی اصطلاح میں تعلیم کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں۔

ابتدائی جس میں چار صفیں ہیں اور اس کی کل خواندگی ہمارے یہاں کے مڈل کلاس کے برابر ہے۔ تجہیزی ابتدائی کے بعد شروع ہوتی ہے اسمیں پانچ کلاسیں ہیں اور اسکی خواندگی ہمارے یہاں کے انٹرنس کے برابر ہے۔ خصوصی یعنی لا کلاس اور دار العلوم وغیرہ

مدارس تجہیزیہ میں فرنچ یا انگریزی کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور سنہ ١٨٨١ء سے یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ ان مدرسوں

لے خدیو حال کو تعلیم کی ترقی کا نہایت خیال ہے چنانچہ سنہ حال یعنی سنہ ١٨٩٢ء کے اس اجلاس میں جسمیں سلطنت کا بجٹ پیش ہوا خدیو موصوف نے خاص تعلیمات کے صیغے کے متعلق جو گفتگو کی اس کے بعض فقرے یہ تھے سررشتہ تعلیم کی وسعت اور ترقی کی نہایت ضرورت ہے چنانچہ میں نے اس سال رقم سابق پر بارہ ہزار پونڈ قریباً دو لاکھ روپیہ کا اضافہ منظور کیا تعلیم کی طرف لوگوں کا میلان روز بروز بڑھتا جاتا ہے اس سال بہ نسبت اور سالوں کے پندرہ سو لڑکے کالجوں اور اسکولوں میں زیادہ داخل ہوئے صنعت کے جو مدرسے بند ہو گئے تھے میں نے دوبارہ اُن کے جاری ہونے کا حکم دیا

میں تاریخ - جغرافیہ - علوم طبیعہ - لازمی طور پر فرنچ یا انگریزی زبان میں پڑھائی جائیں ان زبانوں میں ترقی کے لئے سررشتہ تعلیم نے یہ حکم جاری کیا کہ انکی تعلیم صرف یوروپین پروفیسروں کے ذریعے سے دلائی جائے اس سے پہلے چونکہ فرنچ زبان کا اثر زیادہ تھا اس لئے فرنچ پڑھنے والے طلبا کی تعداد زیادہ تھی چنانچہ ۱۸۸۹ء میں انکی تعداد ۲۰۰۰ تھی اور انگریزی خوان صرف آٹھ سو تھے لیکن اب انگریزی خوان کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے اور فرنچ پڑھنے والونکی تعداد قریبًا وہی ہے جو ۱۸۸۹ء میں تھی اب ہم بڑے بڑے کالجوں اور بعض اسکولوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں -

دار العلوم

مصر اور نہ صرف مصر بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں جو کالج مجکو سب سے زیادہ پسند آیا اور جس کو میں نے مسلمانوں کے درد کیلئے کافی سمجھا وہ یہی کالج ہے اور میرا ہمیشہ یہ خیال ہے اور میں نہایت مضبوطی سے اسپر قائم ہوں کہ مسلمان مغربی علوم میں گو ترقی کے کسی رتبہ تک پہونچ جائیں لیکن جب تک اُن میں مشرقی تعلیم کا اثر نہو اُن کی ترقی مسلمانونکی ترقی نہیں کہی جاسکتی بے شبہہ مشرقی تعلیم موجودہ اسکیم ہے وہ نہایت ابتر اور غیر ضروری ہے لیکن اسی تعلیم میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو مسلمانونکی قومیت کی روح ہیں اور جس تعلیم میں اس روحانیت کا مطلق اثر نہ ہو وہ مسلمانوں کے مذہب - قومیت - تاریخ کسی چیز کو بھی زندہ نہیں رکھ سکتی -

جس مصیبت کا ہندوستان میں رونا ہے وہی قسطنطنیہ - بیروت اور مصر میں بھی موجود ہے یعنی نئی تعلیم میں قومیت اور مذہبی پابندی کا اثر کم ہے اور پرانی تعلیم اس قابل نہیں کہ دنیا کی موجودہ ضرورتوں کا ساتھ دیسکے صرف ایک یہ دار العلوم ہے جو دونوں ڈانڈونکو ملانا چاہتا ہے اگرچہ افسوس ہے کہ ابھی پورا کامیاب نہیں ہوا اس کالج کا اول جسکو خیال آیا وہ علی پاشا مبارک مصر کا روشنضمیر جسنے خود مشرقی اور مغربی تعلیم دونوں حاصل کی ہیں اور یورپ کی متعدد زبانیں جانتا ہے وہ کئی دفعہ مصر کی سررشتہ تعلیم کا افسر رہ چکا ہے اسکی تاریخی تصنیفات تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور درحقیقت بہت مفید ہیں اُس نے جامع ازہر کی طرز تعلیم کی بھی اصلاح کرنی چاہی تھی لیکن ازہر کے شیوخ راضی نہ ہوئے غالبًا اسکے بعد اُس نے کالج کی بنیاد ڈالی -

اول اول اس کالج کا ظاہری مقصد یہ قرار دیا گیا کہ اسکے تعلیم یافتہ مدارس سرکاری کی مدرسی کیلئے انتخاب کئے جائیں لیکن ۱۸۸۸ء میں گورنمنٹ کی اجازت کے مطابق سررشتہ تعلیم نے یہ قاعدہ منظور کیا کہ اس کے سند یافتہ جج اور قاضی و مفتی مقرر ہوسکیں اس کے ساتھ کورس میں اور متعدد علوم اضافہ کئے گئے اور ایک کمیٹی نے جس کا پریسیڈنٹ جامع ازہر کا شیخ الشیوخ تھا اس کے کورس کیلئے کتابیں منتخب کیں - اس کالج میں داخل ہونے کی ضروری شرط یہ ہے کہ طالب علم مشرقی علوم میں سے نحو - صرف - فقہ - اصول فقہ - تفسیر - حدیث میں مناسب استعداد رکھتا ہو -

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۰۲) علی پاشا کی وہ یادداشت جسمیں اُنہوں نے پانسو ابتدائی مکتبوں کا دیہات و قصبات میں کھولا جانا تجویز کیا تھا میں نے اُس کی طرف توجہ مائل کی اور میں اس تجویز کو بالکل پورا کرنا چاہتا ہوں بہرحال آپ لوگ تعلیم کیطرف سے مطمئن رہیں میں اس محکمے کو بہت ترقی دونگا

تعلیم کی مدت کل چار برس ہے اور علوم جو پڑھائے جاتے ہیں اور جس طرح ہر ہفتہ میں اُن کے درس مقرر کئے گئے ہیں اُن کی تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

علوم جو پڑھائے جاتے ہیں	پہلا سال	دوسرا سال	تیسرا سال	چوتھا سال
فقہ	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق
تفسیر	۰	۰	۲	۲
تاریخ طبیعی	۲	۲	۰	۰
علوم بلاغت	۲	۲	۰	۰
اصول فقہ	۰	۰	۲	۲
حکمت عملیہ	۱	۰	۰	۰
جبر مقابلہ وحساب	۴	۴	۴	۴
جغرافیہ	۲	۲	۲	۲
تاریخ عمومی	۱	۱	۱	۱
فن انشائے عربی	۳	۳	۴	۴
مختلف خطوط	۴	۴	۴	۴
تصویرکشی	۱	۱	۰	۰
ادبیات لغت عربیہ	۰	۰	۳	۳
قسموغرافی	۰	۰	۱	۱
طبیعات وکیمیا	۰	۰	۲	۲
حدیث۔ کلام۔ منطق	۰	۲	۱	۰
نحو۔ صرف۔ رسم خط۔ عروض۔ قوافی	۳	۲	۰	۰

چونکہ اس کالج میں وہی طلبا داخل ہوسکتے ہیں جو علوم عربیہ اور فقہ وحدیث سے واقف ہوں اور اس قسم کے طلبا وہی ہوسکتے ہیں جنہوں نے قدیم طریقے پر تعلیم پائی ہو۔ اس کالج میں طالب علموں کی تعداد بہت کم ہے اگرچہ سررشتہ تعلیم نے اسی لحاظ سے اس کالج میں کچھ فیس نہیں مقرر کی بلکہ بجائے اس کے ہر طالب علم کو پندرہ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے ایک وقت کھانا بھی کالج ہی سے ملتا ہے طالب علموں کے لئے جو لباس مقرر کیا گیا ہے وہ بھی قدیم مولویانہ لباس ہے جو لوگ یہاں سے تعلیم پاکر نکلتے ہیں

اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز ہوتے ہیں یہ سب کچھ ہے لیکن جن لوگوں کو پرانی تعلیم نے ایک دفعہ بھی چھولیا تمام عمر کیلئے اُن کو علوم جدیدہ سے وحشت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ علوم عربی زبان ہی میں تعلیم دئے جاتے ہیں میں نے جب اس کالج کو دیکھا تو اسمیں ۹۸ طالبعلم تھے۔ جنمیں سے اکثر جامع ازہر کے تعلیم یافتہ تھے۔

طریقہ

درس کا طریقہ بھی یہاں خاص ہے استاد شاگرد کسی کے ہاتھ میں کتاب نہیں ہوتی استاد زبانی لیکچر دیتا ہی اور اس وسعت اور فصاحت سے تقریر کرتا ہی کہ خود دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ اسی لحاظ سے مصر کے نہایت نامور علماء اس کی پروفیسری کے لئے انتخاب کئے گئے ہیں مثلاً شیخ حمزہ فتح اللہ پروفیسر ادب شیخ حسن الطویل معلم الحدیث ڈاکٹر عثمان بک پروفیسر تاریخ طبعی یہ سب مصر کے مشہور علما ہیں اور ان کی تصنیفیں نہایت قدر کے قابل خیال کی جاتی ہیں مصر میں آج جو لوگ عربی کے نامور انشا پرداز ہیں اکثر یہی کالج کے تعلیم یافتہ ہیں ادب کا جو کورس مقرر کیا گیا ہے وہ کوئی خاص کتاب یا چند کتابوں کا انتخاب نہیں ہے بلکہ عربی لٹریچر کے وہ تمام نادر حصے جنکو فن ادب کی جان کہنی چاہیئے۔ اسی طرح تفسیر میں صرف اُن آیتوں کا درس ہوتا ہے جو بلحاظ بلاغت یا اخلاق یا مسائل کلام زیادہ مہتم بالشان ہیں چنانچہ ۱۸۹۰ء میں جو نصاب تعلیم مقرر کیا گیا تھا اُس میں ان تمام مقامات کی تفصیل کر دی گئی ہے اور وہ سرکاری مطبع میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے۔

ادب اور فقہ کے درس میں میں خود بھی شریک ہوا تھا۔ دونوں پروفیسروں نے جس فصاحت اور خوبی سے تقریر کی اب تک میرے دل میں نقش ہے کاش ہمارے یہاں کے علماء بھی اس طریقہ کی تقلید کرتے۔ طالب علموں کی استعداد کا حال اس سے ظاہر ہوگا کہ جس وقت ہم کالج کی سیر کر رہے تھے احمد بک نظیم نے جو کالج کی سکریٹری ہیں ایک طالب علم کو جس کا نام احمد قوصی تھا بلایا اور اُس سے کہا کہ قلم دوات لیکر بیٹھ جاؤ اور اسی وقت ان کی شان میں (میری طرف اشارہ کرکے) کچھ اشعار لکھو وہ سامنے ایک بینچ پر بیٹھ گیا اور یہ اشعار لکھ کر سنائے۔

محمد انت شبلی المعالی	لقد فقدت الوری علاک قدرا
وقد ادلیتنا شرفا و فضلا	بتشریف زیارۃ ارض مصرا
فلازلنا نراک لکل انس	تزید تفضلا و نزید شکرا

اگرچہ شبلی المعالی کی ترکیب بے جوڑ ہے اور دوسرے شعر میں اقوار ہے تاہم خوبی زبان اور برجستگی ادا کے لحاظ سے میں نے بہت داد دی۔

مدرسۃ الحقوق

اس کالج میں قانون کی تعلیم ہوتی ہے اور یہاں کے سندیافتہ سول سروس عہدوں پر مامور ہوتے ہیں
اس کالج میں داخل ہونے کی ضروری شرطیں یہ ہیں کہ طالب علم کی عمر ۱۶ سال سے زیادہ ہو تجہیزی تعلیم (انٹرنس کلاس) کی سند رکھتا ہو چال چلن اچھا ہو بچپن میں چیچک کا ٹیکہ لگوا چکا ہو تندرستی اچھی ہو۔ داخلہ کے وقت ایک خاص امتحان تحریری و تقریری لیا جاتا ہے تحریر میں فرنچ اور عربی کی زبان دانی کے متعلق سوال ہوتے ہیں۔ اور تقریر میں ان کے علاوہ تاریخ اور جغرافیہ بھی داخل ہے اس امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد اس کو اپنے باپ اور مربی کا ایک خط پیش کرنا ہوتا ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہوتے ہیں۔ کہ "کالج کے خارج اوقات میں میں اس لڑکے کے چال چلن کا ذمہ دار ہوں" ان تمام باتوں کے بعد ۵ پونڈ یعنی کم و بیش دو سو روپیہ بطور فیس داخل کرنے ہوتے ہیں۔ اور اس وقت طالب علم کالج میں داخل کر لیا جاتا ہے تعلیم کی مدت چار برس ہے۔ اور مضامین جو تعلیم میں داخل ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

داخلے کے شرائط

سال اول۔ عربی۔ فرنچ۔ ترجمہ۔ مسک دفاتر (یعنی املا و تحریر) شریعت اسلامیہ۔ قانون قضا و عدالت۔ عام قانون اور پالٹیکس کے اصول عام۔

سال دوم۔ علاوہ مضمون بالا کے رومن لا۔ قانون فوجداری۔

سال سوم۔ علاوہ مضامین بالا پولیٹکل اکونمی تعزیرات۔ مرافعات۔ مدینہ۔ و تجاریہ

سال چہارم۔ شریعت اسلامیہ پولیٹیکل اکونمی مرافعات قانون تجارت۔ قانون عدالت خاص سلطنت کا قانون ہر سال مختلف مضامین میں امتحان لئے جاتے ہیں اور یہ تمام امتحانات اور اخیر امتحان فرنچ زبان میں ہوتا ہے صرف شریعت اسلامی کا امتحان عربی زبان میں ہوتا ہے۔ طالبعلموں کو جب کسی قدر قانونی استعداد حاصل ہو جاتی ہے تو ہائی کورٹ۔ اور دوسری عدالتوں میں کارروائی سے واقف ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ مقدمات کا خلاصہ لکھیں۔ خود کالج میں بھی عدالت کی مسلیں منگائی جاتی ہیں، اور طالب علموں سے اُن کے متعلق تحریری دعوی۔ بیانات تحریری۔ ادائے شہادت۔ سوالات۔ جرح۔ فیصلہ مقدمہ کی مشق کرائی جاتی ہے۔ میں نے اس کالج کی اچھی طرح سیر کی کالج کا سکرٹری ایک فرنچ ہے وہ تو عربی سے بالکل ناواقف ہے لیکن اُس کا نائب ایک نوجوان مسلمان ہی جو نہایت لائق شخص ہے اور متعدد زبانیں جانتا ہے۔ وہ کالج کا پروفیسر بھی ہے اور فرنچ زبان میں نہایت

برجستگی سے لکچر دیسکتا ہے مجکو اپنی کلاس میں لیگیا اور کہا کہ آج فرنچ میں لکچر دینے کا دن تھا لیکن میں تمہاری خاطر سے عربی میں لکچر دونگا چنانچہ تعزیرات کے اصول پر کھڑے ہو کر لکچر دیا اور نہایت فصاحت اور وسعت سے تقریر کی۔ تمام کلاسوں میں جس قدر لڑکے تھے پاکیزہ صورت اور پاکیزہ لباس تھے اور ان کے چہروں سے وقار ٹپکتا تھا۔

مدرسۃ الترجمہ

مصر میں چونکہ فرنچ اور انگریزی کا بہت اثر ہے اور تمام بڑے بڑے ملکی عہدے انھیں دونوں قوموں کے ہاتھ میں ہیں۔ مصریوں کو ان کے ساتھ تعلق رکھنے اور ان کی ماتحتی میں کام کرنے کیلئے فرنچ و انگریزی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ اس کالج کے قائم کرنیکی اصلی غرض اسی قدر تھی اور اسی وجہ سے وہ ابتدا میں زبان دانی کی تعلیم پر محدود تھا اور ایک معمولی اسکول کہا جاسکتا تھا لیکن ۱۸۸۶ء میں اسکی اسکیم بہت وسیع کردی گئی اور چار پروفیسر اور بڑھائے گئے جن میں ایک فرنچ ہے۔ عربی۔ ترکی۔ فرنچ انگریزی زبانوں کے علاوہ مضامین ذیل کی تعلیم بھی ضروری قرار دی گئی۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ حساب۔ ہندسہ۔ جبر مقابلہ۔ علوم طبیعہ۔ کیمیا۔ فقہ۔ توحید۔ یہ تمام مضامین بجز فقہ و توحید کے فرنچ میں پڑھائے جاتے ہیں اور بعض مضامین انگریزی زبان میں بھی۔ اس کالج نے جس طرح مصر کو ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے فائدہ پہنچایا ہے۔ علمی ترقی کیلئے بھی وہ نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ مصر کی علمی زبان ابتک عربی ہے اور ہمیشہ رہیگی۔ کالجوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً فرنچ سے ترجمہ کی گئی ہیں ایک خاص محکمہ اس غرض سے قائم کیا گیا ہے۔ کہ فرانس میں ڈاکٹری وغیرہ کی جو نئی عمدہ تصنیف شائع ہو فوراً ترجمہ کرلی جائے۔ اور کالجوں کے کورس میں داخل کیجائے چنانچہ اس وقت تک سینکڑوں کتابیں ترجمہ ہوگئیں اور ہوتی جاتی ہیں ان تمام ضرورتوں کو اسی کالج نے پورا کیا ہے

مدرسۃ الطب

یہ بہت بڑا کالج ہے اور اس کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ ہے کالج کی عمارت نہایت وسیع ہے اور مختلف مضامین کی تعلیم کیلئے کثرت سے جداگانہ بڑے بڑے کمرے مخصوص ہیں تشریح کیلئے جو کمرہ ہے وہ نہایت وسیع ہے اور اس میں ہر وقت بہت سی لاشیں موجود رہتی ہیں جن پر تشریح کے تجربے عمل میں لائے جاتے ہیں ۱۸۸۸ء میں میکرو جراثی کی تعلیم کے لئے ان کے متعلق جداگانہ کارخانہ کھولا گیا علم الحیوانات کی تعلیم ایک وسیع مکان میں ہوتی ہے جسمیں مختلف قسم کے جانور نہایت کثرت سے موجود ہیں کالج کے احاطہ میں ایک باغ ہے جو علم نباتات کی غرض سے تیار کیا گیا ہے اور اسمیں سینکڑوں مختلف اقسام کے نباتات ہیں جنکی پرداخت نہایت اہتمام و نگرانی میں کیجاتی ہے۔ علم الکیمیا بھی اسکی تعلیم کا ضروری جزو ہے ۱۸۸۸ء تک اسکی تعلیم صرف نظری

طریقے پر ہوتی تھی۔ ۱۸۸۰ء میں عملی تجربہ کیلئے کالج کی عمارت میں متعدد بڑے بڑے کمرے اور اضافہ کئے گئے اور ۱۸۸۸ء میں گیس وغیرہ اور جو چیزیں عملی تجربہ کیلئے ضروری تھیں اس میں مہیا کی گئیں ہر سال اس کالج سے ایک گروہ کثیر تعلیم پاکر نکلتا ہے جن میں سے بعض تکمیل کیلئے یورپ بھیجے جاتے ہیں۔

پ کی کتابونکا ترجمہ

تمام کتابیں جو اس کالج میں نصاب تعلیم میں داخل ہیں عربی زبان میں ہیں اور فرنچ وغیرہ سے ترجمہ کی گئی ہیں چونکہ یورپ میں ہمیشہ اور علوم فنون کی طرح علم طب بھی روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے اور ہر سال اسکے مسائل میں بہت سی نئی معلومات کا اضافہ ہوتا جاتا ہے اس لئے ایک کمیٹی خاص اس غرض سے مقرر ہے کہ اس قسم کی جو کتاب فرنچ وغیرہ میں شائع ہو اسی وقت عربی زبان میں ترجمہ کرلی جائے اور اس کالج کے کورس میں داخل کیجائے اس طریقے سے علم طب کے متعلق ترجمہ شدہ کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تیار ہو گیا ہے جسکی تعداد کتب خانہ خدیوی کی فہرست سے معلوم ہو سکتی ہے مصر کے علما نے بہت سی کتابیں اس فن میں خود بھی تصنیف کی ہیں اور یونانی و موجودہ طبابت میں محاکمہ بھی کیا ہے۔ کاش ہمارے ملک کے اطبا جو انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے یورپ کی تحقیقات سے محروم ہیں۔ ان جدید تصنیفات کو بہم پہنچاتے اور ان سے مستفید ہوتے لیکن ہماری قوم میں یہ ہمت کہاں! حالانکہ سچ پوچھئے تو یہ کچھ ہمت کی بات بھی نہیں۔

اس کالج میں کل ۱۵ پروفیسر ہیں جن میں سے تین یورپین اور باقی مصری ہیں۔

بقیہ کالج اور اسکول

رنگ

ان کالجوں کے سوا اور متعدد کالج انجنیری صناعی وغیرہ کے ہیں اور ترقی کی حالت میں ہیں انجنیرنگ کالج میں جو علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں اور اس کے داخلہ و امتحان کے متعلق جو قواعد ہیں ایک جداگانہ رسالہ میں چھاپے گئے ہیں جس کے صفحوں کی تعداد ۱۵ ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کی سکیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے میں جب اس کالج میں گیا تو پرنسپل نے مجھ سے شکایت کی کہ موجودہ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے اس کالج کو سخت نقصان پہنچایا ہے اس کے قبل یہاں کا کورس وہی تھا جو فرانس کے انجنیرنگ کالج کا ہے اور اسی غرض سے تمام مضامین فرنچ زبان میں پڑھائے جاتے تھے لیکن حال کے ڈائرکٹر نے حکم دیا ہے کہ تمام مضامین انگریزی میں پڑھائے جائیں اور ہندوستان کے رڑکی کالج کی تقلید کیجائے پرنسپل صاحب کہتے تھے کہ رڑکی کی مستعملہ کتابیں یہاں منگوائی گئیں اور میں نے انکو دیکھا وہ یہاں کے موجودہ کورس سے نہایت کم رتبہ کی ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم کو اسکی تعمیل پر مجبور کیا جاتا ہے۔

ت کا ے

مدرسۃ الصنائع جسمیں صنعت و حرفت کی تعلیم ہوتی ہے اور جس کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ ہے نہایت ترقی کی حالت میں ہے۔ نجاری۔ حدادی وغیرہ صنعتیں جو سکھائی جاتی ہیں علمی طریقے سے سکھائی جاتی ہیں اور اس بنا پر کوئی طالب علم جبتک ابتدائی تعلیم (جو مڈل کی برابر ہے) حاصل نہ کر چکا ہو اس میں داخل نہیں

ہو سکتا۔ عربی و فرنچ و انگریزی زبانوں کے علاوہ۔ علوم ریاضیہ۔ مشین۔ کیمیا۔ طبیعات کے ابتدائی حصے بھی پڑھائے جاتے ہیں ہر روز تین گھنٹے ان نظری علوم کی تعلیم ہوتی ہے اور سات گھنٹے مختلف صنعتوں کی علمی مشق کرائی جاتی ہے۔ سررشتہ تعلیم نے رپورٹ کی ہے کہ اس مدرسہ کو نہایت ترقی ہے اور جو چیزیں وہاں تیار کی جاتی ہیں تعجب انگیز ہیں۔

عام مدارس

عام مدارس بھی کثرت سے ہیں مدارس تجہیزیہ دو ہیں۔ توفیقیہ۔ تجہیزیہ۔ توفیقیہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زائد ہے اور قریباً چار سو طلبا اس میں تعلیم پاتے ہیں اسمیں ابتدائی بھی شامل ہیں اس مدرسہ کا مکان نہایت خوبصورت اور خوش فضا ہے خدیو مصر نے شاہی عمارتوں میں سے ایک وسیع مکان جسکا نام قصر النزہتہ ہے مدرسہ کو عنایت کیا اور چونکہ اسکی وضع تعلیمی اغراض کے مناسب نہ تھی پچاس ہزار روپیہ اس غرض کیلئے اور عنایت کئے کہ حسب ضرورت اسمیں ترمیم و اصلاح کی جائے چنانچہ سکرٹری مدرسہ کی ہدایت کے مطابق اسکی عمارت میں ترمیم اور اضافہ کیا گیا چونکہ مدرسہ میں تعلیم کے تین درجے تھے۔ قسم خاص۔ ابتدائی تجہیزی۔ ان تینوں کیلئے جداگانہ عمارتیں تعمیر ہیں اور ۳۵۰ طالبعلموں کیلئے بورڈنگ کے کمرے بنائے گئے مدرسہ کے متعلق ڈیڑھ سو کمرے تصویر کشی کیمسٹری کی مشق کیلئے ہیں۔ اور نہایت خوشنما ہیں۔

مدرسہ تجہیزیہ

تجہیزیہ اس کا سالانہ خرچ کم وبیش دو لاکھ ہے۔ اور چار سو لڑکے اس میں تعلیم پاتے ہیں بورڈوں سے ۲۵ پونڈ یعنی ساڑھے چار سو روپیہ سالانہ فیس لی جاتی ہے۔ بورڈنگ اگرچہ وسیع نہیں اور نہ طالب علموں کے لئے الگ الگ کمرے ہیں لیکن تمام لڑکے نہایت سلیقہ و صفائی کیساتھ رہتے ہیں میں جسوقت اس مدرسہ میں گیا کھانے کا وقت تھا سکرٹری مدرسہ نے جس کا نام احمد بک نظیم ہے مجھ سے کہا کہ پہلے کھانیکے کمرے کی سیر کیجئے کمرہ نہایت وسیع اور خوشنما تھا۔ اور دو تین میزیں اور کثرت سے کرسیاں بچھی ہوئی تھیں کھانیکا طریقہ اگرچہ قسطنطنیہ اور شام کے موافق یعنی چار چار شخصوں کے آگے ایک ایک پلیٹ تھی چھری کانٹے بالکل نہ تھے۔ تاہم مجھکو تعجب اور حیرت ہوئی کہ لڑکے اس خوبی اور صفائی کے ساتھ کھاتے تھے کہ انکے ہاتھ مطلق نہیں بھرے تھے نہ میز کی چادر پر کہیں دھبہ تھا۔ آپسمیں بات چیت کرتے تھے۔ لیکن شور وغل کا کیا ذکر ہی۔ گونج تک نہ تھی دریافت سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کے افسروں میں سے دو ایک ہمیشہ طالب علموں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور ہر ہفتہ میں کھانے کی تہذیب اور شائستگی پر لکچر دیا جاتا ہے۔

یورپ میں تعلیم پانے والے

طلباء جو یورپ میں تعلیم پاتے ہیں

مصر میں مدت سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر سال حکومت کی طرف سے چند طالب علم تکمیل تعلیم کے لئے یورپ بھیجے جاتے تھے یہ تعداد اس مناسبت سے ہوتی تھی کہ ہمیشہ تیس طالب علم یورپ میں موجود

رہتے تھے۔ سفر اور وہاں کے قیام کا تمام صرف گورنمنٹ مصر کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اگرچہ گورنمنٹ نے نہایت فیاضی سے یہ مصارف برداشت کئے لیکن بدقسمتی گورنمنٹ اور ملک کو ایک مدت تک کچھ فائدہ نہ ہوا جو لوگ تعلیم پاکر آئے ان میں (ہمارے ہندوستان کی طرح) بہت کم ایسے نکلے جو کسی فن میں کامل ہوں یا اُنکی ذات سے ملک کو کسی قسم کا فائدہ پہنچ سکے آخر سررشتہ تعلیم کے افسر نے اس پر توجہ کی اور غور و تحقیق کے بعد اس نقصان کے اسباب دریافت کئے جنمیں سے ایک بڑا سبب یہ تھا کہ لڑکوں کے انتخاب میں غلطی ہوتی تھی اکثر بڑی عمر کے لڑکے بھیجے جاتے تھے اور چونکہ ابتدائی تعلیم و تربیت عمدہ نہیں ہوتی تھی یورپ کی تعلیم کا اثر اُن پر کم پڑتا تھا اُس وقت سے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ آئندہ سے جو لڑکے بھیجے جائیں اُنکی عمر بارہ برس سے زیادہ نہو اسمیں ایک یہ مشکل تھی کہ مذہب اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اس لئے یہ قاعدہ قرار دیا گیا کہ چند علما طالب علموں کے ساتھ جایا کریں جو عربی زبان اور مذہب کی تعلیم دیتے رہیں یہ طریقہ نہایت مفید ثابت ہوا اور چونکہ ملک نے ان طالبعلموں کی عمدہ مثالیں دیکھیں لوگ اپنی اولاد کو اپنے صرف سے بھیجنے لگے یہاں تک کہ ۱۸۸۰ء میں جس قدر لڑکے یورپ میں تعلیم پاتے تھے اُن میں ۲۵ گورنمنٹ کی طرف سے اور ۲۵ خود اپنے مصارف سے تعلیم پاتے تھے ۱۸۸۰ء میں جس قدر طالب علم یورپ میں موجود تھے اور جن علوم میں اُن کی تعلیم ہوتی تھی اُن کی تفصیل یہ ہے۔

جن صیغوں میں تعلیم پاتے تھے	اپنے خاص صرف سے	حکومت کے صرف سے
بیرسٹری	۱۷	۵
ڈاکٹری	۱۲	۴
امور مالیہ	۰	۱
معلمی یا پروفیسری	۰	۳
زراعت	۲	۰
بیرسٹری کیلئے تیاری	۲	[illegible]
ٹیکنیکل کالج کیلئے تیاری	۱	[illegible]

ان میں سے ۱۳ طالبعلموں نے جو سلطنت کی طرف سے وظیفہ پاتے تھے نہایت اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں حاصل کیں ایک ان میں رشدی طیوزادہ تھا جسکو بیرسٹری میں ڈاکٹری کی سند ملی ایک لڑکا نام اسمٰعیل آفندی تھا اور فرانس کے کالج میں پروفیسری کی تعلیم پاتا تھا۔ طبیعات کے امتحان میں تمام کالج میں اس کا دسواں نمبر رہا حالانکہ کل امیدوار جو امتحان میں شریک تھے ۱۵۳ تھے اور سب فرانس کے رہنے والے تھے ایک اور

لڑکا جس کا نام عبد اللہ تھا اُس نے پولٹیکل اکاڈمی میں سب سے اول درجے کا انعام حاصل کیا ان طالبعلموں کے سوا چند اور طالب علم انگلستان اٹلی جرمن میں تعلیم پاتے ہیں ان میں سے بعض کلوں کے بنانے کا کام سیکھتے ہیں اور ان سب کا صرف گورنمنٹ مصر ادا کرتی ہے۔

یورپ میں تعلیم پانے کے متعلق ۱۹۰۸ء کی رپورٹ میں ڈائرکٹر تعلیم نے ایک نہایت مفید اور مدلل تقریر لکھی ہے اسمیں اہل ملک سے خطاب کیا ہے کہ اگر وہ لوگ چند خاص باتوں کا لحاظ رکھیں گے تو یورپ کی تعلیم سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ مدت دراز کے تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے وہ لکھتا ہے کہ یا تو نہایت کم عمر لڑکے بھیجنے چاہئیں جو ابتدا سے لیکر انتہا تک یورپ ہی میں تعلیم پائیں یا اگر بڑی عمر کے ہوں تو نہایت ضرور ہے کہ یورپ جانے سے پیشتر ایف۔ اے کی سند حاصل کر چکے ہوں۔ ہمارے ہندوستان میں بھی یہ عام شکایت ہے کہ یورپ کی تعلیم میں جو مصارف کثیر برداشت کئے جاتے ہیں اُن کا کافی صلہ نہیں ملتا یہ شکایت بالکل صحیح ہے اور غالباً اس کی وہی وجہ ہے جو مصر کے ڈائرکٹر تعلیم نے بیان کی ہے۔

قدیم تعلیم و جامع ازہر

جامع ازہر کی تاریخ

یہاں کی قدیم تعلیم۔ دوسرے لفظوں میں جامع ازہر کی تعلیم ہے اس لئے قدیم تعلیم کی کیفیت بیان کرنے کیلئے جامع ازہر کے حالات بیان کرنے کافی ہیں یہ وہی جامع ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ کل دنیا میں اس سے قدیم کوئی یونیورسٹی نہیں ہے یہ ایک جامع مسجد ہے اور قاہرہ میں سب سے پہلے مسجد جو تعمیر ہوئی وہ یہی ہے فاطمیین مصر میں سے خلیفہ المعز لدین اللہ کے ایک غلام نے جو سسلی کا رہنے والا تھا اور اپنی قابلیت خداداد سے دولت فاطمیہ کا دست و بازو بن گیا تھا ۳۵۹ھ ہجری میں اس مسجد کی بنیاد ڈالی اور ۳۶۱ھ ہجری میں انجام کو پہنچی ۳۷۸ھ ہجری میں خلیفہ عزیز باللہ نے مسجد سے متصل طالبعلموں کیلئے کچھ مکانات بنوائے اور ۳۵ طالبعلموں کیلئے وظیفہ مقرر کیا۔ حاکم بامر اللہ نے ۴۰۰ھ ہجری میں مسجد کی عمارت میں تجدید کی اور اس کے مصارف کیلئے ۱۰۷ دینار منافع سالانہ کی جائداد وقف کی ۶۶۵ھ میں امیر طواشی نے یتیموں کیلئے ایک خاص مکتب قائم کیا اور اس کے ساتھ عام طلباء مسجد کیلئے بہت سی جائدادیں وقف کیں۔ رفتہ رفتہ بہت بڑا دار العلوم بن گیا یہاں تک کہ ۱۰۰۴ھ میں اس کے طالبعلموں کی تعداد ۱۲۰۰۰ سے متجاوز تھی جنمیں ہر ملک اور ہر قوم کے اشخاص تھے۔ اور آج تو یہ حالت ہے کہ کثرت طلبا کے لحاظ سے تمام دنیا کی کوئی یونیورسٹی اسکی ہمسری نہیں کر سکتی کم و بیش چار پانچ ہزار طالبعلم خود مسجد میں سکونت رکھتے ہیں بہت سے پاس پاس کی مسجدوں میں رہتے ہیں لیکن کھانا یہیں سے ملتا ہے۔ غرض ہر قسم کے طلباء کی تعداد جنکو جامع ازہر سے تعلق ہے بارہ ہزار سے متجاوز ہے۔ ہر ملک کے طالبعلموں کے لئے الگ الگ بالاخانے ہیں جنکو یہاں رواق کہتے ہیں بہت سے طالبعلم

طالبعلموں کی

لموں
رہنے
طریقہ

بلکہ کثرت سے ایسے ہیں جن کیلئے مکان یا حجرہ کچھ بھی نہیں مسجد کے صحن میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں چھوٹی چھوٹی الماریاں اوپر تلے چنی ہیں یہی اِن کے توشہ خانہ ہیں جنہیں وہ کپڑے اور ضروری سامان رکھتے ہیں سونے بیٹھنے کیلئے مسجد کا تمام صحن پڑا ہوا ہی۔ اوّل اوّل جب میں اس مسجد کی زیارت کیلئے گیا تو دور سے گونج کی آواز آئی اندر داخل ہوا تو ہر طرف طالب علم ہی طالب علم نظر آتے تھے جا بجا مدرسین درس دے رہے تھے اور ایک ایک کے گرد تیس تیس چالیس چالیس کا مجمع تھا۔ یہ حلقے تیس چالیس سے کم نہ تھے اور چونکہ پاس پاس تھے اسلیئے اس قدر شور وغل تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی مجکو خیال ہوا کہ آج کوئی خاص دن ہے اور اس وجہ سے کثرت سے طلبا جمع ہو گئے ہیں لیکن دو چار روز رہکر یہ معلوم ہوا کہ یہ معمولی حالت ہے مجکو خیال ہوا کہ اس ہنگامہ میں جمعیت خاطر ایک طرف مدرسین کی آوازیں بھی طالبعلموں کے کان تک پہنچتی ہیں یا نہیں۔

جن جن ملکوں مثلاً شام۔ مغرب۔ جزیرہ۔ عراق۔ بخارا۔ خراسان۔ افغانستان۔ ہندوستان وغیرہ کے طالبعلم کیلئے رواق بنے ہیں وہاں کے لوگ ہمیشہ سوداگروں کے ذریعہ سے سالانہ کچھ رقم بھیجتے ہیں جو ان طلبا کو

راک

جیب خرچ کے طور پر دیجاتی ہے۔ معمولی کھانا خود ازہر سے ملتا ہی لیکن چونکہ صرف روٹیاں ملتی ہیں اسلیئے سالن کا اہتمام اُن کو خود کرنا پڑتا ہی۔ بہت سے طلبا جنکو چار چار پانچ پانچ روٹیاں ملتی ہیں نانبائی کو دو تین روٹیاں دیکر اس کے بدلے سالن لے لیتے ہیں اور اس طرح انکے جیب خرچ پر چنداں بار نہیں پڑتا۔ روٹیوں کی تقسیم کا طریقہ یہ ہی کہ وقت معین پر طلبا کا ایک گروہ بازار میں (جو مسجد کے سامنے ہی) دو رویہ صف باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہی اور روٹیاں تقسیم ہونی شروع ہوتی ہیں۔ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ آتا ہی اور یہ سلسلہ کئی گھنٹہ تک قائم رہتا ہے۔ طالب علموں کے ہاتھ میں کوئی تولیہ یا رومال نہیں ہوتا جس طرح بھیک منگے جو کچھ ملتا ہی ہاتھ پھیلا کر لے لیتے ہیں ان طالب علموں کا بھی یہی حال ہے۔

مدرسین کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے۔ مدرس اوّل جو شیخ ازہر کہلاتا ہے اور جس کی تنخواہ چھ سات ماہوار سے کم نہیں ہوتی نہایت معزز سمجھا جاتا ہے یہانتک کہ خود حکومت اُسکا پاس کرتی ہی اس مدرسہ کا مجموعی خرچ دو تین لاکھ روپیہ سالانہ سے کم نہیں ۱۸۹۴ء میں علاوہ اس رقم کے سررشتہ تعلیم سے دو لاکھ سالانہ کی رقم اور منظور ہوئی۔

مجھکو اپنے تمام سفر میں جس قدر جامع ازہر کے حالات سے مسلمانوں کی بدبختی کا یقین ہوا کسی چیز سے نہیں ہوا ایک ایسا دار العلوم جسمیں دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان جمع ہوں جسکا سالانہ خرچ دو تین لاکھ سے کم نہ ہو جسکے طالبعلموں کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو اسکی تعلیم و تربیت سے کیا کچھ امید ہو سکتی تھی لیکن افسوس ہی کہ وہ بجائے فائدہ پہنچانیکے لاکھوں مسلمانوں کو برباد کر چکا ہی اور کرتا جاتا ہی تربیت و معاشرت کا جو طریقہ ہی اور جسکا میں ابھی

بلکے
خلاق

ذکر کر چکا ہوں اُس سے حوصلہ مندی۔ بلند نظری۔ جوشِ ہمت غرض تمام شریفانہ اوصاف کا استیصال ہوجاتا ہے میں نے یہاں ایسے طلبا دیکھے ہیں جن کے عزیز اور نہایت قریب عزیز چچا ماموں وغیرہ خود اسی شہر میں بڑے بڑے معزز عہدوں پر ہیں اور ان کی تمام ضروریات کے متکفل ہیں تاہم چونکہ یہ طلبا ازہر میں رہتے ہیں اس لئے اُن کو عام بازار میں ہاتھ پھیلا کر روٹیاں لینے میں ذرا شرم نہیں آتی۔ طالبعلموں کی دنارت اور پست حوصلگی کا یہ حال ہی کہ بازار میں پیسہ کی ترکاری خریدتے ہیں تو کنجڑے کو قسم دلاتے جاتے ہیں کہ براس سیدنا الحسین یعنی تجھکو امام حسینؑ کے سر کی قسم واجبی قیمت بتانا۔ کیا اس قسم کے تربیت یافتہ لوگوں سے یہ امید ہوسکتی ہی کہ وہ اسلام کی عظمت و شان بڑھائینگے! ہمارے ملک میں جو اس قسم کے مدرسے ہیں ازہر اُن سے بھی گیا گذرا ہی۔

اس سے زیادہ تر افسوس تعلیم کی ابتری کا ہی یہاں مستقل اور اصلی طور پر صرف فقہ اور نحو کی تعلیم ہوتی ہی اور دونوں کیلئے آٹھ آٹھ برس مقرر ہیں۔ منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی اور دیگر علوم عقلیہ تو گویا درس میں داخل ہی نہیں اصول فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ ادب۔ معانی۔ بیان کی تعلیم ہی لیکن اس قدر کم ہی کہ اتنے بڑے دارالعلوم کے کسی طرح شایاں نہیں۔ نحو اور فقہ جسپر ایک مدت صرف کی جاتی ہی انکی تعلیم بھی محققانہ اور مجتہدانہ نہیں ہوتی کافیہ وغیرہ کی شرحیں۔ شرحوں کے حواشی اور حواشی کے حواشی پڑھاتے اور یاد کرائے جاتے ہیں۔ شیخ علیش ان حال میں ایک بزرگ گذرے ہیں اُن کی ایک شرح ہی اس شرح کو اسقدر مہتم بالشان سمجھا گیا ہی کہ اسکی شرحیں اور شرحوں کے حاشیے درس میں داخل ہیں اور اس تمام سلسلہ کا ضبط و حفظ کرنا بڑا کمال خیال کیا جاتا ہی چونکہ میں نے خود ازہر میں قیام کیا تھا اکثر طلبا سے صحبت رہتی تھی میں انکو نہایت معمولی اور ناقابل التفات جزئی بحثوں میں مصروف دیکھتا تھا اور افسوس کرتا تھا اسی لغو تعلیم کا اثر ہے کہ ایک مدت سے ازہر نے کوئی قابل قدر عالم اور مصنف نہیں پیدا کیا۔ میں نے طلبا سے دریافت کیا کہ شیخ ازہر جو استاد الکل خیال کئے جاتے ہیں۔ اُنکی کوئی تصنیف بھی ہے انھوں نے بڑے فخر سے کہا ہاں صبان پر بڑے معرکہ کے حاشیے لکھے ہیں۔

زیادہ افسوس یہ ہی کہ تعلیم کسی اصول پر نہیں ہی نہ صف بندی ہی نہ کوئی خاص نصاب ہی نہ امتحان ہوتا ہی نہ ترقی پانے کیلئے کوئی قاعدہ مقرر ہے افسوس پر افسوس یہ ہی کہ ان ابتریوں کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں۔ علی پاشا مبارک نے جو ایک زمانہ میں سررشتہ تعلیم کا افسر تھا کچھ اصلاح کرنی چاہی تھی لاس پر ازہر کے تمام علما اس کے دشمن بن گئے اور چونکہ شیخ ازہر کا اثر طلبا پر منحصر نہیں بلکہ تمام ملک اس کو مذہبی پیشوا تسلیم کرتا ہے اس لئے پاشائے موصوف کو اغماض کرنا پڑا ازہر حقیقت میں ایک ملکی طاقت ہو اور خود سلطنت اس کی مخالفت پر بآسانی جرأت نہیں کرسکتی۔

کتب خانہ خدیویہ

یہ نہایت عالیشان کتب خانہ ہی اور ترتیب وخوش اسلوبی زیب وزینت حسن انتظام خوبی عمارت میں قسطنطنیہ کے تمام کتب خانوں سے بہتر ہی۔ عمارت نہایت شاندار اور وسیع ہے اور مختلف حصوں میں منقسم ہی ایک حصہ سیر و مطالعہ کیلئے مخصوص ہی اس میں تین بڑے بڑے کمرے ہیں ایک کمرے میں بہت بڑی لمبی میز ہے جسپہ رجسٹر اور فہرست کی جلدیں چنی ہیں ایک کمرہ مطالعہ اور ایک نقل وکتابت کیلئے خاص ہی جو شخص کوئی کتاب لینی چاہے افسر کتب خانہ اسکو ایک چھپا ہوا کارڈ دیتا ہی کارڈ میں مفصلہ ذیل عنوان ہوتے ہیں۔ کتاب لینے والے کا نام مع تصریح سکونت وپیشہ۔ ضامن کا نام (اجنبی شخص کو بغیر ضمانت کے کتاب نہیں ملسکتی) کتاب کا نام اور فن اور یہ تصریح کہ کتاب مطالعہ کیلئے لیتا ہی یا نقل کیلئے تعداد ایام۔ یہ کارڈ خانہ پری کر کے ملازم کتب خانہ کو حوالہ کر دیا جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد کتاب مطالعہ یا نقل کرنے کے کمرے میں آجاتی ہے۔ یہ طریقہ اگرچہ حسن انتظام کی دلیل ہے۔ لیکن دقت سے خالی نہیں۔ کتاب کے نکالنے کا طریقہ

کتابیں جہاں رکھی ہیں وہ بالکل جداگانہ قطعہ ہی جسمیں متعدد کمرے ہیں ایک کمرہ جو نہایت وسیع ہی اس میں نہایت پر تکلف ترکی قالین بچھا ہے چاروں طرف دیوار سے ملی ہوئی آئینہ دار الماریاں ہیں بیچ میں آئینہ دار میزیں ہیں جن کے اندر قلمی اور نایاب کتابیں کھلی ہوئی رکھی ہیں انہیں ایک قرآن ہی۔ جو ہرن کے چمڑے پر لکھا ہوا ہے اور جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادق کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اُس کے سوا قرآن مجید کے اور نادر نسخے ہیں جو سلاطین مصر نے آٹھویں اور نویں صدی میں وقف کئے تھے۔

یہ کتب خانہ ۱۲۸۷ھ میں قائم ہوا اسکی مختصر تاریخ یہ ہے کہ قاہرہ اور اسکندریہ وغیرہ میں اس سے بہت سے چھوٹے چھوٹے وقفی کتب خانے تھے اور چونکہ اُنکی حفاظت کا کافی انتظام نہ تھا کتابیں ابتر اور ضائع ہوتی جاتی تھیں اس لحاظ سے علی پاشا ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کی رپورٹ پر یہ کتب خانہ قائم کیا گیا اور تمام قدیم کتب خانوں کی کتابیں اسمیں داخل کر دی گئیں خدیو کے حکم سے علما کی مجلس قائم ہوئی جسکا کام تھا کہ عمدہ اور نادر کتابیں تلاش کریں تاکہ اُنکی نقلیں لکھوا کر کتب خانہ میں داخل کیجائیں جب کتابوں کا ایک معتدبہ ذخیرہ جمع ہو گیا تو خدیو نے فہرست کا حکم دیا۔ چنانچہ سنہ ۱۳۰۱ھ میں یہ فہرست شروع ہو کر سنہ ۱۳۰۹ھ میں انجام کو پہنچی یہ فہرست آٹھ جلدوں میں ہے اور صرف عربی کتابوں کی ہے۔ ترکی اور فرنچ وانگریزی کتابوں کی جدا فہرستیں ہیں۔ نقشہ ذیل سے عربی کتابوں کے متعلق ایک اجمالی اطلاع حاصل ہوگی

نام فن	تعداد کتب	نام فن	تعداد کتب
مصاحف مجید	۱۶۱	حدیث	۱۵۰۳

کام

علم قرأت	۸۵	توحید	۵۶۳
تفسیر	۶۴۷	تصوف	۷۰۵
مواعظ	۳۷۷	الفوائد والادعیہ	۶۴۴
اصول فقہ	۲۲۵	آداب البحث	۲۰۸
فقہ حنفی	۱۴۵۱	فقہ مالکی	۲۳۷
فقہ شافعی	۵۲۰	فقہ حنبلی	۱۰۶
علم الفرائض	۱۳۸	علم صرف	۲۳۸
نحو	۱۰۲۹	بلاغۃ	۲۸۵
علم الوضع	۱۸	علم اللغۃ	۱۶۰
عروض و القوافی	۶۸	علم ادب	۱۲۴۹
تاریخ	۱۱۸۴	ریاضی	۱۸۸
علم الہیئۃ	۱۹	علم المیقات	۵۵۴
علم الحرف والاسماء	۱۸۵	الکیمیاء والطبیعیۃ	۹۸
طب	۴۶۴	منطق	۲۵۶
حکمت و فلسفہ	۱۲۴	فنون متنوعہ	۱۰۶۷
میزان کل			۱۴۷۰۵

میں اس موقع پر بعض نادر و نایاب کتابوں کے نام درج کرتا ہوں جو اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔

تفسیر احکام القرآن لابی بکر الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ احکام القرآن العربی احکام القرآن لکیا الہراسی المتوفی ۵۰۴ھ اعراب القرآن للنحاس النحوی المتوفی ۳۳۸ھ اعجاز القرآن للباقلانی البحر المحیط لابن حیان الاندلسی۔ البرہان للشیخ ابی الحسن الاوحدی المتوفی ۴۳۵ھ فی عشر مجلدات البسیط للواحدی تنزیہ القرآن للقاضی عبد الجبار المعتزلی۔ جامع البیان فی تاویل القرآن لمحمد بن جریر الطبری ۱۲ مجلدات تفسیر ابن ... ۴ مجلدات۔ تفسیر حافظ عبد الرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ غریب القرآن السجستانی المتوفی ۳۳۰ھ غریب القرآن لاحمد بن محمد بن الہروی المتوفی ۴۰۱ھ غریب القرآن لابن الشحنۃ قانون التاویل للقاضی ابی بکر ابن العربی الاندلسی المتوفی ۵۴۳ھ الکفیل بمعنے التنزیل للعماد الکندی قاضی اسکندریہ المتوفی ۷۲۰ھ۔

حدیث الاحکام الکبری لعبد الحق الاشبیلی۔ اختلاف الحدیث للامام الشافعی آداب الامام لحافظ بیہقی

جامع المسانید۔ الالقاب لابن الجوزی۔ الجوہر النقی۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی سنن کبری بیہقی۔ شرح معانی الآثار للعینی۔ مسند امام حنبل۔ مسند امام راہویہ مسند حافظ ابی عوانۃ مسند حافظ ابو عبداللہ المزوری مسند حافظ ابو نعیم۔

تاریخ احاطہ فی غرناطہ۔ اخبار ابی نواس عدد اوراقہا ۱۲۰۔ اخبار سیبویہ النحوی اوراقہا ۳۶۔ الامۃ والسیاسۃ لابن قتیبۃ اوراق صولی ناقص۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ناقص تاریخ بغداد خطیب ناقص تاریخ الحکما لجمال الدین القفطی طبقات الامم اصاعد الاندلسی سلم الوصول الی طبقات الفحول لمصنف کشف الظنون۔ السہم المصیب فی الرد علی الخطیب طبقات الحفاظ للذہبی۔ طبقات کبریٰ سُبکی۔ طبقات الشافعیہ۔ طبقات الشعرا لابن قتیبہ۔ طبقات الفقہا امام ابو اسحٰق شیرازی۔ طبقات ابن سعد تاریخ علیتی۔ طبقات حملۃ المذہب لابن الملقن فضائل ابی بکر الصدیق لابن العشاری من اصحاب القرآن الخامس فضائل ابی حنیفۃ النعمان لابن العوام۔ فضائل مصر لابن یوسف الکندی المتوفی ۳۵۰ھ منقولہ من نسخۃ الاصل الکتبۃ لکافور الاخشیدی اللباب فی الانساب لابن الاثیر مناقب الشافعی مختصر المنتان بن الجوزی اختصارہ ایضالہ مسالک الامصار لابن فضل اللہ۔ مناقب الامام الشافعی للرازی۔ مناقب امام احمد حنبل لابن الجوزی سیرۃ الفاروق لابن الجوزی المنتظم لابن الجوزی۔ نہایۃ الارب للنویری ناقص۔

ادب الاشباہ والنظائر۔ البیان والتبیین للجاحظ۔ جمہرۃ اشعار العرب ابن درید حماسۃ البصریین دیوان حافظ ابن حجر۔ دیوان ابن الرومی۔ دیوان ابن المعتز۔ دیوان ابی نواس۔ دیوان الاعشی۔ ذوالرمۃ دیوان قطامی۔ دیوان قیس بن حطیم۔ دیوان لبید۔ دیوان المتلمس۔ روضۃ البلاغۃ الزاہر للزجاجی۔ شرح ابن جنی علی المتنبی۔ شرح دیوان ابی تمام للصولی المتوفی ۳۳۵ھ شرح دیوان جران العود للامام السکری المتوفی ۲۷۵ھ شرح دیوان حطیئہ۔ شرح مرزوقی علی الحماسہ شرح الحماسہ لابی العلاء المعری۔ شرح دیوان حماسہ لابن جنی شرح دیوان خرنق وہی مشاعرۃ جاہلیۃ شرح دیوان زہیر بن ابی سلمیٰ للامام ثعلب شرح دیوان الاعلم الشنتمری۔ شرح دیوان عبیداللہ بن قیس الرقیات للسکری شرح دیوان المنقب العبدی ہو جاہلی شرح المعلقات لابن النحاس شرح المفضلات لابن الانباری دیوان سراقہ بن مرداس۔ دیوان شماخ دیوان عمر بن ابی ربیعۃ۔ شرح دیوان روبۃ۔ شرح دیوان العجاج دیوان واوا الدمشقی۔

قدیم یادگاریں اور قابلِ سیر مقامات

آثارِ قدیمہ کے لحاظ سے کوئی شہر اس شہر کی ہمسری نہیں کر سکتا سچ یہ ہے کہ یہاں کی ایک ایک ٹھیکری راست کی تاریخ ہے۔ سوادِ شہر کے ویرانوں میں اس وقت تک سینکڑوں خزف ریزے ملتے ہیں جن پر کئی ہزار

قبل کے حروف و نقوش کندہ ہیں۔ مجھ کو اتنا وقت بلکہ سچ یہ ہے کہ اتنی مہلت کہاں تھی کہ تمام قدیم یادگاروں کی سیر کرتا۔ البتہ چند مشہور مقامات دیکھے اور ان ہی کے حال پر اکتفا کرتا ہوں۔

اہرام اہرام۔ یہ وہ قدیم مینار ہیں جنکی نسبت عام روایت ہو کہ طوفان نوح سے پہلے موجود تھے اور اسقدر تو قطعی طور سے ثابت ہو کہ یونان کی علمی ترقی سے ان کی عمر زیادہ ہے۔ کیونکہ جالینوس نے اپنی تصنیف میں اس کا ذکر کیا ہو۔ یہ مینار نہایت کثرت سے تھے یعنی دو تین میل میں پھیلے ہوئے تھے صلاح الدین کے زمانہ میں اکثر ڈھائے گئے۔ ان میں سے جو باقی رہ گئے ہیں اور جنپر خاص طور سے اہرام کا اطلاق ہوتا ہو صاف تین ہیں۔ جو سب سے بڑا ہے اس کی لمبائی ۴۸۰ فٹ یعنی قطب صاحب کی لاٹھ سے دگنی ہو نیچے کے چبوترہ کا ہر ضلع ۷۶۴ فٹ مینار کا مکعب ۸ کروڑ نوے لاکھ فٹ اور وزن ۶۸ لاکھ ۴۸ ہزار ٹن اسکی تعمیر میں ایک لاکھ آدمی بیس برس تک کام کرتے رہے۔ جن میں ۳۰۔۳۰ فٹ لمبے اور پانچ پانچ فٹ پتھر کی چٹانیں ہیں اور چوٹی پر جو چھوٹی سے چھوٹی ہیں ۸ فٹ کی ہیں اسکی شکل یہ ہے۔

ایک نہایت وسیع چبوترہ ہے۔ اُس پر ہر طرف سے کسی قدر سطح چھوڑ کر دوسرا چبوترہ ہو اسیطرح چوٹی تک اوپر تلے چبوترے ہیں اور ان چبوتروں کے بتدریج چھوٹے ہوتے جانیسے زینہ کی شکل پیدا ہو گئی ہو تعجب یہ ہے کہ پتھروں کو اس طرح وصل کیا ہو کہ جوڑ یا درز کا معلوم ہونا تو ایک طرف چونہ یا مصالح کا بھی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ اسپر استحکام کا یہ حال ہو کہ کئی ہزار برس ہو چکے اور جوڑوں میں بال برابر فصل نہیں پیدا ہوا۔ ان میناروں کو دیکھ کر خواہ مخواہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جر ثقیل کا فن پرانے زمانہ میں موجود تھا کیونکہ اسقدر بڑے بڑے پتھر اتنی بلندی پر جر ثقیل کے بغیر چڑھائے نہیں جا سکتے اور اگر اس ایجاد کو زمانہ حال کے ساتھ مخصوص سمجھیں تو جر ثقیل سے بھی بڑھکر کسی عجیب صنعت کا اعتراف کرنا پڑیگا ان میناروں میں سے ایک جو سب سے چھوٹا ہے وہ کسی قدر خراب ہو گیا ہو جسکی کیفیت یہ ہو کہ ۵۹۳ھ میں ملک العزیز پسر سلطان صلاح الدین نے بعض احمقوں کی ترغیب سے اُسکو ڈھانا چاہا چنانچہ دربار کے چند معزز افسر اور بہت سے نقب زن اور سنگ تراش اور مزدور اس کام پر مامور ہوئے۔ آٹھ مہینے تک برابر کام جاری رہا اور نہایت سخت کوششیں عمل میں آئیں۔ ہزاروں لاکھوں روپے برباد کر دیئے گئے لیکن بجز اس کے کہ اوپر کی استرکاری خراب ہوئی یا کہیں سے ایک آدھ پتھر اکھڑ گیا اور کچھ نتیجہ نہیں ہوا مجبور ہو کر ملک عزیز نے یہ ارادہ چھوڑ دیا۔[1]

اہرام کے قریب ایک بہت بڑا بت ہو جسکو یہاں کے لوگ ابو الہول کہتے ہیں اسکا سارا دھڑ زمین کے اندر ہو گردن اور سر اور دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں چہرہ پر کسی قسم کا سرخ روغن ملا ہو جس کی رنگت

[1] اس واقعہ کو عبد اللطیف بغدادی نے مصر کی تاریخ میں افسوس کے ساتھ درج کیا ہے۔ ۱۲

اب تک قائم ہے۔ ان اعضا کی مناسبت سے اندازہ کیا جاتا ہی کہ پورا قد ساٹھ گز سے کم نہ ہوگا۔ باوجود اس غیر معمولی درازی کے ناک کان وغیرہ اس ترتیب اور مناسبت سے بنائے ہیں کہ اعضا کے باہمی تناسب میں بال برابر فرق نہیں آیا۔ عبداللطیف بغدادی سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے سب سے عجیب تر کیا چیز دیکھی اُس نے کہا کہ ابوالہول کے اعضا کا تناسب کیونکہ عالم قدرت میں جس چیز کا نمونہ موجود نہیں اُس میں ایسا تناسب قائم رکھنا آدمی کا کام نہیں۔

قلعہ۔ یہ قلعہ سلطان صلاح الدین کے عہد کا ہی قلعہ کی اصل عمارت میں نہیں دیکھ سکا البتہ محمد علی پاشا کی مسجد دیکھی بڑی شان و شوکت کی ہی چھت اور دیواروں پر طلائی نقش و نگار ہیں تمام مسجد میں نہایت عمدہ ترکی قالین کا فرش ہے مسجد کے قریب وہ عجیب و غریب کنواں ہی جسکو عوام نے چاہ یوسف اور زندان یوسف مشہور کر رکھا ہی اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں چونکہ سلطان صلاح الدین کا اصل نام یوسف تھا اس لئے مجاوروں کو عوام کے بہکانے کا اچھا ذریعہ ہاتھ آگیا ہے لطف یہ ہی کہ اس میں ایک قبر بنا رکھی ہی اور اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر بتاتے ہیں مجاور صاحب نے مجکو بھی دھوکا دینا چاہا اور جب میں نے کہا کہ حضرت یوسف یہاں کہاں تو برجستہ فرمایا کہ مجھ کو سہو ہوا یہ اس قیدی کی قبر ہی جو حضرت یوسف کے ساتھ قیدخانہ میں داخل ہوا تھا اور اُن سے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔ چاہ یوسف

یہ کنواں درحقیقت عجیب و غریب ہے اس کے عمق کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ ۲۰۰ سیڑھیاں اُتر کر اس کی جگت ملتی ہی سیڑھیاں بڑی پیچ و پیچ سے بنائی گئی ہیں راستہ اسقدر تاریک ہی کہ بغیر شمع کے کچھ نظر نہیں آسکتا چنانچہ جو لوگ اس کی سیر کو جاتے ہیں۔ مجاور شمع لیکر ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جگت پر پہنچکر میں نے کنکری پھینکی۔ تو دیر کے بعد اُسکی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ پانی بہت فاصلہ پر ہے۔

اینٹک خانہ یعنی عجائب خانہ یہ عجائب خانہ محمد علی پاشا خدیو مصر نے ۱۸۳۵ء میں قائم کیا۔ شہر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر سرکاری باغ ہی جو کئی میل لمبا چوڑا ہے عجائب خانہ اسی میں واقع ہی اسمیں بے شمار کمرے ہیں اور نہایت خوبصورتی سے مرتب ہیں۔ یہاں حضرت عیسیٰ سے بہت پہلے کی یادگاریں موجود ہیں تشتریاں۔ پیالے۔ مرتبان اور اس قسم کے سینکڑوں برتن ہیں جو کئی کئی ہزار برس کے ہیں سب سے عجیب و غریب وہ لاشیں ہیں جنپر ہزاروں برس گذر چکے ہیں اور ابتک اصلی ہیئت کے ساتھ قائم ہیں اُنکو عربی میں مومیائی اور انگریزی میں ممی کہتے ہیں۔ قدیم مصریوں کا دستور تھا کہ لکڑی یا پتھر کو کشتی کی وضع میں تراش کر اُسمیں مردہ کی لاشیں رکھتے تھے اور خالی جگہ کو چونہ وغیرہ سے بھر کر اوپر کی سطح پر مردہ کی تصویر بنا دیتے تھے لاشوں میں ایک خاص قسم کا مصالحہ لگایا جاتا تھا جسکی وجہ سے بدن سڑنے گلنے سے محفوظ رہتا تھا اس قسم کے بہت سے

عجائب خانہ

قدیم لاشیں

تابوت یہاں موجود ہیں اور ان ہی کو مومیائی یا ممی کہتے ہیں انہیں سے دو یا تین تابوت کھل گئے ہیں یعنی اوپر کا چونہ یا مصالحہ وغیرہ ہٹ گیا ہے اور اس وجہ سے تمام جسم صاف نظر آتا ہے میں نے بہت غور سے ان لاشوں کو دیکھا باوجود ہزاروں برس گذرنے کے جسم پر بوسیدگی کا ذرا بھی اثر نہیں۔ سر کے بال اور ناخون بدستور قائم ہیں اُن کو دیکھ کر دل پر عجیب تاثیر ہوتی ہے اور درحقیقت اس سے بڑھ کر عبرت کا مرقع اور کیا ہوگا۔

زندان یوسف

سجن یوسف یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ یہ وہی قید خانہ ہی جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے اور حضرت یوسف کے جمال مبارک کی وجہ سے رشک ارم تھا شعر

در چمن بود زلیخا و بحسرت مے گفت   یاد زنداں کہ در د انجمن آرائے ہست

علامہ مقریزی نے لکھا ہی کہ صحیح روایات اور قرائن سے ثابت ہی کہ حضرت یوسف جس قید خانہ میں قید ہوئے تھے وہ یہی مقام ہی۔ مجھ کو سخت افسوس ہی کہ میں اس عبرت انگیز اور متبرک مقام کی سیر نہ کر سکا میں نے اس کا تذکرہ اس وجہ سے کر دیا ہی کہ ہمارے ہموطنوں میں سے خدا کسی کو یہاں پہنچائے تو میری طرح اس کی زیارت سے محروم نہ رہے۔

اسلامی قدیمی یادگاریں بھی یہاں کثرت سے ہیں مسجدوں کی تو یہاں کچھ انتہا نہیں سیکنڑوں بلکہ ہزاروں ہیں انہیں سب سے قدیم جامع عمرو بن العاص کی ہی جو حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت کی یادگار ہی مشہد حسین ایک مسجد ہی جسکی نسبت مشہور ہی کہ حضرت امام حسین کا سر مبارک اسمیں مدفون ہی معلوم نہیں کہ روایت کہاں تک صحیح ہی۔ لیکن یہاں کے عام لوگ اسی بنا پر مسجد کا احترام کرتے ہیں حکومت کی طرف سے اس کے لئے بڑا اہتمام ہی۔ شاندار وسیع اور خوبصورت مسجد ہے اسپر تکلف اور ساز و سامان نے اور بھی اسکی رونق بڑھا دی ہے۔ تمام مسجد میں ٹرکی قالین بچھا ہوا ہی اور غالباً بہت جلد جلد بدلا جاتا ہی کیونکہ میں نے جب دیکھا تو کہنگی اور فرسودگی کا مطلق اثر نہ تھا۔ سب سے زیادہ عجیب و غریب مسجد سلطان حسن کی مسجد ہے جو قلعہ کے قریب ہی۔ اس مسجد کی تعمیر میں متصل تین برس تک بیس لاکھ درہم (پانچہزار روپیہ) روزانہ صرف ہوئے ۷۵۷ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۷۶۴ھ میں انجام کو پہنچی اُس کو مدرسہ سلطان حسن بھی کہتے ہیں کیونکہ اسکے چاروں طرف بڑے بڑے ایوان ہیں جنہیں ائمہ اربعہ کے فقہا فقہ اور حدیث کا درس دیتے ہیں مورخ مقریزی نے لکھا ہی کہ تمام ممالک اسلام میں کوئی مذہبی عمارت اسکے مثل تعمیر نہیں ہوئی،، اگرچہ میں اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ دنیا کی کوئی مسجد اس قدر بلند اور مرتفع نہیں ہی افسوس اور سخت افسوس ہے ایسی عجیب و غریب یادگار بالکل ویران ہو رہی ہی رات کو اس میں چراغ تک نہیں جلتا دروازہ ہر وقت بند رہتا ہی میں دروازہ کھلوا کر اندر گیا تو ہر طرف وحشت برستی تھی۔ اسلامی سلطنت کے ہاں ایسی عظیم الشان مسجد کی یہ بیقدری نہایت قابل تعجب ہی۔

مزارات اور مشاہد بھی کثرت سے ہیں اور اُن کے مصارف کیلئے بہت سے اوقاف ہیں حضرت زینب (امام حسین علیہ السلام کی بہن) حضرت کلثوم۔ امام شافعی۔ امام لیث کے مقبرے بڑی شان و شوکت کے ہیں میں نے امام شافعی کے مزار کی زیارت کی اور مزارات کی زیارت کا بھی ارادہ تھا لیکن وہاں پہنچکر جو حالت دیکھی اُس سے طبیعت کو وحشت ہوئی اور متاسف ہوکر واپس آیا۔ مصر والوں نے ہفتہ کے خاص خاص دن قرار دے رکھے ہیں جنمیں اُن کے اعتقاد کے موافق حضرت زینب و امام شافعی وغیرہ کی روحیں عالم بالا سے اپنے مزارات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اِن خاص دنوں کو حضرۃ کہتے ہیں اور جس کے حضرت کا جو دن ہوتا ہی اُسدن اُن کے مزار پر بڑی بھیڑ ہوتی ہی کثرت سے لوگ زیارت کو آتے ہیں اور قبر کو بوسہ دیکر اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہیں اس وقت لوگوں کی جو حالت ہوتی ہی اسمیں شرک و بت پرستی میں اگر کچھ فرق ہی تو ایسا دقیق ہے کہ مجھ جیسے ظاہر بین کو نظر نہیں آسکتا تھا۔ مجھ کو ہندوستان ہی کی قبر پرستی کا رونا تھا۔ لیکن مصر پہنچکر تمام اسلامی دنیا کی نسبت یہ شعر یاد آیا ؎

زپائے تا بسرش ہر کجا کہ مے نگرم　　　کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

قدیم مدرسے — قدیم زمانے کے مدرسے جن کا اجمالی ذکر میں نے گذشتہ تعلیم میں کیا ہی اب بھی موجود ہیں لیکن ویران ہوتے جاتے ہیں۔ راہ چلتے چلتے اتفاق سے ایک مدرسہ میں میرا گذر ہوا اگرچہ وہ ایک محض معمولی مدرسہ تھا لیکن عمارت خوشنما اور بہت اونچی تھی۔ چاروں طرف طالبعلموں کے رہنے کے کمرے بیچ میں وسیع صحن صحن میں دو ایک کیاریاں اور کھجور کے چند درخت ہیں۔ غرض اس کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ چھوٹے سے مدرسہ کا ویران ہونے پر یہ حال ہے تو بڑے بڑے مدرسہ زیادہ پریشان موزوں اور خوبصورت رہے ہوں گے

مطابع اور اخبارات

مطابع — چونکہ مصر کی مطبوعہ کتابیں تمام ہندستان میں پھیلی ہوئی ہیں اور عربی کتابوں کے چھاپنے اور پھیلانے میں مصر نے عام ناموری حاصل کی ہے اس لئے ان مطبعوں اور کتب فروشوں کا تذکرہ بھی ضروری ہی۔ مطابع یہاں کثرت سے ہیں اور بعض بعض قابل تعریف ہیں بالخصوص بلاق کا سرکاری مطبع عظیم الشان ہے اور صحت و صفائی و خوبی کاغذ و عمدگی مطبع کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر ہے یہ مطبع ۱۸۲۲ء میں محمد علی پاشا کے حکم سے قائم ہوا اور اُس وقت اُس میں چارسو آدمی کام کرتے تھے اب بھی نہایت رونق پر ہی لیکن افسوس اور سخت افسوس ہی کہ ملک کے مذاق کے خراب ہو جانیکی وجہ سے عمدہ اور نادر المضمون کتابیں کم چھپتی ہیں۔ کتب خانہ خدیویہ میں جو نایاب کتابیں قلمی موجود ہیں اُن میں سے اگر سو دو سو کتابیں بھی چھاپ دی جائیں تو دنیا معلومات مفیدہ سے مالامال ہو جائے میں نے بعض روشنضمیر مطبع والوں

سے اس باب میں گفتگو کی۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس قسم کی کتابیں عام پسند نہیں عام پسند کتابیں البتہ بار بار چھپتی ہیں اور بک جاتی ہیں مثال کے طور پر انھوں نے کہا کہ کتاب الخراج قاضی ابو یوسف جو آٹھ برس سے پہلے چھپی تھی اسکی جلدیں آجتک نہیں نکلیں افسوس اور شرم کی بات ہی کہ کتب خانہ خدیوی کی نادر کتابیں یورپ جاکر چھپتی ہیں اور وہاں سے شائع ہوتی ہیں۔ سید عبد الواحد طوبی ایک مشہور تاجر ہیں۔ یورپ والوں نے اُن سے معاملہ کر رکھا ہی وہ اُن کے حسب فرمائش کتابوں کی نقل لکھوا کر یورپ کو بھیجتے ہیں چنانچہ سید الواحد نے مجھکو تین چار قلمی کتابوں کے اجزا دکھائے جو اُنھوں نے یورپ بھیجنے کیلئے نقل کرائے تھے۔

البتہ مصر کا یہ احسان ہے کہ کتابیں نہایت ارزاں ہیں جنکی وجہ سے اُن کا نفع بہت عام ہی میں نے بہت سی کتابیں خریدیں جو نولکشوری مطبوعات سے بھی کم قیمت تھیں جن لوگوں کو مصر کی کتابیں مطلوب ہوں اُنکو چاہیئے کہ مصر سے براہ راست منگوائیں بمبئی سے نہ منگوائیں جہاں کے تاجر دوگنے منافع پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ مصر کی کتابوں کیلئے سید عبد الواحد طوبی سے خط و کتابت کریں۔ اُن کا پتہ یہ ہی مصر۔ قاہرہ قریب الجامع الازہر۔ روپیہ منی آرڈر کے ذریعہ سے بے تکلف بھیجے جا سکتے ہیں۔

اخبارات جو عربی زبان میں نکلتے ہیں تیس سے اوپر ہیں۔ انمیں المؤید۔ المقطم۔ المقطم۔ الاہرام زیادہ نام آور ہیں۔ اُن کے علاوہ ۲۵ ۳۰ اخبارات فرنچ اور انگریزی زبان میں نکلتے ہیں۔

انگریزی گورنمنٹ کی بدولت یہاں کے اخباروں کو آزادی حاصل ہی اسلیئے یہ اخبارات ہر قسم کے معاملات پر نہایت آزادی سے لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں چونکہ عربی زبان میں پالٹیکس پر بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں اور ہندوستان کے علما اس بات پر چار سطریں بھی نہیں لکھ سکتے اس لئے بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ پالٹیکس کے خیالات اس زبان میں پوری طرح ادا بھی نہیں ہو سکتے مگر مصر کے اخبارات نے اس خیال کو باطل کر دیا ہی

ماہوار رسالے بھی متعدد ہیں اور بعض بعض بڑی قابلیت سے شائع ہوتے ہیں انمیں سے مقتطف اور الہلال زیادہ کامیاب ہیں۔ الہلال ہماری مجمع الادب[1] میں آتا ہی۔ آٹھ روپیہ سالانہ اسکی قیمت ہی میں سفارش کرتا ہوں کہ اور ارباب ذوق بھی اس کی خریداری فرمائیں اور فائدہ اُٹھائیں۔

تھیٹر

تھیٹر یہاں دو تین ہیں ایک سرکاری ہی جو خدیو اسمعیل پاشا کے عہد میں تعمیر ہوا تھا یہ بڑے تکلف اور شان شوکت کا ہی لیکن اس زمانہ میں بند تھا اسلیئے میں اسکی سیر نہ کر سکا دوسرا تھیٹر کسی عیسائی کمپنی کا ہی میں نے

[1] یہ ایک انجمن ہی جو ہمارے مدرسۃ العلوم میں ڈیڑھ سال سے قائم ہے ہر مہینے میں اس کے تین اجلاس ہوتے ہیں بحث طلب مضامین پر ہوتے ہیں اور جس قدر تقریریں اور اسپیچیں کی جاتی ہیں بلکہ اس کی تمام کارروائی عربی زبان میں ہوتی ہے شاید تمام ہندوستان میں یہ پہلی مجلس ہے ہمارے قدیم مدارس عربیہ کو اس انجمن کی تقلید کرنی چاہیئے۔

ایک دفعہ اسکی سیر کی پردے اور ساز و سامان اچھے ہیں۔ تماشا یہ تھا کہ نیو بیا(یا) یونان (مقام یاد نہیں) کی ملکہ اور قیصر روم میں حدود ممالک کے متعلق جھگڑا ہی قیصر نے ملکہ سے بعض نئے ممالک طلب کئے ملکہ نے انکار کیا اسپر دو تین بار ردوبدل ہوئی یہانتک کہ جنگ چھڑ گئی اور بڑا معرکہ ہوا عورت جو ملکہ بنی تھی اُسکا لباس بالکل عربی تھا کمر میں ننگی تلوار تھی اور نہایت زیب دیتی تھی ایکٹ بھی اُس نے خوب ادا کیا تھا قاصد سے قیصر کا پیغام سنکر اُسکا تڑپکر اُٹھنا تلوار کو جنبش دینے اور پُرغیظ لہجہ میں یہ الفاظ کہنے کیف نرضی بھذ الذل والھوان۔ ساتھ ہی عرب جاہلیتہ کے چند فخر آمیز اشعار کا پڑھنا واقعی عجیب اثر پیدا کرتا تھا اشعار اُس نے گائے نہیں تھے بلکہ غیظ اور غلو کے لہجہ میں ادا کئے تھے۔ لڑائی کیوقت دونوں فوجیں ہاتھوں میں تلواریں لیکر لڑیں تلواروں کے وار صاف نظر آتے تھے اور جو لوگ زخمی ہو ہو کر گرتے تھے اُنکی لڑکھڑاہٹ اور بے اختیار زمین پر گرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ واقعی زخمی ہو کر گرتے ہیں سب سے زیادہ مجکو جو چیز پسند آئی وہ یہ تھی کہ اخیر میں سب نے خدیو کی سلامتی کا گیت گایا پورا گیت یاد نہیں مگر یہ الفاظ ضرور تھے العیش ثمر والنفع عم من الخد یو المحترم اسپلج اور متعدد ہم قافیہ ضرور تھے۔ ہر ہر فقرہ آواز کا چڑھاؤ اُتار عربی لہجہ کے ساتھ نغمہ طرازی۔ اصول موسیقی کا لحاظ اور سب سے بڑھکر یہ خیال کہ اس جوش سے خدیو کی سلامتی کا راگ گانیوالے سب عیسائی ہیں میرے دلپر عجیب اثر کرتا تھا تھیٹر ہندوستان کا ہو خواہ عرب اور مصر کا میرے نزدیک اُسکی شرکت وقار و شائستگی کے خلاف ہی۔ لیکن اسلامی سلطنت کی ہر چیز عزیز معلوم ہوتی ہے۔ شعر

اُس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل
میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

کلب و انجمنیں

انجمنیں یہاں کثرت سے ہیں اور اُنکے مختلف مقاصد ہیں ؟ خیراتی ہیں جنکا مقصد غریبوں کی امداد و اعانت ہی لیکن تعجب ہی کہ ان میں ایک بھی مسلمانوں کی نہیں۔ علمی انجمنیں بھی متعدد ہیں جن میں جمعیتہ العلماء المصریہ جو ۱۸۵۹ء میں قائم ہوئی ہے اور المجمع العلمی الجغرافی جسکو خدیو اسمعیل پاشا نے ۱۸۷۵ء میں قائم کیا[۱] زیادہ نامور اور فائدہ رساں ہیں ڈیبٹنگ کلب یعنی مناظرہ کی مجلسیں نہایت کثرت سے ہیں اور اُنکی وجہ سے مصریوں نے لکچر و اسپیچ کے فن میں بہت ترقی کی ہی ایک مجلس میں میں خود شریک ہوا صدر کی جا ایک بلند چبوترہ تھا جس پر صدر انجمن اور سکرٹری کی کرسیاں تھیں عام حاضرین بنچوں پر تشریف فرما تھے میرے

[۱] اس انجمن نے جغرافیہ کے متعلق نہایت نادر تحقیقات اور معلومات فراہم کیں جو مستقل رسالہ کی صورت میں چھپکر شائع ہوئی ہیں اس انجمن کا ایک خاص مکان اور کتب خانہ اور دیگر لوازمات ہیں۔

سامنے چار پانچ شخصوں کی گفتگو ہوئی اُنکی تقریریں ایسی برجستہ پرزور اور فصیح تھیں کہ مجھپر ایک حیرت سی طاری تھی تعجب یہ ہی کہ مصریوں کی عام بول چال نحو کے لحاظ سے محض غلط اور بے معنی ہوتی ہی لیکن اس قسم کے موقعوں پر نہایت شستہ عربی بولتے ہیں اور تکلف اور آورد کا نام نہیں ہوتا۔ اس قسم کی مجلسوں اور اخبارات کی آزادی کی وجہ سے مصریوں میں جو عام زندہ دلی۔ آزاد خیالی جرأت اور حوصلہ مندی پیدا ہوگئی ہی ٹرکی ممالک بلکہ کل موجودہ اسلامی حکومتوں میں اس کا پرتو تک نہیں۔

مولد نبوی

مولد نبوی

مصر والوں کو حقیقت میں اس بات پر ناز کرنا چاہیئے کہ مولد کے اصل معنی اگر سمجھے تو انھیں نے سمجھے یہاں مولد کا طریقہ یہ ہی کہ شہر سے باہر ایک وسیع خطہ زمین ہی جسکو ایک معزز خاتون نے اسی کیواسطے وقف کردیا ہی اس میدان میں تین طرف نہایت ترتیب اور سلیقے سے خیمے اور شامیانے نصب ہوتے ہیں اور بیچ کی زمین بطور صحن کے چھوڑ دیجاتی ہی صحن بالکل دائرہ کی ہیئت میں ہوتا ہی اور اسکے ہر چہار طرف سرخ جھنڈیاں کھڑی کیجاتی ہیں خیمے اور شامیانے چونکہ عموماً پاشاؤں اور امراء کے ہوتے ہیں نہایت تکلف اور نفاست سے آراستہ کئے جاتے ہیں ہر پاشا اور امیر اپنا خیمہ جداگانہ طرز سے آراستہ کرتا ہی۔ جھاڑ فانوس کی روشنی ہوتی ہی اور کثرت سے ہوتی ہی اور ہر خیمہ میں شربت یا چائے یا کوئی اس قسم کی چیز ہر وقت مہیا رہتی ہیں جسوقت کوئی شخص اگرچہ وہ عام تماشائی ہو خیمہ میں داخل ہوتا ہی فوراً چاء یا شربت سے اُسکی تواضع کی جاتی ہے۔

خدیو کا خیمہ جسمیں اُنکی طرف سے اُنکا نائب شریک ہوتا ہی سرخ اور نہایت پرشان اور پر رونق ہوتا ہی ہر خیمہ میں خاص خاص گروہ کے فقراء اور صوفیہ جمع ہوتے ہیں اور اپنے اپنے طریقے کے موافق ذکر کرتے ہیں. ذکر کا طریقہ ہندوستان کے فقراء سے بالکل جدا ہی سب لوگ حلقہ باندھکر کھڑے ہوتے ہیں اور ذکر کے خاص الفاظ ایک ساتھ بلند آواز سے کہے جاتے ہیں ان الفاظ کیساتھ رکوع کے قریب جھک کر کمر اور گردن کو عجیب طور پر حرکت دیتے ہیں اگر کوئی شخص دور سے دیکھے تو اسکو ورزش کا دھوکا ہو درویشان رقاص کا طریقہ اور بھی عجیب ہے اور سچ یہ ہی کہ فقر و تصوف کی تضحیک تو یہی ہی ان لوگوں کا لباس ایک خاص وضع کا ہوتا ہی پوری ہیئت تو خیال میں نہیں لیکن اسقدر یاد ہی کہ نیچا جامہ اور کمر تک سبز پیلا ہوتا ہی یہ لوگ صف باندھکر بیٹھتے ہیں اور انمیں جو شخص ذکر کرنا چاہتا ہی وہ وسط محفل میں ناچنا شروع کرتا ہے لوگوں کا بیان ہی کہ ناچ کے تمام اصول ادا کئے جاتے ہیں لیکن میں نے جو دیکھا اسی قدر تھا کہ وہ شخص ایک جگہ کھڑا ہوکر پھرکی کی طرح پھرنے لگا تھا قریباً ایک گھنٹہ تک اسی طرح ناچتا رہا لیکن ہاتھ یا کسی اور عضو کو حرکت نہیں ہوتی تھی ایک اور گروہ تھا جسکا طریقہ کسی قدر اس سے مختلف تھا ان لوگوں کے جامے اونچے اور زیادہ گھیردار تھے قریباً جس طرح گھاگرے والیاں پٹّن ناچنے کے وقت یہ لوگ دونوں ہاتھ پھیلا کر ناچتے تھے.

مجھ کو سخت افسوس ہی کہ اس بیہودہ طریقہ کو یہ لوگ عبادت سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کا اعتقاد ہی کہ یہ لوگ غوث۔ قطب۔ ابدال۔ اوتاد کے رتبہ تک ترقی کرتے ہیں ع وللناس فیما یعشقون مذاہب۔

درویشان رقاص کا ذکر ضمناً آگیا تھا۔ اب میں اصلی واقعہ یعنی مولد کی کیفیت کیطرف رجوع کرتا ہوں پہلی تاریخ سے یہ اجتماع شروع ہوتا ہی اور روز بروز بڑھتا جاتا ہی یہانتک کہ بارہویں کی شب کو اسقدر ہجوم ہوتا ہی کہ کشمکش سے جگہ نہیں ملتی صبح کو سب لوگ خصوصاً نائب الحکومت۔ قاضی۔ مفتی شیخ الازہر مشہد حسین میں جمع ہوتے ہیں اور ایک عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے حالات پڑھتا ہی ولادت کے ذکر کے وقت معمول کیموافق قیام ہوتا ہی اور تھوڑی دیر کے بعد مجلس ختم ہو جاتی ہی جسکے ساتھ مولد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

مولد کا یہ طریقہ اس لحاظ سے مجھکو بہت پسند آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر جس جوش اور مسرت کا اظہار ہونا چاہیئے وہ اسی طریقہ سے ہونا چاہیئے۔ چھوٹی چھوٹی مجلسوں میں یہ اجتماع شان و شوکت۔ سر و سامان کہاں؟ لیکن دو تین باتیں قابل اعتراض ہیں اول یہ کہ گیارہویں اور بارہویں کو آتش بازی ہوتی ہی اور یہ امر اسی مقدس رسم کے شایاں نہیں۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کا اجتماع دیکھ کر اسی مجمع کے قریب تھیٹر وغیرہ قائم ہو جاتے ہیں گورنمنٹ کو چاہیئے کہ انکو قطعاً روک دے۔

اہل کمال اور مفید تصنیفات

قسطنطنیہ کی طرح یہاں بھی علما اور مصنفین کے دو گروہ ہیں دونوں کا مذاق بالکل الگ الگ ہی ازہر کے شیوخ اور تلامذہ میں سے بعض بعض اپنے فن نحو اور فقہ میں کامل خیال کئے جاتے ہیں لیکن اُن کے کمال کا تمام تر مدار صرف جزئیات کے حفظ پر ہے جسمیں تحقیق و اجتہاد کا شائبہ نہیں۔ خود شیخ ازہر جنکو امام الفن کہا جاتا ہے کسی فن میں اُنکی کوئی محققانہ تصنیف نہیں۔ نئی تعلیم نے بھی اگرچہ ابتک کوئی بڑا صاحب کمال نہیں پیدا کیا لیکن اُسمیں تحقیق و اجتہاد کی جھلک پائی جاتی ہی اور تصنیفات میں یورپ کا انداز ہی میں ان دونوں گروہوں میں سے بعض مشاہیر کا حال لکھتا ہوں۔ اہل کمال

علی پاشا مبارک

مصر کے سررشتہ تعلیم میں جو ترقی ہوئی ہے انہیں کی بدولت ہوئی ہے سولہ برس کی عمر تھی کہ ۱۲۵۰ھ میں مدرسہ ہندسہ خانہ میں داخل ہوئے ۱۲۶۰ھ میں محمد علی پاشا کے بیٹوں کے ساتھ فرانس کا سفر کیا اور کئی برس وہاں رہ کر متعدد ڈگریاں حاصل کیں ۱۲۶۸ھ میں اُن کو مدارس اور نظارت اوقاف کی خدمت سپرد ہوئی اسی زمانہ میں انہوں نے بہت سے علمی کام کئے خانگی مکاتب کی اصلاح کی اضلاع علی پاشا مبارک

میں عمدہ مدارس قائم کیئے۔ دارالعلوم کی بنیاد ڈالی۔ کتب خانہ خدیو قائم کیا سنہ ۱۲۸۵ھ میں ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوئے اور تعلیم کو نہایت ترقی دی۔ خود بھی صاحب تصنیف و تالیف ہیں۔ مقریزی کے خطوط و آثار کا نہایت عمدہ تکملہ لکھا ہی۔ شہنشاہ فرانس اور شاہ اسٹریا نے اُنکو اعزاز کے تمغے بھیجے ہیں اُنکی ملاقات کا بہت شائق تھا لیکن بدقسمتی سے اس زمانہ میں خدیو کے ساتھ اسکندریہ چلے گئے تھے۔ تین چار مہینے ہوئے انہوں نے انتقال کیا اُن کے جنازہ میں تمام اعیان سلطنت شریک تھے حال میں اُنکی سوانحعمری لکھی گئی اور شائع ہوئی ہے۔

علی پاشا ابراہیم

علی پاشا ابراہیم

یہ نہایت روشن ضمیر تعلیم یافتہ شخص ہی سنہ ۱۲۶۱ھ میں تعلیم کی غرض سے فرانس گیا اور پانچ برس رہ کر اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کی سنہ ۱۲۹۶ھ میں ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوا معلمین کے مدارس اول اسی نے قائم کیئے سلطنت فرانس نے اسکو پروفیسری کے درجہ کا تمغہ بھیجا جو مشہور اہل کمال کے سوا کسی کو نہیں دیا جاتا

امین بک فکری

امین بک فکری

ہائی کورٹ کے جج ہیں فرانس میں تعلیم پائی ہی سویڈن میں جو اورنٹیل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اُسمیں سلطنت مصر کی طرف سے وکیل مقرر ہو کر گئے تھے۔ چنانچہ حالات سفر میں ایک کتاب لکھی ہی جسکے دیکھنے سے اُنکی قوت تحریر کا اندازہ ہوتا ہی اس کتاب کی قیمت آٹھ روپیہ ہے اور واقعی قابل سیر کتاب ہی۔

احمد زکی

احمد زکی

محکمہ ترجمہ کے سکرٹری ہیں فرنچ نہایت عمدہ جانتے ہیں غلامی کے مسئلہ پر ایک رسالہ فرنچ میں لکھا تھا جو نہایت مقبول ہوا اور فرانس کے مشہور اخبارات اور ارباب تصنیف نے اسپر آرٹکل اور ریویو وغیرہ کیئے عربی میں ترجمہ ہو کر چھپا ہی جسکا نام الرق فی الاسلام ہی انکی اور بھی مفید تصنیفات ہیں لندن میں جو اخیر اورنٹیل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں یہ وکیل مقرر ہو کر گئے تھے۔

شیخ محمد عبدہ

شیخ محمد عبدہ

پرانے تعلیم یافتہ ہیں۔ فن ادب میں تمام مصر و شام اُنکو استاد الفن تسلیم کرتا ہی مقامات بدیع کی شرح نہایت قابلیت سے لکھی ہے۔ روشنضمیری کیساتھ نئے مذاق سے آشنا ہیں جسکا سبب سید جمال الدین افغانی کا فیض صحبت ہے سید موصوف کا ایک رسالہ عربی میں ترجمہ کیا ہی اور اُسکے دیباچہ میں مختصر طور پر اُنکی سوانحعمری لکھی ہی ہیں اسکے بعض فقرے اس مقام پر لکھتا ہوں جس سے شیخ موصوف کی مہارت فن اور زور تحریر کا اندازہ ہوگا ہمارے ملک میں جو لوگ فن ادب کو لئے بیٹھے ہیں انکو اس طرز کی تقلید کرنی چاہیئے اور واقعات نگاری کا یہ اسلوب اختیار کرنا چاہیئے جہاں سید موصوف

جمال الدین افغانی کے حلیہ اور اخلاق و اوصاف کا ذکر آگیا ہے وہاں لکھتے ہیں۔

اما خلقہ فیمثل الناظر عربیا محضا ربعۃ فی طول وسط فی بنیتہ قمحی فی لونہ عصبی دموی فی مزاجہ عظیم الراس فی اعتدال عریض الجبہۃ فی تناسب واسع العین ضخم الوجنات رحب الصدر ہش بش عند اللقاء اما اخلاقہ فسلامۃ القلب سائدۃ فی صفاتہ ولہ حلم عظیم یسع ما شاء اللہ ان یسع الی ان یدنو منہ احد لیمس شرفہ او دینہ فینقلب الحلم الی غضب فبینما ہو حلیم اواب اذا ہو اسد وثاب وہو کریم یبذل ما بیدہ قوی الاعتماد علی اللہ لایبالی ما تاتی بہ صروف الدہر سہل لمن لاینہ صعب علی من خاشنہ ولہ سلطۃ علی دقائق المعانی وتحدیدہا وابرازہا فی صورہا اللائقۃ لہا کان کل معنی قد خلق لہ کل موضوع یلقی الیہ یدخل للبحث فیہ کانہ صنع یدیہ فیاتی علی اطرافہ ویحیط بجمیع کنافہ

میں ان سے ملا تھا دیر تک لطف کی صحبت رہی ازہر کی ابتری تعلیم پر افسوس کرتے تھے لیکن اسکے ساتھ نئی تعلیم کے بھی شاکی تھے اور کہتے تھے کہ ہولاء اضل سبیلا۔ افسوس ہے کہ گورنمنٹ مصر نے انکو عہدہ قضا پر مامور کیا ہے وہ سررشتہ تعلیم کیلئے زیادہ موزوں تھے چنانچہ خود بھی اس کا افسوس کرتے تھے۔

شیخ حمزہ فتح اللہ

شیخ حمزہ فتح اللہ

پرانے تعلیم یافتہ ہیں اور پرانے خیالات کے آدمی ہیں۔ فن ادب کے بڑے اُستاد ہیں دار العلوم میں ادب کا جو نصاب پڑھایا جاتا ہے انہیں کا انتخاب ہے۔ سررشتہ تعلیم کے انسپکٹر ہیں۔ سویڈن کی اورینٹل کانفرنس میں مصری سفارت کے ساتھ ممبر مقرر ہو کر گئے تھے۔ اور کانفرنس میں عورتوں کے حقوق کے متعلق ایک رسالہ پیش کیا جس کا نام حقوق النساء فی الاسلام ہے یہ رسالہ سرکاری مطبع میں چھپا گیا ہے اصل موضوع پر بہت کم لکھا ہے اور جس قدر لکھا ہے وہ بھی مولویانہ لکھا ہے تاہم عبارت نہایت اُستادانہ بلند اور پرزور ہے۔

مجھ سے ان سے نظارۃ المعارف کے دفتر میں ملاقات ہوئی دیر تک علمی تذکرے رہے رسالہ مذکور کی پانچ جلدیں تحفہ کے طور پر عنایت کیں کچہری سے اُٹھکر اپنے مکان پر لے گئے۔ اور اصرار کر کے کھانا کھلایا۔ کھانا نہایت سادہ یعنی خشک روٹی اور کھجوریں تھیں چونکہ وہ عربی زبان کے اُستاد ہیں اور عرب کے ساتھ اُن کو خاص محبت اور لگاؤ ہے۔ اُن کا سادہ عربی کھانا ایک اثر پیدا کرتا تھا۔

لطیفہ۔ میں اور شیخ موصوف کھانا کھا رہے تھے کہ قریب سے ہیچو ہیچو کی آواز آئی۔ میں حیران تھا کہ یہ انکر الاصوات کہاں سے آتی ہے۔ دیکھا تو ایک حجرہ میں ایک گدھا بندھا ہی۔ معلوم ہوا کہ یہاں گھر میں گدھا باندھنا معیوب نہیں اگرچہ میں بازاروں میں اکثر لوگوں کو خصوصاً لکھنؤ کے انگریزوں کو گدھے پر سوار پھرتے دیکھ چکا تھا بلکہ خود

بھی دو ایک بار یہ شرف حاصل کرچکا تھا تاہم مجھکو یہ توقع نہ تھی کہ بھلے آدمیوں کے یہاں گھوڑوں کی طرح گدھوں کا بھی اصطبل خانہ ہوتا ہے۔

عربوں کے فیاضانہ اخلاق

سفر کا خاتمہ اور عربوں[1] کے فیاضانہ اخلاق

مصر کی روانگی کے ساتھ گویا میرے سفر کا بھی خاتمہ ہوگیا کیونکہ اس کے بعد نہ کوئی نئی آبادی دیکھی نہ کوئی جدید واقعہ پیش آیا۔ میں نے سفر کا تمام زمانہ (خلاف توقع) نہایت لطف۔ آرام۔ دلچسپی اور اطمینان کیساتھ بسر کیا۔ لیکن اس موقعہ پر یہ بتانا میرا فرض ہے کہ یہ لطف و آرام مجھکو کیوں نصیب ہوا؟ اور کن لوگوں کی وجہ سے ہوا؟ ان سوالوں کا صرف ایک جواب ہے۔ یعنی عربوں اور ترکوں کے فیاضانہ اخلاق حقیقت یہ ہے کہ اگر عربوں کی کریم الاخلاقی سے مجھکو سابقہ نہ پڑتا تو سفر کی دلچسپیوں کا کیا ذکر ہے زندگی دوبھر ہوجاتی یہ ظاہر ہے کہ کسی شہر میں جاکر رہنا۔ کھانا پینا۔ ملنا جلنا۔ خرید و فروخت سیر و تماشا۔ حالات کی تحقیق و جستجو۔ دریافت طلب امور کی تلاش غرض تمام باتیں زبان کے جاننے پر موقوف ہیں اور میں ترکی زبان سے بالکل ناواقف عربی زبان جسقدر جانتا تھا وہ بھی بیکار یا قریب قریب بیکار تھی اسقدر دولتمند بھی نہ تھا کہ بیدریغ روپیوں کے صرف سے اس کمی کا تدارک کرسکتا۔ ایسی حالت میں چھ مہینے کا زمانہ اس لطف و آرام سے بسر کرنا کہ گویا میں وطن ہی میں تھا۔ صرف ترکوں اور خاصکر عربوں کی عنایت تھی۔ ترجمانی یہ کرتے تھے۔ بازار سے چیزیں یہ لادیا کرتے تھے لوگوں سے تعارف یہ کراتے تھے۔ قابل سیر مقامات میں رہبر یہ بنتے تھے دل لگی کی صحبتوں میں شریک یہ ہوتے تھے غرض کوئی ایسا کام اور ایسی ضرورت نہ تھی جسکے یہ کفیل نہ تھے۔ اور لطف یہ کہ بے غرض اور بے سبب۔ صرف مہمان پرستی اور غریب نوازی کے لحاظ سے تمام وہ جزئی واقعات جنمیں مجھکو ان لوگوں کے فیاضانہ اخلاق کا تجربہ ہوا انکا بیان کرنا ناممکن ہے نمونہ کے طور پر دو تین واقعے لکھتا ہوں شیخ عبدالفتاح شیخ علی ظبیان۔ خوجی آفندی۔ عبدالباسط آفندی۔ شیخ عبدالحلیم آفندی۔ عبدالسلام آفندی کی فیاضیوں کے واقعات جنکو میں پہلے لکھ آیا ہوں اس موقع پر ایک بار پڑھ لینا چاہیئے۔

جس زمانے میں میں قسطنطنیہ میں مقیم تھا عبدالسلام آفندی کے برادر عم زاد شاکر آفندی مقدمہ کی ضرورت سے قسطنطنیہ میں آئے عبدالسلام آفندی نے انکو اپنے پاس ٹھہرانا چاہا لیکن انکے کمرہ میں جگہ نہ تھی مجھسے کہا کہ تم اپنے پاس ٹھیرالو میں نے انکی خاطر سے گوارا کیا میری روانگی کا زمانہ قریب آیا تو انہوں نے کہا میں بھی آمادہ سفر

[1] شام و مصر کے اکثر مسلمان عرب کی نسل سے ہیں۔ اس وجہ سے میں تمام شامیوں اور مصریوں کو بلحاظ اختصار عرب سے تعبیر کرتا ہوں

ساتھ ہوتا تو خوب تھا لیکن اسوقت میرے پاس روپیہ نہیں گھر سے کچھ روپیہ منگایا ہی انکے آنیکا انتظار ہے چونکہ وہ خاص بیت المقدس کے رہنے والے تھے مجکو خیال ہوا کہ انکی وجہ سے آسائش و آرام کے علاوہ بیت المقدس میں مجھکو ہر ایک چیز کی تحقیق و اطلاع میں بہت مدد ملیگی۔ میں نے اُنسے کہا کہ روپیہ مجھسے لے لیجیے وہاں چلکر ادا کر دیجیے گا انہوں نے انکار کیا اور باوجود اصرار کے کسی طرح رضامند نہوتے تھے۔ لیکن میں نے اسقدر مجبور کیا کہ وہ انکار نہ کرسکے اور میں نے اُسیوقت دو سو روپیہ اُنکو حوالہ کیا۔ عبد السلام آفندی اُسوقت مکان پر نہ تھے شام کو باہر سے آئے تو باتوں باتوں میں یہ تذکرہ آیا۔ اُنہوں نے یہ واقعہ سنکر سر پیٹ لیا اور نہایت پریشان ہوئے اور بار بار کہتے تھے شو فعلت شو فعلت یعنے تم نے یہ کیا غضب کیا۔ شاکر گو میرا بھائی ہے۔ لیکن نہایت آوارہ ہے اور اسی نے تم سے فریب دیکر روپیہ لیا۔ اور لطف یہ کہ روپے تو میرے معرض خطر میں تھے لیکن عبد السلام آفندی کو مجھ سے بڑھکر اضطراب تھا شاکر آفندی گھر میں آئے تو عبد السلام آفندی نے اُن کو سخت ملامت کی اور اُن سے دستاویز لکھوا کر اُس پر اپنی اور ایک اور شخص کی گواہی لکھی۔ مجھکو الگ لیجا کر کہا کہ قومی بدنامی کا معاملہ ہے اسلیئے مجھکو اپنے بھائی کی پردہ دری کرنی پڑتی ہے۔ یہ لڑکا (شاکر) آوارہ مزاج اور بد معاملہ ہے اس کی کوئی ذاتی جائداد بھی نہیں اس کا چچا عبد الرزاق اس کا کفیل ہے۔ یہ دستاویز اُنہیں کے حوالہ کرنا وہ تم کو روپے دے دیں گے۔

غرض دوسرے دن شاکر اور میں ساتھ جہاز پر سوار ہوئے سمرنا میں پہنچے تو شاکر کے نام انکے وکیل کا تار آیا فوراً واپس آؤ۔ شاکر نے مجھ سے کہا کہ میں تم کو چھوڑ کر کیوں کر جا سکتا ہوں میں نے ان کا روکنا مناسب نہ سمجھا اور بخوشی بلکہ باصرار اُن کو واپس بھیجا بیت المقدس پہنچکر سیدھا عبد الرزاق کے پاس گیا۔ اور مجھکو اس موقع پر مجبوری اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے میرے ساتھ سخت بد اخلاقی کی اس کی شکایت نہیں کہ روپے نہیں دیئے۔ تعجب یہ ہو کہ کج اخلاقی سے پیش آئے دوسرے دن میں نے مفتی صاحب (جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہے) کے پاس جا کر اُن سے سارا قصہ بیان کیا اور دستاویز دکھائی۔ مفتی صاحب نے عبد الرزاق کے پاس آدمی بھیجا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں دو چار دن کے بعد البتہ ادا کر سکتا ہوں۔ مفتی صاحب کو چونکہ اطمینان تھا وہ یہ کہکر چپ ہو رہے کہ ضرور ملجائیں گے۔ لیکن اور لوگ جو وہاں موجود تھے اور عبد الرزاق کے خاندان کے ممبر تھے سخت برہم ہوتے تھے اور غصہ میں آکر کہتے تھے واللہ یبیع لحیتہ ویدی یعنی وہ اپنی ڈاڑھی بیچے اور روپے ادا کرے۔

دوسرے دن میں مفتی صاحب کے پاس گیا تو اُنہوں نے پوری رقم یعنی ۱۱ روپئے پانچ پاس سے دیے۔ میں نے کہا کہ آپ اپنی جیب سے دیتے ہیں تو میں لینا نہیں چاہتا" فرمایا کہ "نہیں عبدالرزاق نے مجھ پر حوالہ کردیا ہی لیکن اگر وہ نہ بھی دیتے اور میرے پاس روپے نہ بھی ہوتے تو میں اپنا یہ جبہ بیچکر دیتا"۔ باوجود اسکے مفتی صاحب اور دیگر حاضرین کو سخت ندامت تھی وہ لوگ مجھ سے نہایت الحاح سے معذرت کرتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ ہماری آنکھ تم سے برابر نہیں ہوتی۔ میں جب رخصت ہوکر چلا تو مفتی صاحب نے کچھ دور تک مشایعت کی اور کہا کہ المرجو منکم ان تستروا عیوبنا فانہ من شیم الکرام یعنی مجھ کو اُمید ہے کہ آپ ہمارے عیب پر پردہ ڈالیں گے۔ کیونکہ شریف کا کام پردہ پوشی ہے۔ مفتی صاحب اور اُنکے ہمنشینوں کو عبدالرزاق کے برتاؤ پر جو ندامت تھی اور جس طرح وہ بار بار مجھ سے معافی چاہتے تھے اُسکا اثر ابتک میں اپنے دل میں پاتا ہوں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اسکندریہ پہنچکر جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں ناواقفیت کی وجہ سے مجکو سخت پشیمانی ہوئی چونکہ ریل میں دیر تھی ایک قہوہ خانہ میں جو اسٹیشن سے متصل تھا جا بیٹھا وہاں ایک شامی عرب تشریف رکھتے تھے۔ مجھکو غیر ملک کا آدمی سمجھ کر یا معلوم نہیں کیوں ابڑے تپاک سے پیش آئے وہ قاہرہ کو جارہے تھے میں نے اُن سے کہا کہ میں ہمسفر ہوں اور چونکہ ناواقفیت کی وجہ سے مجکو ہر موقع پر نقصان اور تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے میں چاہتا ہوں کہ قاہرہ تک میرا اور آپکا ساتھ رہے اُنہوں نے کہا کہ بالراس والعین اُنکی وجہ سے مجکو تمام سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی قاہرہ پہنچے تو میں نے انسے کہا کہ آپ مجکو کسی ہوٹل کا نام بتائیں جو جامع ازہر کے قریب ہو اور فیس بھی زیادہ نہو میں نے تو صرف پتہ بتانیکو کہا تھا وہ دو روز تک میرے ساتھ ہوٹل میں مقیم رہے۔ تیسرے دن کہا کہ میں ایک ضرورت سے قاہرہ آیا ہوں اور دو تین روز میں مجکو واپس جانا ہی اگر آپ اجازت دیں تو رخصت ہوں"۔ یہ کہکر ہوٹل کے خانساماں کو دو دن کا کرایہ اور کھانے کی فیس حوالہ کی۔ میں نے ہرچند اصرار کیا کہ میری فیس آپ کیوں دیتے ہیں نہ مانا اور کہا کہ آپ اسوقت تک ہمارے مہمان تھے یہ کہکر رخصت ہوئے اور مجکو سخت افسوس رہا کہ دوبارہ اُن سے ملاقات نہوئی۔

حال کی عربی زبان

چونکہ سفرنامہ کے لوازم میں ایک یہ بھی ہے کہ جس ملک کے حالات لکھے جائیں وہاں کی زبان مروجہ سے بھی بحث کیجائے اسی لئے حال کی عربی زبان کی نسبت جو تمام اضلاع شام اور مصر کی زبان ہی کچھ لکھنا ضرور ہے اس سے ہمارے ہموطنوں کو بھی فائدہ پہنچیگا جو مصر و شام کے اخبارات کی نہایت شائق ہیں لیکن مروجہ عربی زبان نہ جاننے کی وجہ سے انسے متمتع نہیں ہو سکتے موجودہ عربی قدیم عربی سے اسقدر مختلف ہی کہ ہمارے ملک کا کوئی بڑا عالم اگر مصر و شام کا سفر کرے تو اُس کو وہاں کی زبان کے سمجھنے میں قریبًا وہی دقت ہوگی جو ایک عامی کو ہو سکتی ہی زبان موجودہ کی وہ خصوصیتیں جن کی وجہ سے

وہ قدیم زبان سے مختلف ہو گئی ہے مختصر طور پر ذیل میں درج ہیں (۱) بہت سے الفاظ اس قدر مختصر کر لیے گئے ہیں کہ جبتک کوئی شخص نہ بتائے۔ اصلی الفاظ کی طرف ذہن منتقل نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے چند الفاظ یہ ہیں۔

لفظ تبدیل شدہ	اصل	معنے
شو	ایُّ شیءٍ	کلمہ استفہام
موش	مَا ھُوَ شَیءٌ	حرف نفی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔
مَاعَلَیش	مَا عَلَیہِ شَیءٌ	کچھ ہرج نہیں کچھ مضائقہ نہیں۔
بِلَاش	بِلَا شَیءٍ	مفت اور پہلے لفظ کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی کچھ ہرج نہیں
ھِیک	ھٰکَذَا	اس طرح۔
ھَادُول	ھٰؤُلَاءِ	یہ لوگ
قَدَیش	قَدرِ اَیِّ شَیءٍ	کس قدر

(۲) الفاظ کے اوّل یا اخیر میں بعض حرف زیادہ کر لیتے ہیں جس سے لفظ کی صورت بالکل بدل جاتی ہے۔ مثلاً شام میں تمام افعال مضارع کے اوّل ب زائد کر دیتے ہیں ان الفاظ کو ما اقول ما اعرف یوں کہتے ہیں۔ مَابَقُولُ۔ مَا بَعرِف۔ مصر میں الفاظ کے اخیر میں ش بڑھاتے ہیں مثلاً یاخذ کے بجائے یاخُذُش

(۳) حروف کا تلفظ نہایت خراب ہو گیا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ عربی تلفظ کی تمام خصوصیتیں مٹ گئیں قاف کے بجائے ہمزہ جیم کے بجائے گاف۔ ذال کے بجائے دال۔ عین کے بجائے ہمزہ بولتے ہیں اور نہ صرف جاہل اور عامیوں کا یہ تلفظ ہے بلکہ علما اور شرفا بھی ان حرفوں کو اسی طرح ادا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مصر میں میں نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں بولے (گائی من گمئہ = جاء من جمعة) یعنی میں جمعہ مسجد سے آرہا ہوں۔

(۴) بہت سے قدیم الفاظ ہیں جنکا طرز استعمال بدل گیا ہے۔ مثلاً جب کسی شخص کی تعریف یا اُس کا شکریہ ادا کیا جائے تو وہ جواب میں کہے گا استغفر اللہ یعنی میں کس قابل ہوں یا کوئی تعجب انگیز بات کسی کے سامنے بیان کی جائے تو وہ کہیگا امان یا مثلاً یہ کہنا ہو کہ تم کو اس سے کیا غرض؟ تو کہیں گے شُو بِدَّک۔ شو۔ ای شیٔ کا مخفف ہے اور بدّ وہی لفظ ہے جس کو ہم لابد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

(۵) یورپ کے الفاظ نہایت کثرت سے استعمال میں آ گئے ہیں اور چونکہ کسی قدر ان میں تغیر کر لیا گیا ہے۔ عربی دان اور انگریزی خواں دونوں کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے۔ اس قسم کے چند الفاظ مثالاً درج ہیں۔

الفاظ معرب	الفاظ اصلی	الفاظ معرب	الفاظ اصلی
تلغراف	ٹیلیگراف	فوتوغراف	فوٹوگراف
بروجرام	پروگرام	بُوستہ	پوسٹ ڈاک
قومانداں	کمانڈر	باریز	پیرس (دار السلطنت فرانس)
قوماسیون	کمیشن	سِیغارۃ	سگرٹ
اُفواکاتو	ایڈوکیٹ	انکلترا	انگلستان
شلّین	شلنگ	امبراطور	امپرر
غاز	گیس	لوندرۃ	لندن
باسابورت	پاسپورٹ	زورنال یا جرنال	جرنل
اوروبا	یورپ	جمباز	جمناسٹک
میکانک	مشین (کل)		

اب ہم زبان حال کے الفاظ کی ایک مختصر سی فرہنگ درج کرتے ہیں جسمیں اکثر ایسے الفاظ بھی ہیں جو آج سے پانچ چھ سو برس پہلے ایجاد ہو چکے تھے لیکن چونکہ تصنیفات وغیرہ میں ان کو رواج عام حاصل نہیں ہوا تھا وہ بھی نئے الفاظ خیال کیے جاتے ہیں۔ خاص اس قسم کے الفاظ پر میں (ق) کی علامت لکھونگا جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ قدیم الفاظ ہیں۔

لفظ	معنے
الف	
امضاء	دستخط
المان	سلطنت جرمن
اجزاخانہ (ترکی لفظ ہے) (ق) اسطول	بیوداخانہ جنگی جہاز یا جہازوں کا بیڑہ
اوضہ یا اودہ	کمرہ (مکان کا)
اغا - اغوات	خواجہ سرا
اجزاخانہ (ترکی لفظ ہے)	دواخانہ
امتیاز	لائسنس
اغراض	اسباب

لفظ	معنے
اغراض	اسباب
ادب خانہ	پاخانہ
انتیکہ خانہ	قدیم اشیاء کا عجائب خانہ
اشتراک الجریدۃ	اخبار کی خریداری اور اخبار کی قیمت کو بدل اشتراک کہتے ہیں۔
ب	
تیاترہ	آنو
(ق) برطیلہ جمع براطیل	رشوت

لفظ	معنے
بلدیۃ	میونسپلٹی
باغرہ	دخانی جہاز
(ق) برنامج (فارسی ہی)	فہرست
براد	چاءدان
بیت الماء	پاخانہ
(ق) بداری	سویرا
بکیر	سویرا
باش کاتب (ترکی ہی)	میر منشی
ت	
تکۃ	ازاربند
ترعۃ	بڑا تالاب
تمرینات عسکریۃ	قواعد (فوج کی)
تشخیص	تھیٹر میں ایکٹ کرنا
تذکرۃ	پروانہ ٹکٹ سند
تعطیم الجدری	چیچک کا ٹیکہ
تمرینات جسدیۃ	ورزش
ث	
ثورۃ	بغاوت
(ق) ثریا	جھاڑ (روشنی کا)
ثوب	لمبا کرتہ
ج	
(ق) جبن	پنیر
(ق) جریدہ کا جمع جرائد	اخبار
جوخ	بانات
جمعیۃ	انجمن

لفظ	معنے
جمرک یا گمرک (ترکی ہے)	چنگی - باغ
ح	
حوائج	میلے کپڑے جو دھونے کو دیے جاتے ہیں -
(ق) حراقۃ	تارپیڈو کی کشتی
(ق) حلیب	دودھ
حزب الاحرار	لبرل پارٹی
خ	
خریطۃ	نقشہ (جغرافیہ کا)
(ق) خان	سرائے یا ہوٹل
د	
دلیجانس (عربی نہیں ہی)	شکرم
دائرہ	محکمہ صیغہ
دقیقہ	منٹ
ر	
(ق) ربان	کپتان جہاز
روایۃ	ناول - قصہ
رومان (انگریزی لفظ ہی)	ناول - قصہ
ریش	نب انگریزی قلم کی زبان
ربطۃ الرقبۃ	نکٹائی -
رصاص	بندوق کی گولی
رسم	تصویر نقشہ
ز	
زرافن	پیلیٹی

لفظ	معنی
س	
(ق) ساعة	گھڑی جس سے وقت معلوم ہوتا ہے
سکة الحدید	ریلوے
سوکرتہ	بیمہ کرنا
سجادہ	قالین۔ دری۔
سیاسیة	پالیٹکس
سریر	چارپائی
ش	
شرکة	کمپنی
شوکة	کانٹا (جس سے انگریز کھانا کھاتے ہیں
شمسیة	چھتر
شمندفر (فرنچ زبان کا عال کا لفظ ہے)	ریل
شنطہ	پوٹمنٹو بڑا صندوق
(ق) شختورہ	چھوٹی کشتی
ص	
(ق) صیدلیة	عطاری کی دوکان
(ق) صہریج	تالاب
صوت	ووٹ
ض	
ضو	چراغ ۔لیمپ
(ق) ضریبة	ٹکس
ضبطیہ	پولیس
ضابط ۔جمع ضباط	افسر فوج

لفظ	معنی
ط	
طربوش	ترکی ٹوپی
طبسی	سینی
ظ	
ظرف	لفافہ
ع	
(ق) علبة	ڈبیہ
(ق) عیش	روٹی
عیش افرنجی	پاؤ روٹی
عمارہ	بیڑہ جہازات
(ق) عربة	گاڑی
عجلہ	ایضاً
عمود	اخبار کا کالم
عضو جمع اعضا	ممبر کمیٹی
غ	
غسیل	کپڑے کی دھلائی۔
ف	
فراطہ	ریزگاری روپیہ کی یعنی خردہ۔
(ق) فلوکہ	ڈونگی چھوٹی کشتی
فطرة یا فطور	ناشتہ۔ صبح کا کھانا۔
فابریقہ (انگریزی لفظ ہے)	کل وغیرہ کا کارخانہ
(ق) فرجة	سیر و تفریح
فراجة	ٹرکش عورتوں کا برقع۔
(ق) فندق	ہوٹل
(ق) فنجان جمع فناجین	پیالی

لفظ	معنی
ق	
قائمہ	فہرست کتب
قرار	رزولیوشن۔ حکم
قائم مقام	ایک عہدہ کا نام ہے جو ہمارے یہاں ڈپٹی کلکٹری کے قریب ہے
قرینہ	زوجہ۔ بیگم
ک	
کفیہ	ٹوپی
کندرۃ (ترکی ہی غالباً)	بوٹ
کرّوسہ	شکرم
(ق) کاک یا کعک	بسکٹ
کبریت	دیا سلائی
ل	
لائحہ	فہرست
لفہ	عامہ جو ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں
لیرہ	پونڈ۔ اشرفی
لوکاندہ (عربی نہیں ہی)	ہوٹل
(ق) لجنۃ	کمیٹی
لحظہ	سکنڈ منٹ کا ساٹھواں حصہ
لیلیٰ	بورڈر بشرطیکہ یہ لفظ طالبعلموں کے لئے استعمال کیا جائے

لفظ	معنی
لباس	پاجامہ
لبن	دہی
م	
مصاری	فلوس پیسے
مستشفیٰ	اسپتال
مرفا	گھاٹ۔ بندرگاہ
مومسات	رنڈیاں کسبیاں
مقص	قینچی
(ق) مُزیّن	حجام
مُوتمر	کانفرنس
مندوب	ڈیلیگیٹ۔ سفیر۔ وکیل
مَحجر	قرنطینہ
ماموریت	نوکری
مدفع	توپ
مضبط	میموریل۔ عرضداشت
مَعمل	کارخانہ
معرض	نمایش گاہ
متصرّف	ایک عہدہ کا نام ہی
مُفتّش	انسپکٹر
محفظہ	نوٹ بک یا دداشت کی کتاب
متحف	عجائب خانہ
مُشمع	موم جامہ
مسکوب	سلطنت روس
مرکن	گلدان

لہ شاعر کہتا ہے۔ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۳۳

تعشقہا فہو کالمسک صافیۃ ٭ تحی النفوس شذاہا لی الناس حینا

لفظ	معنی
(ق) مُحَلّاۃ	تکیہ
مقلمہ	قلم تراش۔ چاقو
ملعقہ	چمچہ
(ق) مظلّہ	چھتری
محرمہ	رومال
(ق) مندیل	رومال
منشف	تولیہ
مرکوب	جوتہ
مداس	سلیپر گھر میں پہننے کے جوتے
محطّہ	ریل کا اسٹیشن
(ق) مجلّۃ	میگزین۔ علمی رسالہ
مدارع	آہن پوش جہاز
محکمہ	عدالت
محکمۃ الجزاء	عدالت فوجداری
محکمۃ الحقوق	عدالت دیوانی
محکمۃ الاستیناف	عدالت اپیل
محکمۃ التمیز	ہائی کورٹ
محامی	وکیل
(ق) مینا	گھاٹ
(ق) مرکب	جہاز
مُمَثِّل	ایکٹر
مسوکرہ (انگریزی سے ماخوذ ہے)	رجسٹری شدہ خط یا پارسل وغیرہ
میزانیہ	بجٹ

لفظ	معنی
مصلحۃ	محکمہ صیغہ۔ جیسے مصلحۃ البوسطہ یعنی ڈاک خانہ
معاش	پنشن
مجاور	قدیم مدارس کے طالب العلم
مجلّۃ[1]	کتاب
محل الادب	پاخانہ
مکارۃ	چرخی
مادّہ	دفعہ (قانون وغیرہ کی کتاب)
معارف	سررشتہ تعلیم
مجسّمۃ	اسٹیچو۔ پورے قد کی مورت
مزایدہ	نیلام

ن

لفظ	معنی
نھارے	غیر بورڈ طالب العلم۔ انکو خارجیہ بھی کہتے ہیں۔
نیشان جمع نشانات	تمغہ
(ق) ناموسیۃ	پلنگ
نمسا	سلطنت آسٹریا
ناریۃ	آتشبازی
نظارہ	دوربین
(ق) نظارہ	سررشتہ۔ صیغہ

[1] جاہلیۃ میں اس کتاب کو کہتے تھے جس میں حکمت و موعظت کے مضامین ہوں۔ نابغہ کا شعر ہے

مجلتھم ذات الالہ و دینھم
قویم فما یرجون غیر العواقب

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ناظر	سکرٹری	ورقۃ	ٹکٹ
نارگیلۃ فارسی	حقہ	ورقۃ الزیارت	ملاقات کا کارڈ
و		(ق) وصول	رسید
وسلہ	تمغہ	ویرکو۔ عربی نہیں ہے	ٹکس
وابور یا فابور (عربی نہیں ہے)	جہاز	وراق	کاغذ

تمت

تحقیقات علمیہ (فنون) جامعہ عثمانیہ

مختصر فہرست قومی پریس دہلی

ازواج النبی جناب سرور کائنات کے ازواج مطہرات کی پوری حالات و سوانح درج ہیں، حضرت خدیجہ حضرت سودہ حضرت عائشہ حضرت حفصہ حضرت زینب حضرت ام سلمہ حضرت زینب بنت جحش حضرت ام حبیبہ حضرت جویریہ حضرت میمونہ حضرت صفیہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضوں کا پورا جواب دیا ہے قیمت ۱۲ار

نکاح جعفر اور عباسیہ ایک عرصہ سے لوگ اس شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط ہم نے نہایت تحقیق اور مدلل دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں قیمت (۴)

ململ جان کی سرگذشت ساری کتاب تلازموں سے لبریز ہے لکھنؤ اور دہلی کی پرانی زمانہ کی پورا فوٹو جو اتنا ہے قیمت (۶ر)

کتب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر

حالات اقوام کرد، کردوں کی معاشرت و رسومات شادی و غمی و مذہبی عقائد اور ان کا ترکوں کے ساتھ تعلق سلطان کے محل کے اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا نقشہ اور والدہ سلطانہ و قادن آفندی کے اختیارات بڑی دلچسپ کتاب ہے (۶ر)

خلافت عمرو بن سعید بانی خلافت بنو امیہ و ابو مسلم خراسانی بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات قیمت (۳ر)

تذکرہ مشاہیر عالم ہر دو جلد کامل مع فوٹو مولانا شرر جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں خلیفہ ناصر الدین اللہ دیا، زبیر ابن عوام، عبد اللہ ابن زبیر، ابن بطوطہ، بطرابالینوس مانی، سائدین والصبی، اعز الدین حبین حاتم طائی جبلیہ ادہم، محمد بن تومرت المہدی المغربی، ابو عثمان بن سیحع، ربانائی سبوی، دمشق کی جامع بنی امیہ ابو الاسود دولی، احمد بن طولون، ابو الضحاک، عمرو بن معدی کرب زبیدی، نابغہ زبیانی، اسکندر اعظم، نبیذ بن مغیرہ، حجاج دمشقی مہوس، مسجد ایا صوفیہ، محمد علی پاشا ابو جعفر منصور ابو دلامہ، مسجد اقصیٰ صلیبی جہاد قیمت دو عـہ

مخدرات مشاہیر عالم جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں ہمی رامس ملکہ بابل، ہند بنت نعمان لیبلائے اخیلیہ شہدہ کاتبہ، زلیخا، ملکہ سجاح، ام سلمہ زوجہ سفاح قطر الندی بلقیس و لغا علیہ بنت مہدی، خدیجہ بنت القیم، ملکہ استیر کیتھرائن زبیدہ خاتون اجہانی مریم، قلوپترا، میڈم ڈی اسٹائل رابعہ بصریہ فاطمہ فقیہہ، ملکہ تسبا، ام ایان، رابعہ شامیہ فاطمہ نیشاپوریہ، ملکہ زنوبیہ، نوار زوجہ فرزوق، مضغہ مخہ زہرہ ہلینیا عورت ہی کی کشش دنیا میں انسان کو لائی، دہیائے کاہنہ قیصر تھیوڈورا، آل عثمان میں پہلی سلطانہ تھیوڈورا، ابو اوقیبا، قارشہ مانڈولا عاتکہ زوجہ عبد اللہ بن ابی بکر صدیق، عتبہ عمارہ مزنہ لطیف رانیہ ہمیثنیہ، ام جعفر، حرقہ بنت ضمان ست الملک خولہ بنت الاذور دیدون ملکہ سور، بہتھال، ایڈلین راخیل ماریہ رولان فتیون، عاتکہ بنت معاویہ زندکا ربائی خاتون ارشد امیہ فریدہ، عفرا، عائشہ بنت طلحہ، بائی پیے شیا، خرفا ربا بنت الفرلق السلمی، جنیفیاف، طریفہ بنت صفوان، ام حکیم بنت قارظ، جو صاحب تینوں جلدیں ایک ساتھ لیں گے انکو مع محصول تین روپیہ میں روانہ ہوگی (سے)

سید ظہور الحسن و حافظ ابو الحسن، دہلی
قومی پریس، چھتہ لال میاں دہلی

تحقیقات علمیہ
(فنون)
جامعۂ عثمانیہ

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عظمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہے اور اس سرزمین کے سب سے سرسبز اور ہرے بھرے باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایک دفعہ قومی زمین کو لاچکی ہے شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا ایک عظیم الشان خاندان کی داستان و شوکت کی تعجبناک تصویریں جنکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی، قیمت کاغذ سفید رسمی دعہ؍ مجلد

فہرست بیگمات

امتہ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم، بیگم امیر تیمور، فخر النسا بیگم، بیگم امیر تیمور، عظمت النسا بیگم امیر تیمور، آسائش بانو بیگم، دختر محمد مراد بخش، اما بیگی، دختر میران شاہ، آرزم بانو بیگم، دختر سعادت خاں صفوی، آرام جان بیگم جہانگیر، ممتاز محل بیگم شاہجہاں، امتہ الحبیب، بیگم محمد معظم شاہ، قدسیہ بیگم، بیگم محمد شاہ، اعزاز النسا بیگم، بیگم شاہجہاں، اورنگ آبادی محل بیگم اورنگ زیب، دلپذیر بانو بیگم، دختر شاہ شجاع، بی بی دودو، بیگم لوہانی خاں، درس بانو بیگم، دختر شاہنواز خاں صفوی، روشن آرا بیگم، دختر شاہجہاں، روپ متی، مالوہ کی رئیس زادی، رحمت بانو، بیگم محمد معظم شاہ، رفیقا النسا بیگم، دختر شاہزادہ محمد اکبر، تلسی بائی، رئیس مرہٹہ، بی بی بائی، بیگم سلیم شاہ، زیب النسا بیگم، دختر اورنگ زیب، لاڈ ملک، بیگم تاج خاں رضیہ سلطانہ، دختر شمس الدین، بدر النسا بیگم، دختر اورنگ زیب، جانان بیگم، دختر جان جانان، جانی بیگم، بیگم محمد اعظم شاہ، رانی جودہ بائی، دختر راجہ اودے سنگھ، حمیدہ بانو بیگم ہمایوں بادشاہ، حاجی بیگم، بیگم ہمایوں، خانزادہ بیگم ہمشیرہ محمد بابر بادشاہ، شہزادہ خانم، دختر محمد اکبر، نواب قدسیہ بیگم، دختر شاہجہاں، ثریا بانو بیگم، دختر شاہجہاں جہاں آرا بیگم، دختر شاہجہاں، رانی پاربتی، رانی راجہ جہجار سنگھ والی بندیلہ، رانی تارا بائی، رانی رام راجہ، زینب النسا بیگم دختر اورنگ زیب، زبدۃ النسا بیگم، دختر اورنگ زیب، بادشاہ بیگم، دختر اورنگ زیب، سلطان بیگم، ہمشیرہ شاہ الماس والی ایران، سلیمہ سلطان بیگم، بہانجی محمد ہمایوں، سلیمہ بانو بیگم، دختر سلیمان شکوہ، جمیلہ خاتون، بیگم محمد میرزا موتی بیگم، بیگم محمد اکبر، اشرف النسا بیگم، بیگم بہادر شاہ اول، آئی بیگم، ہمشیرہ نجات خاں، بخت النسا بیگم، دختر ہمایوں بادشاہ، بہار بانو بیگم، دختر جہانگیر، بائی اودے پوری، دختر راجہ اودے پور، بائی بھونت دتی، دختر راجہ کشتور، بجینی بیگم، دختر شاہزادہ بلند اختر، بیگم سلطانہ، دختر ابراہیم عادل شاہ۔

ہمایوں نامہ (از) **گلبدن بیگم** - اس سے بہتر تاریخ ہمایوں کی نہیں چھپی ۲ مستند تاریخوں کا نچوڑ ہے اور پانچ فوٹو عمدہ ولایتی کاغذ پر تیار ہو رہی ہے قیمت مجلد عہ؍ **حیات بابر** اول ایک مقدمہ پھر اصل کتاب جسمیں ۲ فوٹو اور چار نقشے اس سے بہتر بابر کی لائف آجتک تیار نہیں ہوئی اور نہ آپکی نظر سے گذری ہوگی، قیمت دسے؍

تمام درخواستیں بنام سید ظہور الحسن و حافظ ابو الحسن، قومی پریس، چھتہ لال میاں دہلی آنا چاہئیں،